پہلے پانچ پارے ۱-۵

قرآن کریم کے معانی و مطالب سے واقف کرانے کیلئے
بامحاورہ اور لفظی ترجمہ کے ساتھ آسان تعلیمی

درسِ قرآن

جدید ایڈیشن پانچ پارے

اگر آپ روزانہ پندرہ بیس منٹ قرآن پاک کو دیں اور اس ''درسِ قرآن'' سے ایک درس پڑھیں تو انشاء اللہ آپ قرآنِ کریم کے معانی و مطالب کو سمجھنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوذر! اگر تو صبح کو ایک آیت کلامِ پاک کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعت سے افضل ہے، اور اگر علم کا ایک باب سیکھ لے تو ہزار رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے۔
آیئے! ہم بھی روزانہ ایک درسِ قرآن پڑھنے کا معمول بنائیں اور اجر و برکات حاصل کریں۔

تسہیل شدہ ترجمہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات
مولانا محمد اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ

تفسیر ملخص از تفسیر ابنِ کثیر، معارف القرآن، بیان القرآن و دیگر تفاسیر

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240)

درسِ قرآن

تاریخ اشاعت.................صفر المظفر ۱۴۳۰ھ
ناشر.....................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ.... چوک فوارہ....ملتان
مکتبہ الفاروق مصریال روڈ چوہڑ پال..راولپنڈی
ادارہ اسلامیات.........انارکلی.........لاہور
دارالاشاعت........اُردو بازار...........کراچی
مکتبہ سید احمد شہید.........اردو بازار.....لاہور
مکتبۃ القرآن.......نیوٹاؤن..............کراچی
مکتبہ رحمانیہ........اُردو بازار .... لاہور
مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار.......پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

بسم الله الرحمن الرحيم

واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا

كتبه نفيس الحسيني اللاهوري ارتجالاً في بغداد، ١٣ رمضان المبارك سنة ١٤٠٨هـ

لأخي في الإسلام الشيخ حسن الجلبي التركي

بسم الله الرحمن الرحيم

إقرأ باسم ربك الذي خلق

خلق الإنسان من علق

إقرأ وربك الأكرم الذي علم بالقلم

نفيس ١٣٩٦

القرآن الحكيم

علم الإنسان ما لم يعلم

جدید ایڈیشن کی خصوصیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

اَمَّابَعْد! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جیتے جاگتے معجزات میں سے ''قرآن کریم'' وہ زندہ جاوید معجزہ ہے جو امت مسلمہ کی اصلاح اور دینی ودنیاوی ترقی کیلئے سب سے محکم پیغام خداوندی ہے۔ جوایک مسلمان کی انفرادی زندگی کیلئے مصلح ہے اور زندگی کے تمام امور میں بھی مینارہ نور ہے۔

اسی طرح امت کے اجتماعی امور کے بارہ میں بھی فوز وفلاح کے ان اصولوں پر مشتمل ہے جو فطری اور ابدی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نزول قرآن کو چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود روز بروز اس کی حقانیت دوچند اور اس کی مبارک تعلیمات ہر ماحول ومعاشرہ کیلئے لائق عمل دستور العمل کی صورت میں سامنے آتی ہیں۔

آج کی مادیت اور سائنس وٹیکنالوجی کی حیران کن حد تک ترقی وایجادات... قرآنی تعلیمات کو آشکارہ کر کے اسی آخری کتاب کے آغوش میں پناہ ڈھونڈنے پر مجبور ہیں۔ دین ودنیا کے وہ عقدے... جو حق کی زبانی چند سادہ جملوں میں حل کئے گئے... آج سائنس اپنی تمام تر ترقی اور انتہائی کاوشوں کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچتی ہے جو اہل اسلام کو قرآن کے ذریعے چودہ صدیوں قبل بتادیا گیا۔

قرآن کریم کی ان محکم اور انقلاب آفریں تعلیمات کو ہر فرد تک پہنچانے کیلئے ادارہ نے ''درس قرآن'' کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا جو بفضل خداوندی نہ صرف عوام میں مقبول ہوا بلکہ اہل علم نے بھی اس کی مدد سے مساجد.... مدارس اور مجالس احباب میں قرآنی پیغام کو عام کرنے کا ذریعہ بنایا اور یومیہ درس کیلئے اس عام فہم ''درس قرآن'' کو زیر مطالعہ رکھا۔ اسی طرح دینی ذوق کی حامل خواتین نے بھی اس کے ذریعے ''درس قرآن'' کی مجالس آراستہ کیں اور اس کے بے پناہ منافع کھلی آنکھوں سامنے آئے۔

درس قرآن کی افادیت ومقبولیت کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور ان اکابر مفسرین کے اخلاص کی برکت ہی کہا جاسکتا ہے جو ''درس قرآن'' کا مآخذ ہیں۔

زیر نظر ''درس قرآن'' کا جدید ایڈیشن ہے جسے قارئین کی سہولت کے پیش نظر پانچ پانچ پاروں میں شائع کیا گیا ہے اور ہر جگہ لفظی ترجمہ بھی علیحدہ دیا گیا ہے تاکہ متن اور ترجمہ پڑھتے وقت آسانی رہے اور جو حضرات لفظی ترجمہ پڑھنا اور یاد کرنا چاہیں ان کیلئے بھی سہل ہو۔

علاوہ ازیں اس جدید ایڈیشن میں تصحیح کا بھی اہتمام کیا گیا ہے اور سابقہ تمام ایڈیشنوں میں رہ جانیوالی اغلاط کی درستگی کردی گئی ہے۔ تاہم اہل علم سے استدعا ہے کہ دوران مطالعہ جو اغلاط نظر سے گزریں۔ براہ کرم ادارہ کو مطلع فرمادیں۔ تاکہ قرآن کریم کی یہ خدمت ہم سب کی محنت اور توجہ سے بہتر انداز میں ہوسکے۔

اللہ تعالیٰ خدمت قرآن کے اس جدید ایڈیشن کو شرف قبولیت سے نوازیں اور ہم سب مسلمانوں کو قرآن پڑھنے، سمجھنے اور عملی زندگی میں اپنانے کی توفیق سے نوازیں آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

والسلام..... محمد اسحٰق غفرلہ..... صفر المظفر ۱۴۳۰ھ بمطابق فروری ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غرضِ اشاعت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرتِ مدینہ پر مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرت کی جو بنیاد پڑی اس نے ایسی ترقی کی کہ پورے عالم انسانیت کو اپنے سایہ میں لے لیا اور پوری دنیا میں اسلام کا ڈنکا بج گیا۔

قرآنی تعلیمات کی راہنمائی نے انسانیت کو اپنی معراج تک پہنچایا، مثالی معاشروں کی بنیاد ڈالی، آج سائنس و ٹیکنالوجی کی ہوشربا ترقی کے باوجود انسانیت ان اعلیٰ اقدار کو ترس رہی ہے جن کا اسلام کے غلبہ کے دور میں غلغلہ رہا ہے۔

قرآن کی تعلیمات نے خلفائے راشدین، صحابہ کرام، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، امام ابوحنیفہ، امام بخاری، عمر بن عبدالعزیز، البیرونی و ابن بطوطہ، رومی و شیرازی، رازی و غزالی رحمہم اللہ جیسی نابغہ روزگار شخصیات تخلیق کیں اور دیگر وہ خاندان جنہوں نے دورِ اسلامی میں خلافت و بادشاہت کے منصب پر آکر انسانیت کی بے مثال خدمت کی جس پر تاریخ کے اوراق گواہ ہیں جو کہ یقیناً تعلیماتِ قرآنی ہی کا معجزہ ہیں۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر ہم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے ہی برصغیر میں مسلمانوں کا زوال شروع ہوا اسی دور میں ملتِ اسلامیہ کے عظیم مفکر و مجدد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے زوال کے مرض کا علاج یہی تجویز کیا کہ مسلم عوام کو قرآنی تعلیمات کی دعوت دی جائے۔ چنانچہ آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ اس وقت کی مروج زبان فارسی میں کیا اور مختصر تشریح بھی لکھی، پھر آپ کے صاحبزادوں نے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا اور اردو تراجم لکھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے درسِ قرآن مجید کے حلقے قائم کئے اور اس پر اتنی محنت کی کہ ایک وقت ایسا آیا جب برصغیر میں جہاں کہیں بھی تعلیم قرآن کا کوئی حلقہ قائم تھا وہاں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی شاگرد یا شاگرد کا شاگرد ہی اس کا روح رواں تھا۔ جنگِ عظیم دوم خلافت عثمانی کے خاتمہ اور ملتِ اسلامیہ کے شیرازہ بکھرنے کے بعد کے حالات میں بھی شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ نے اپنی پوری زندگی کے غور و فکر اور تجربات کا نچوڑ مالٹا کی قید سے واپسی کے بعد یہی بیان فرمایا کہ مسلمانوں کی پسماندگی کے دو

اسباب ہیں قرآن کریم سے دُوری اور فرقہ پرستی، چنانچہ آپ نے بھی حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن کی تجدید کی تاکہ عوام کو قرآنی مطالب تک رسائی میں آسانی ہو۔

اسلاف کی انہی کاوشوں نے ہمیں ''درس قرآن'' کے اس سلسلہ پر تیار کیا اور حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے اجل خلفاء عارف ربانی حضرت الحاج محمد شریف صاحب ملتانی رحمہ اللہ۔ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ کی دعاؤں اور سرپرستی کی بدولت اور عالم ربانی حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ (دارالعلوم کبیر والا) حضرت نواب عشرت علی خان صاحب قیصر مدظلہٗ اور والد محترم حضرت الحاج عبدالقیوم مہاجر مدنی مدظلہم کی توجہ اور تربیت کی بدولت ہم نے توکلاً علی اللہ کام شروع کر دیا۔

الحمد للّٰہ: درس قرآن کے اس سلسلہ کی تیاری ''ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان'' کے زیر انتظام ''مجلس تحقیقات اسلامیہ'' کے جید علماء کی نگرانی میں ہو رہا ہے جس کے اراکین میں درج ذیل علماء کرام شامل ہیں۔

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار مدظلہم العالی (خیر المدارس ملتان) - حضرت مولانا محمد ازہر مدظلہ العالی (مدیر ماہنامہ الخیر)

حضرت مولانا مفتی منظور احمد مدظلہٗ (مفتی جامعہ قاسم العلوم) - حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہٗ (فاضل خیر المدارس ملتان)

حضرت مولانا زاہد محمود ملتانی (استاذ جامعہ قاسم العلوم)

اس درس کی تیاری کیلئے مستند تفاسیر سے استفادہ کے علاوہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمہ اللہ کے ''درسِ قرآن'' کے اسلوب کو سامنے رکھا گیا ہے اور حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کا ترجمہ منتخب کیا گیا ہے البتہ اس میں تسہیل کی غرض سے بعض بعض مقامات میں الفاظ کی نشست میں تبدیلی کی گئی ہے اور کہیں مشکل و متروک الفاظ کو بھی بدلا گیا ہے۔ اس دفعہ لفظی ترجمہ علیحدہ دیا گیا ہے تاکہ سلیس ترجمہ کے پڑھنے میں کوئی اُلجھن نہ ہو۔

طباعت و اشاعت میں ہر ہر مرحلہ پر ہم نے قارئین کی آسانیوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کام کیا ہے۔

قرآن مجید کے متن اور اس کے ترجمہ کو ممکنہ حد تک جلی خط میں رکھا ہے۔ اس لئے کوشش کی جاتی ہے کہ مزید جدت پیدا کی جائے جس سے استفادہ پہلے سے زیادہ آسان ہو جائے۔

تمام مسلمانوں سے گذارش ہے کہ وہ اس انقلاب انگیز دینی کام میں ہمارے دوش بدوش چلیں اور درس قرآن مجید کے سلسلہ کو اپنے حلقوں میں جاری کر کے دینی انقلاب کی طرف قدم بڑھائیں۔

اللہ پاک ہم سب کو قرآن پڑھنے، سمجھنے اور عمل کر کے اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین

احقر محمد اسحٰق عفی عنہ

صفر المظفر ۱۴۳۰ھ بمطابق فروری 2009ء

مدرسین وسامعین حضرات کی خدمت میں

چند گذارشات

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم سب روزانہ درس قرآن کی مجلس میں بیٹھتے ہیں اس مبارک مجلس کا ثواب عظیم کسی بھی مسلمان سے مخفی نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا!....."اے ابوذر اگر تو صبح کو ایک آیت کلام پاک کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعت سے افضل ہے۔اور اگر علم کا ایک باب سیکھ لے تو ہزار رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے"

اس حدیث کے پیش نظر ہم سب مسلمانوں کو ایسی مجالس درس میں شرکت کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر اپنی مسجد میں اس درس قرآن کا اہتمام ہو تو اس میں شرکت کو اپنے لیے سعادت سمجھنی چاہیے۔ کیا ہم مسلمان غفلت کی اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ کلام الٰہی کو سمجھنے کیلئے یومیہ دس پندرہ منٹ بھی نہیں دے سکتے؟ اس لیے جو لوگ درس قرآن میں بلاوجہ شرکت سے محروم رہتے ہیں ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ انہیں

درج بالا حدیث کی روشنی میں ترغیب دی جائے تا کہ وہ بھی اس گوہر بے بہا سے محروم نہ رہیں۔

اور جو حضرات بفضل اللہ اہتمام سے اس درس میں شریک ہوتے ہیں ان کیلئے مزید ایسی ہدایات درج کی جاتی ہیں جن پر عمل کرنے کی برکت سے ہر مسلمان قرآن کریم کے انوار و برکات کا مشاہدہ کرسکتا ہے اور ماحول میں خوشگوار اسلامی تبدیلی کیلئے زمین ہموار کرسکتا ہے۔

۱۔"درس قرآن" کی مجلس میں تمام نمازی حضرات صفوں کی ترتیب کو چھوڑ کر درس دینے والے مدرس کے گرد حلقہ بنالیں تا کہ واضح معلوم ہو کہ عشاق قرآن کی جماعت ہمہ تن علوم قرآنی سے مستفید ہو رہی ہے۔

۲ - ''درس قرآن'' کی مجلس کو رسمی کارروائی سمجھ کر بوجھل دل کے ساتھ شریک ہونا بڑی محرومی کی بات ہے۔لہٰذا ہم میں سے ہر ایک خود کو پوری طرح مستعد کر کے بیٹھے اور اس نیت سے بیٹھے کہ اللہ پاک مجھے قرآن پاک سمجھنے اور پھر حسب توفیق عمل کرنے کی سعادت سے نوازے۔

۳ - پوری طرح دھیان سے درس قرآن سننے پر بھی اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو درس کے بعد علیحدگی میں صاحب درس سے پوچھ لیں۔اور اگر وہ بات عوام الناس کیلئے بھی مفید ہو تو صاحب درس اگلے دن بغیر کسی کا نام لیے اس بات کا اعادہ کردیں۔

۴ - اگر سب نمازی حضرات درس قرآن کے وقت اپنے سامنے قرآن مجید بھی رکھ لیں تو ترجمہ یاد کرنے اور اسکی بیان کردہ تشریح کو ذہن نشین کرنے میں بہت آسانی ہو۔لیکن اس شق پر عمل کرنے کیلئے احباب کسی صاحب علم کے مشورہ سے کوئی نظم بنالیں۔تاکہ کوئی اجتماعی سہولت برقرار رہے۔

۶ - قرآن کو سمجھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کے بغیر ممکن نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کو احادیث مبارکہ سے یاد کیا جاتا ہے۔اس لیے درس قرآن کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات بھی از حد ضروری ہیں۔اس سلسلہ میں بھی ادارہ کی طرف سے ''درس حدیث'' کی پہلی جلد منظر عام پر آرہی ہے۔

اگر ہر مسجد میں صبح درس قرآن ہو اور شام کو درس حدیث کی مبارک مجلس کا انعقاد ہو۔تو معاشرہ میں خوشگوار اسلامی تبدیلی رونما ہو۔اور مسلمان دین کی برکت سے دنیا میں اپنی کھوئی ہوئی شان وشوکت حاصل کرسکیں اور آخرت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی بدولت جنت کی انمول نعمتوں سے مستفید ہوسکیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

یہ گذارشات درس دینے والے حضرات حلقہ احباب میں سنادیں

والسلام

مجلس تحقیقات اسلامیہ ملتان

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے

مفسرین قرآن کریم کا عمومی طریقہ یہی ہے کہ سورۃ بقرۃ کی تفسیر سے پہلے اِستِعَاذَہ اور تَسمِیہ یعنی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کا بیان کرتے ہیں ہم بھی پہلے اَستِعَاذَہ کا بیان کرتے ہیں۔

قرآن کریم کو پڑھنے، سننے کے آداب اور استعاذہ کا حکم

قرآن کریم کو ہاتھ لگانے اور چھونے کیلئے خود قرآن کریم میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ (پارہ ۲۷ سورۃ واقعہ) یعنی اس قرآن کو نہیں چھوتے مگر پاک لوگ یعنی بدوں طہارت و پاکی کے بغیر اور وضو قرآن کریم کو ہاتھ لگانا جائز نہیں اسی طرح جب یہ کلام پڑھا جائے تو اس کے سننے کا احترام یہ بتایا گیا وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (پارہ ۹ سورۃ اعراف) یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اسکی طرف کان لگائے رہو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے اسی طرح تلاوت قرآن کے آداب میں سے ایک ادب قرآن کریم میں یہ فرمایا گیا فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (پارہ ۱۴ سورۃ نحل) یعنی جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں یعنی اس آیت میں "اِستِعَاذَہ" کا حکم دیا گیا ہے۔

استعاذہ کا معنی اور اس کے حکم کی حکمت

یہ عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی پناہ چاہنا، پناہ مانگنا، پناہ میں آنا ہیں، اور قرآن کریم کی اصطلاح میں اِستعاذہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنے کو کہتے ہیں۔

اس میں نہ معلوم کتنی حکمتیں اور مصلحتیں ہوسکتی ہیں مگر ایک نہایت واضح مصلحت یہ ہے کہ شیطان کی ہمیشہ کوشش یہ ہوتی ہے کہ انسان کو نیکی سے روکے، برائی اور بے حیائی کے کاموں پر آمادہ کرے، جھوٹ بولنے کی ترغیب دے، اُس کے دل میں وسوسہ پیدا کر کے اُسے یادِ الٰہی سے غافل کرے اور جو نیکی اپنی اہمیت اور عظمت کے لحاظ سے جتنی زیادہ موجب اجر و ثواب اور باعث قرب الٰہی ہوتی ہے اتنا ہی شیطان اس سے باز رکھنے پر زور لگاتا ہے اور اپنے وسوسوں کے ذریعہ سے رکاوٹ بن جاتا ہے تو تلاوت قرآن جو تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے اور سب سے زیادہ قرب الٰہی حاصل کرنے والی عبادت ہے اس کو شیطان کب ٹھنڈے دل سے گوارا کرسکتا ہے۔

اِستِعَاذہ یعنی اَعُوْذ پڑھنے کا نتیجہ یہ ہوگا جو خود حق تعالیٰ نے اسی اِستِعَاذَہ کے حکم والی آیت سے آگے ارشاد فرمایا یعنی اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطٰنٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ (پارہ ۱۴ سورۃ نحل) اُس کا یعنی شیطان مردود کا زور نہیں چلتا اُن پر جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یعنی جس نے اللہ پر بھروسہ کیا اور اس کی پناہ ڈھونڈی اُس پر شیطان زور سے حاوی نہیں ہوسکتا، تو اِستِعَاذَہ یعنی اَعُوْذ پڑھنے کی اہمیت سے معلوم ہوا کہ تلاوتِ قرآن کے علاوہ بھی ہم جب کسی نیکی کا ارادہ یا ابتداء کریں تو شیطان کے وسوسوں سے بچنے کیلئے ہمیں استعاذہ کے الفاظ پڑھنے چاہئیں جیسا کہ قرآن پاک کی دو آخری سورتوں میں بھی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ جن کو مُعَوِّذَتَیْن بھی کہتے ہیں یہی تعلیم دی گئی ہے۔

استعاذہ کے الفاظ

احادیث میں استعاذہ کے الفاظ جو وارد ہوئے ہیں اُن میں سب

سے افضل ومختار سب کے نزدیک اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہے، حسب ذیل دوسرے الفاظ کیساتھ بھی اَعُوْذُ پڑھنا جائز ہے۔

۱- اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.

۲-اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.

۳- اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. وغیرہ۔

استعاذہ کے پانچ فائدے

(۱) دین وہدایت پر استقامت۔ (۲) شیطان مردود کے شر اور تکلیف سے بچاؤ۔ (۳) اللہ کی حفاظت کے مضبوط قلعہ اور مقام قرب میں داخلہ (۴) پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ مقام امن تک رسائی۔ (۵) مالک زمین وآسمان کی مدد کا حاصل ہونا۔

اسی لئے انبیاء اور اولیاء نے بھی ہمیشہ استعاذہ کیا ہے جیسا کہ قرآن کریم شاہد ہے۔ جب زلیخا عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنی نفسانی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مَعَاذَ اللّٰہِ اِنَّہٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اللہ کی پناہ عزیز مصر میرا مربی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بار بار استعاذہ کا حکم ہوا سورہ مومنون میں ارشاد ہے وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ، وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہئے کہ اے میرے پروردگار میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے اور اے میرے پروردگار میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیاطین میرے پاس بھی آئیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو استعاذہ کا حکم سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ میں بھی ہوا۔

فرشتوں اور شیطان کی حقیقت

اللہ تعالیٰ نے جب اپنی قدرتوں کو آشکارا کرنا چاہا تو اس نے سب سے پہلے نور کو پیدا کیا اور اس نور سے مستقل مخلوق فرشتوں کی تخلیق ہوئی نورانیت کے سبب سے یہ فرشتے طبعاً اطاعت شعار اور عبادت گزار پیدا ہوئے غرور اور تکبر کی بجائے ان پر خوف وخشیت کا غلبہ طاری رہا، اسی لئے یہ ہر وقت اللہ جل شانہٗ سے خائف رہتے ہیں۔ اور انہیں بارگاہ رب العزت سے جو حکم بھی ملتا ہے اُسے بلا تاخیر اور بلا چون وچرا فوراً بجالاتے ہیں اور دن رات اللہ کی تسبیح وعبادت میں لگے رہتے ہیں، فرشتوں کے بعد جو دوسری مستقل مخلوق پیدا کی گئی وہ "جن" ہیں اور ان کی تخلیق آگ سے ہوئی جیسا کہ قرآن کریم نے بتایا ہے گو فرشتوں کی طرح جنات بھی ہم کو عام انسانی آبادی کی طرح نظر نہیں آتے لیکن قرآن کریم اور احادیث نبوی میں جو تصریحات اس مخلوق کے متعلق موجود ہیں اس بناء پر ہمارا اعتقاد ویقین ہونا چاہئے کہ جنات بھی انسان کی طرح مستقل مخلوق ہیں، اور یہ بھی شریعت کے مکلف ہیں اور ان میں بھی موت وپیدائش کا سلسلہ ہے اور ان میں بھی نیک وبد، کافر ومسلم ہیں۔ چونکہ ان کی خلقت آگ سے ہے اس لئے ان کی طبیعت میں بڑی تیزی پائی جاتی ہے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے کئی ہزار برس پہلے جنات زمین میں آباد تھے اور آسمان پر بھی آتے جاتے تھے جب جنات نے آپس میں زمین پر فتنہ فساد اور خونریزی پھیلائی تو فرشتوں کو حکم ہوا کہ جنات کو زمین کے اوپر سے دُور کیا جائے تا کہ زمین اُن کی آلودگی سے پاک ہو جائے چنانچہ فرشتوں نے زمین پر آ کر بہت سے جنات کو قتل کیا اور بہتوں کو پہاڑوں اور جزیروں اور سمندر میں دھکیل دیا۔ انہیں جنات میں سے ایک ابلیس بھی تھا جس کا نام عزازیل تھا اور یہ بڑا عالم فاضل اور عبادت گزار تھا۔

شیطان کا کام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابلیس کا تخت سمندر میں ہے وہ روزانہ اپنے لشکر کی ٹکڑیاں بھیجتا رہتا ہے تا کہ وہ لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کریں جو جتنا زیادہ لوگوں میں فتنہ پھیلاتا ہے اتنا ہی زیادہ ابلیس کے نزدیک اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ (مسند احمد)

دُعاء کیجئے! اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے، شیطان کے شر سے محفوظ رکھے۔ یا اللہ! ہم نے استعاذہ پڑھ کر آپ کے مقدس کلام کی تعلیم کا آغاز کیا ہے، آپ ہمیں کامیابی عطا فرمائیں صحیح اور نفع مند علم عطا فرمائیں اور مقبول عمل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿شروع اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان اور نہایت رحم والے ہیں﴾

بِسْمِ اللّٰهِ: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ ب کا معنی ساتھ اور اسم کا معنی، نام۔ یہاں ایک فعل محذوف ہے اشرع جس کا معنی ہے میں شروع کرتا ہوں۔

الرحمن: بڑا مہربان، یہ اسم مبالغہ ہے، یعنی اس کے معنی میں زیادتی کا مفہوم بھی ساتھ ہوتا ہے اور الرحیم بھی اسی طرح ہے۔

بسم اللہ پڑھنے کی حکمت اور اہمیت

تلاوت قرآن ہو یا اور کوئی نیکی کا عمل اعوذ باللہ پڑھ کر محض شیطانی وساوس اور اس کے رخنے اور رکاوٹ سے پناہ مانگنا کافی نہیں ہے جب تک کہ حق تعالیٰ کی رحمت وشفقت اور اس کی توفیق بھی شامل حال نہ ہو اسی غرض وغایت کیلئے تلاوت قرآن سے پہلے اور استعاذہ کے بعد بسم اللہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی گئی، اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کی اہمیت اور اس کی تاثیر کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر اہم کام جو اللہ تعالیٰ کے نام سے یعنی بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت رہتا ہے۔

دورِ جاہلیت کے طریقہ کا خاتمہ:

ایام جاہلیت میں یعنی اسلام سے پہلے عربوں کی عادت تھی کہ وہ اپنے کاموں کو بتوں کے نام سے شروع کیا کرتے تھے اس رسمِ جاہلیت کو اس طرح مٹایا گیا کہ قرآن کریم کی سب سے پہلی آیت جو جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اس میں وحی الٰہی یعنی قرآن کریم کو اللہ کے نام سے شروع کرنے کا حکم دیا گیا، چنانچہ ارشاد ہوا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ آپ پڑھیے اپنے پروردگار کے نام کیساتھ جس نے سب کو پیدا کیا ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انیسویں پارہ کی سورۂ نمل کی آیت اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ کے نزول سے پہلے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بِسْمِكَ اللّٰهُمَّ پڑھا کرتے تھے یا لکھوایا کرتے تھے یہاں تک کہ قرآن کی آیت بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا نازل ہوئی تو بِسْمِ اللّٰهِ لکھوانا شروع کیا پھر جب آیت قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ نازل ہوئی تو رَحْمٰن کا اضافہ ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ لکھوانے لگے اس کے بعد جب سورۂ نمل کی مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو آپ نے پوری بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ لکھنے اور پڑھنے کا حکم دیا۔

ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھو

دین یا دُنیا کے ہر چھوٹے بڑے کام کے شروع میں بسم اللہ کا پڑھنا اور اس سے آغاز کرنا ضروری ہے تا کہ ہمارا ہر کام خیر وبرکت کے ساتھ پورا ہو جائے چنانچہ احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ گھر کا دروازہ بند کرو تو بسم اللہ کہو، چراغ گل کرو تو بسم اللہ کہو، برتن ڈھکو تو بسم اللہ کہو، اسی طرح کھانا کھانے، پانی پینے، وضو کرنے، سواری پر سوار ہونے اور اُترنے اور بیت الخلاء میں جانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی گئی۔

پورے قرآن کا خلاصہ بسم اللہ میں ہے

امام المفسرین امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں کہ قرآنِ کریم تمام سابقہ آسمانی کتابوں کے علوم پر اس طرح حاوی اور جامع ہے کہ گویا وہ تمام کتب سماویہ کا نچوڑ وخلاصہ ہے اور کل قرآن کا خلاصہ سورۂ فاتحہ

میں ہے یعنی جتنے مضامین قرآن کریم میں تفصیل اور تشریح کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں ان سب کا خلاصہ سورۂ فاتحہ میں موجود ہے اور سورۂ فاتحہ کا خلاصہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں موجود ہے اور اس سے بھی زیادہ کمال اعجازیہ ہے کہ پوری بِسْمِ اللّٰهِ کا خلاصہ بِسْمِ اللّٰهِ کے ابتدائی حرف یعنی ''ب'' میں موجود ہے اور وہ اس طرح کہ مفسرین کے ایک قول کے مطابق اس ''با'' کے معنی ہیں ملانا، قریب کرنا اور غور کیا جائے تو تمام قرآن کریم کا منشا اور غرض وغایت ایک ہی ہے اور وہ بھٹکے ہوئے اور گمراہ انسانوں کو اللہ سے ملانا اور انسانوں کو خدا سے قریب کرنا اور یہی حرف ''ب'' کے معنی ہیں یعنی ملانا۔

اللہ رحمٰن اور رحیم

اللہ اس ذات واجب الوجود کا نام ہے جو یکتا اور بے مثال ہے اور تمام صفات کمال کا جامع ہے اور ہر قسم کے عیب ونقص سے پاک ومنزہ ہے اور جو سب کا خالق اور رازق ہے، یہ نام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سب سے بڑا اور سب سے جامع نام ہے یہ نام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کا نہیں ہو سکتا حضرات صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ نے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بھی لفظ اللہ کو اسم اعظم قرار دیا ہے۔

رحمٰن: یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کا مرتبہ اسم اللہ کے بعد تمام اسمائے حسنیٰ میں بلند معلوم ہوتا ہے اور یہ لفظ رحمٰن بھی اللہ جل شانہٗ کی ذات عالی کے ساتھ مخصوص ہے کسی مخلوق کو رحمٰن کہنا جائز نہیں۔ اگر عبدالرحمٰن جیسا مبارک نام رکھا جائے تو ہمیشہ پورا نام لیا جائے یعنی عبدالرحمٰن اور کبھی کسی حال میں تخفیف سے کام لے کر صرف رحمٰن کہہ کر نہ پکارا جائے اسی طرح رحمٰن اینڈ کو یا رحمٰن برادرز یا رحمٰن اینڈ سنز لکھنا، کہنا، سننا سب گناہ ہے۔

لفظ رحمٰن جو رحمت سے بنا ہے اور مبالغہ کا صیغہ ہے اس کے معنی ہوئے ایسی رحمت کرنیوالا کہ کوئی اس جیسی رحمت نہ کر سکے بعض علماء نے صفت رحمٰن کا تعلق دُنیا اور اس کی ہر شے اور سب یعنی مؤمن وکافر ہر کسی کے ساتھ رحمت کا معاملہ ہونا اور صفت رحیم کا (جس کا ذکر آگے آتا ہے) تعلق آخرت سے ہونا بیان کیا ہے تو یہاں ''بسم اللہ'' میں اسم رحمٰن کا ذکر فرما کر یاد دلایا گیا کہ رحمٰن ہی وہ شفیق ومہربان ذات ہے کہ جو ہمارے تمام کاموں کی تکمیل میں اپنی رحمت سے مدد فرمانے والی ہے اور جس کی رحمت ہی سے ہمارا کام یا عمل خاطر خواہ طریقہ سے انجام پا سکتا ہے۔

رحیم: یہ لفظ بھی لفظ رحمٰن کی طرح رحمت سے بنا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام ہے اور اس کے معنی بھی صاحب رحمت اور مہربان کے ہیں مگر لفظ رحمٰن اور رحیم میں ایک خاص فرق ہے کہ لفظ رحمٰن صرف اللہ تعالیٰ کیلئے بولا جا سکتا ہے اور لفظ رحیم انسان کیلئے بھی بولا جا سکتا ہے چنانچہ خود قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا گیا بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

رحمٰن کے بعد رحیم لانے کی حکمت

کسی عمل کی تکمیل یا کسی کام کی غرض وغایت اس کا صحیح نتیجہ اور ثمرہ میسر ہونے میں ہے جیسے کہ مکان کی تعمیر کہ اس کی غرض وغایت جبھی پوری ہوتی ہے کہ جب تکمیل کے بعد اس میں سکونت اور رہائش بھی نصیب ہو ورنہ شداد کی جنت کی طرح اگر تکمیل کے بعد داخلہ اور قدم رکھنا میسر نہ آئے تو وہ کام اب بھی ناتمام اور نامکمل ہے اس لئے صحیح نتائج اور اچھے ثمرات کے حصول کیلئے اللہ کی صفت رحیمی کا دروازہ کھٹکھٹانا بھی ضروری ہے تا کہ عمل اپنے مقصد اور منشاء کے لحاظ سے پورا اور مکمل ہو جائے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ پڑھنے کا مطلب:

تلاوت کرنے والا تلاوت کے آغاز میں یا کسی اور نیک کام کی ابتداء میں جب بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھتا ہے تو گویا وہ اس حقیقت کا اظہار کر رہا ہے کہ اے ربّ قدوس جس کام کا میں آغاز کر رہا ہوں اس کے ابتدائی اسباب اور سامان کا خالق بھی تو ہی ہے اور اسباب و سامان کو استعمال کرنے کی توفیق دینے والا بھی تو ہی ہے اور میرے اس کام پر اجر وثواب اور اچھے اور صحیح نتائج کا پیدا کرنا بھی تیرے ہی اختیار میں ہے، پس میرا یہ کام اللہ کی مدد اور رحمٰن کی توفیق واستعانت اور رحیم کی مشفقانہ شفقت ہی کے بھروسہ پر ممکن ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ کا احترام:

سورۂ نمل پارہ ۱۹ میں جو اِنَّهٗ مِنۡ سُلَيۡمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ آیا ہے وہ سورۃ کا جزو ہے اس لئے بسم اللہ کا احترام قرآن کریم کی آیت ہی کی طرح واجب ہے اس کا بے وضو لکھنا، چھونا اور ہاتھ لگانا جائز نہیں اور جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں اس کو بطور تلاوت پڑھنا بھی جائز نہیں ہاں کسی کام کے شروع میں جیسے کھانے پینے سے پہلے بطور دُعاء پڑھنا یہ ہر حال میں جائز ہے۔

جب قرآن شریف کی تلاوت کی جائے اس وقت اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ اور بِسۡمِ اللّٰهِ دونوں پڑھنا مشروع ہیں درمیان تلاوت میں جب ایک سورۃ ختم ہو کر دوسری سورۃ شروع ہو تو صرف بسم اللہ پڑھی جائے، سوائے دسویں پارہ کی سورۃ براءت جس کو سورۂ توبہ بھی کہتے ہیں وہاں بِسۡمِ اللّٰهِ نہ لکھی ہوئی ہے نہ پڑھنی چاہئے البتہ اگر سورہ براءت (سورۂ توبہ) ہی سے تلاوتِ قرآن کا آغاز ہو تو عام طریقہ کے موافق اس سورۂ براءت کے شروع میں بھی اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ اور بِسۡمِ اللّٰهِ پڑھنی چاہئے۔

حاجت براری کا عمل

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کو بارہ ہزار مرتبہ اس طرح پڑھے کہ جب ایک ہزار مرتبہ ہو جائے تو دو رکعت نماز پڑھ کر اپنی حاجت کے لئے دُعاء کرے پھر پڑھنا شروع کرے ایک ہزار کے بعد پھر اسی طرح دو رکعت پڑھے اور دُعاء مانگے غرض اسی طرح بارہ ہزار بار ختم کرے ان شاء اللہ اس کی حاجت پوری ہوگی۔ (تفسیر عزیزی، اعمال قرآنی)

دُعا کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کی اہمیت وعظمت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یا اللہ! ہمارا ہر کام آپ کی توفیق سے شروع ہوتا ہے اور آپ کی توفیق سے انجام کو پہنچتا ہے،

آپ ہمارے ہر کام میں برکت ڈال دیں اور ہر برائی سے ہمیں محفوظ رکھیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

اٰیاتُھَا ۷	(۱) سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۵)	رُکُوْعُھَا ۱
	سورۃ فاتحہ مکی ہے	

سُوْرَۃٌ: اصول یہی ہے کہ کتاب کو قارئین کی آسانی کیلئے مختلف ابواب میں تقسیم کر دیا جاتا ہے، چنانچہ قرآن کریم کو بھی مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ہر حصہ کو سورۃ کہتے ہیں۔ سورۃ کا معنی "بلندی" بھی ہے۔ قرآنی سورتوں کی دو قسمیں ہیں مکی اور مدنی، مکی وہ ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں اور ہجرت کے بعد جو نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں۔ اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۷ آیات۔ ۲۵ کلمات اور ۱۲۶ حروف ہیں۔

سورۃ کے نام:

اس سورۃ کا مشہور نام سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃ ہے فاتحہ کے معنی ہیں ابتدا کرنیوالی، شروع یا آغاز کرنیوالی اس سورۃ کے ۲۵ نام ذکر کئے ہیں۔

۱-فاتحۃ الکتاب ۲-فاتحۃ القرآن

۳- اُمُّ الکتاب ۴- اُمُّ القرآن

۵- القرآنُ العظیم ۶-السبع المثانی

۷-الوافیہ ۸-الکنز ۹-کافیۃ ۱۰- الاساس

خصوصیات وفضائل:

پہلی خصوصیت یہ ہے کہ نماز اسی سے شروع کی جاتی ہے، اور ہر نماز میں خواہ وہ فرض ہو، واجب یا نفل اس سورۃ کی تلاوت کو واجب قرار دیا گیا ہے دوسری خصوصیت یہ ہے کہ قرآن کریم کی سب سے پہلی سورۃ جو مکمل طور پر نازل ہوئی یہی سورۃ ہے۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ سورۃ ایک حیثیت سے پورے قرآن شریف کا متن ہے اور سارا قرآن کریم اس کی شرح ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ سورۃ فاتحہ کی نظیر نہ توراۃ میں نازل ہوئی، نہ انجیل و زبور میں اور نہ خود قرآن کریم میں کوئی دوسری سورۃ اس کی مثل ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کریم کی سب سورتوں میں عظیم ترین سورۃ فاتحہ ہے۔

شانِ نزول

حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں جنگل میں جاتا تھا ایک آواز میرے کان میں آتی تھی کہ کوئی شخص کہتا ہے یا مُحَمَّدُ اور میں دیکھتا تھا کہ ایک تخت سنہرہ آسمان و زمین میں معلق ہے اور اس پر ایک شخص نورانی بیٹھا ہوا ہے میں اس آواز سے خوف زدہ ہوتا تھا جب یہ ماجرا کئی بار دیکھا تو ورقہ بن نوفل نے جو کہ حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی تھے اور توریت و انجیل کے بڑے عالم تھے اس حال کو بیان کیا انہوں نے کہا کہ آئندہ جب آپ وہ آواز سنیں تو خوف نہ کریں اور کان لگا کر سنیں کہ وہ کیا کہتا ہے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہی آواز آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا لبیک یعنی میں حاضر ہوں تب اُس نے کہا میں جبرئیل ہوں اور آپ اس امت کے نبی ہیں پھر مجھ سے کہا کہ کہو اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اور پھر دوسری بار کہا کہ کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پوری سورۃ تک۔

اگرچہ اس سورۃ سے قرآن کریم کا آغاز ہوتا ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ قرآن کی سورتوں اور آیتوں میں یہ سورۃ نازل بھی سب سے پہلے ہوئی ہے بلکہ سب سے پہلے جن آیتوں سے نزول وحی کا آغاز ہوا وہ تیسویں پارہ سُوْرَۃُ الْعَلَقِ کی ابتدائی

پانچ آیات ہیں قرآن کریم کی ترتیب تلاوت اور ہے اور اُس کی ترتیب نزول اور ہے آیاتِ قرآنیہ کا نزول تو وقت وحالات کے مطابق تھا اور جمع وتلاوت کی ترتیب لوح محفوظ کے مطابق ہے۔

خلاصہ مضامین

یہ سورۃ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی تعلیم کیلئے نازل فرمائی کہ حق تعالیٰ سے اس طرح دُعاء کیا کریں۔ صحیح مسلم میں ایک حدیث قدسی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میں نے صلوٰۃ (یعنی سورہٗ فاتحہ) کو اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا (یعنی حمد وثنا میرے لئے اور دُعاء و درخواست بندہ کیلئے) جب بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری حمد بیان کی اور جب وہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ نے میری خصوصی تعریف کی اور جب بندہ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری بزرگی بیان کی اور جب بندہ کہتا ہے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے بندہ کے درمیان ہے اور میرے بندہ کے واسطے وہ سب کچھ ہے جو اس نے طلب کیا اور جب بندہ کہتا ہے

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ، صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لئے ہے اور جو کچھ اس نے مانگا اسے ملے گا۔

نماز میں فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ

اس سورۃ کا نماز میں پڑھا جانا تو ضروری ہے مگر ہر نمازی کیلئے نہیں بلکہ جو امام ہو یا منفرد ہو یعنی اپنی تنہا نماز پڑھتا ہو اس کے لئے نماز میں فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے اور مقتدی کیلئے امام کے پیچھے سننا اور خاموش رہنا فرض ولازم ہے مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ پڑھنا جائز نہیں، اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

"یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو نہایت غور اور توجہ کے ساتھ امام کی قراءت کی طرف کان لگا کر سنو اور بالکل خاموش رہو، امید ہے کہ اگر تم نے امام کی قرأت کو سنا اور خاموش کھڑے رہے اور امام کے ساتھ قرآن میں کوئی جھگڑا نہ کیا تو تم پر رحم کیا جائے گا یعنی مقتدیوں سے رحمت الٰہی کا وعدہ سننے اور چپ رہنے کے ساتھ مشروط ہے ورنہ پھر یہ وعدہ نہیں اور یہ آیت بالاجماع قراءت خلف الامام کے بارہ میں نازل ہوئی جیسا کہ امام بیہقیؒ اور زرقانی نے اس کی تصریح کی ہے اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں ہے کہ اِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا۔ جب امام پڑھے تو خاموش رہو اور جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ: لَا صَلَاةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَاب کہ بغیر فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی سو امام احمد بن حنبلؒ اور سفیان بن عیینہؒ سے ترمذی اور ابوداؤد میں ہے کہ یہ حکم امام اور منفرد کا ہے۔ احادیث دو قسم کی ہیں ایک وہ قسم ہے کہ جس میں امام اور منفرد کے احکام وارد ہوئے ہیں ان میں یہ آیا ہے کہ نماز میں فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے اور دوسری قسم احادیث کی وہ ہے کہ جس میں مقتدی کے احکام آئے ہیں ان تمام احادیث میں صرف یہی حکم آیا ہے کہ اِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا کہ جب امام پڑھے تو خاموش رہو۔ امام کے احکام الگ ہیں اور مقتدی کے احکام الگ اپنی اپنی جگہ دونوں ٹھیک ہیں امام پڑھے اور مقتدی خاموش رہے دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم کے معانی ومطالب صحیح سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ! اپنی مقدس کتاب سمجھنے کیلئے ہمارے سینے کھول دے۔ اس کے بیان کے لئے ہماری زبانوں کی گرہ کھول دیں آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝

اَلْحَمْدُ	لِلّٰہِ	رَبِّ	الْعٰلَمِیْنَ	الرَّحْمٰنِ	الرَّحِیْمِ	مٰلِکِ	یَوْمِ	الدِّیْنِ
تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	رب	تمام جہان	جو بہت مہربان	رحم کرنیوالا	مالک	دن	بدلہ

سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں جو مالک ہیں روز جزا کے

آغازِ دُعاء اور اسکے آداب:

اَلْحَمْدُ: اس کا معنی ہے ثناء کرنا، تعریف کرنا، اللہ تعالیٰ کی فضیلت اور تعریف کو حمد کہتے ہیں۔ مدح کا معنی ہے کسی کی صفات پر اس کی تعریف کرنا، خواہ اس کو وہ صفات اختیاری ہوں یا غیر اختیاری۔ جیسے زید کی تعریف کی جائے اس کی سخاوت پر اور اس کے حُسنِ صورت پر۔ سخاوت اس کا اختیاری فعل ہے اور حسن غیر اختیاری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے شکر کا معنی ہے کسی کے احسان کی وجہ سے اس کی تعریف کرنا۔ لہٰذا حمد مدح کے مقابلہ میں خاص ہے کیونکہ حمد صرف صفاتِ اختیاریہ پر ہوتی ہے غیر اختیاریہ پر نہیں اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات و کمالات اختیاری ہیں حمد شکر کے مقابلہ میں عام ہے کیونکہ خواہ احسان ہو یا نہ ہو پھر بھی حمد ہوتی ہے چنانچہ ہر شکر حمد ہے مگر ہر حمد شکر نہیں اور ہر حمد مدح ہے مگر ہر مدح حمد نہیں ہے۔

بندہ کی طرف سے نیاز مندانہ درخواست پیش کرنے کا جو کامل اور مکمل طریقہ تعلیم فرمایا گیا اس کی تفصیلات سنیے

پہلے ارشاد فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ساری تعریفیں اور تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں یعنی ہر قسم کی تعریف و ثنا ابتداء سے انتہاء تک، ازل سے ابد تک جہاں کہیں، جب کبھی اور جس طور پر ہو یا ہوسکتی ہو حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہے اور ہر حمد و ثناء کی مستحق اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے ہر خوبی بدرجہ کمال اس کے اندر موجود ہے اس جیسا علم، اس جیسی قدرت کسی کو نہیں وہی ہر حمد و ستائش کا مستحق ہے، خواہ وہ ستائش زبان سے ہو یا دِل سے ہو یا دماغ سے ہو یا عبادتِ جسمانی سے ہو یا اعضاء و جوارح اور ارکان سے ہو بہر حال اُسی کو ہر حمد زیبا ہے۔

آگے اس بات کی دلیل میں کہ وہی ایک ذات رب قدوس قابل حمد کیوں ہے۔

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ فرمایا، یعنی وہ تمام جہانوں کے مُربی ہیں، رَبّ کے معنی لغت کے اعتبار سے تربیت و پرورش کرنے والے کے ہیں اور تربیت اس کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کو درجہ بدرجہ تمام مصلحتوں کی رعایت کے ساتھ آگے بڑھایا جائے یہاں تک کہ وہ اپنے کمال کی حد کو پہنچ جائے، لفظ رب اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک مشہور اور نہایت اہم نام ہے اور لفظ اللہ اور رحمٰن کی طرح صرف ربِّ قدوس کی ذات کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ عالمین جمع ہے عالم کی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شئی کو عالم کہتے ہیں جس میں دُنیا کی تمام جنس مثلاً انسان، فرشتے، جنات، حیوانات، جمادات، نباتات، چاند، سورج، ستارے سب شامل ہیں۔ اس طرح رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کی تمام جنسوں کی تربیت کرنے والے ہیں۔ قرآن کریم میں عالمین کا مفرد لفظ عالم کہیں استعمال نہیں ہوا۔

آگے دوسری آیت میں فرمایا الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "رَحْمٰن"

اور "رَحِیْم" یہ دونوں لفظ حق تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں جن میں صفت رحمت کا ذکر کیا گیا اور یہ دونوں صیغے مبالغہ کے ہیں جن میں رحمت الٰہی کی وسعت و کثرت کا بیان ہے۔ علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ اگرچہ رحمٰن ورحیم دونوں رحمت سے بنے ہیں مگر معنی اور مفہوم کے لحاظ سے الگ الگ اور جدا ہیں۔ رحمٰن میں شان کرم ورحم کا عموم ہے اس لئے رحمٰن کی رحمت کا محل کافر بھی ہے، مؤمن بھی، نیک بھی ہے بد بھی، صالح بھی فاسق بھی، اچھا بھی بُرا بھی، اسی لئے اس کی رحمت کا ظہور اسی دُنیا میں ہو رہا ہے کہ رحمٰن سب کو رزق دے رہا ہے سب کو راحت کے سامان عطا فرمائے۔ نفع رسانی کے دروازے سب کے سب کھولے ہوئے ہیں اس کی ہوا، بارش، گرمی سردی، زمین وآسمان، چاند، سورج، دریا وسمندر، نباتات، جمادات حیوانات سے بلا تمیز ہر شخص فائدہ حاصل کرتا ہے اس طرح دارِ دنیا مؤمن، کافر سب کیلئے باعثِ رحمت ہے، کافر کیلئے دُنیا اس لئے بھی رحمت ہے کہ وہ اپنے کفر سے اس دنیا میں توبہ کر سکتا ہے اور اگر توبہ نہ بھی کرے تو فی الحال عذابِ جہنم سے بچا رہنا ہی بڑی رحمت ہے۔

آگے تیسری آیت میں فرمایا گیا مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ جو مالک ہیں روز جزا کے، یہاں دین کے معنیٰ جزا اور بدلہ کے ہیں، یعنی ایک دن اور زمانہ مقرر ہے جس میں اچھے بُرے بدعمل و نیکوکار، ظالم ومظلوم، سب کو ان کے دُنیا میں کئے ہوئے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور اس دن یعنی یوم جزا میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہو گی اب یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت تمام کائنات پر آج بھی ہے تو روز جزا میں ملکیت کی خصوصیت جو آیت مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں فرمائی گئی کیا ہے؟ علماء مفسرین نے اس کا جواب لکھا ہے کہ دُنیا میں بھی اگرچہ حقیقی اور مکمل ملکیت تمام کائنات پر صرف ربِ قدوس پروردگار عالم ہی کی ہے لیکن اُس نے اپنے کرم اور حکمتِ بالغہ سے ایک قسم کی ناقص ملکیت انسان کو بھی دُنیا میں عطا فرمادی ہے۔

سورۂ فاتحہ کی ان تین ابتدائی آیات یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ کہہ کر بندہ اپنی عرضی و درخواست جواحکم الحاکمین کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے تو گویا وہ اپنی عرضی اور درخواست ربّ قدوس اور آقائے حقیقی کے شاہانہ القاب وآداب سے شروع کرتا ہے۔

دُعاء کیجئے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

یا اللہ! ہم آپ کے بندے ہیں ہم آپ کی حمد وثناء بیان کرتے ہیں ہماری اس حمد وثناء کو قبول فرمایئے،

اے اللہ اس دُنیا میں آنے سے پہلے بھی اور آنے کے بعد بھی آپ نے ہم پر احسان وانعام فرمائے،

اے اللہ! اپنے کرم اور انعامات واحسانات کو ہمارے اس دنیا سے کوچ کرنے کے بعد عالم قبر اور عالم برزخ میں بھی ہمارے شاملِ حال رکھیئے گا اور پھر عالم آخرت میں بھی اپنے خصوصی کرم ورحم سے ہم سب کو نوازیئے گا۔ اور اپنی رضا کے مقام یعنی جنت میں ہم سب کا دائمی ٹھکانہ بنایئے گا۔ آمین یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ وَیَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝

اِيَّاكَ	نَعْبُدُ	وَ	اِيَّاكَ	نَسْتَعِيْنُ	اِهْدِنَا	الصِّرَاطَ	الْمُسْتَقِيْمَ
صرف تیری ہی	عبادت کرتے ہیں	اور	صرف تجھ ہی سے	ہم مدد چاہتے ہیں	ہمیں ہدایت دے	راستہ	سیدھا
ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے اعانت کی درخواست کرتے ہیں بتا دیجئے ہم کو راستہ سیدھا							

بندہ کی عاجزی کا اظہار

اِيَّاكَ نَعْبُدُ: نَعْبُدُ فعل ہے، اس میں نَحْنُ ضمیر پوشیدہ ہے جو فاعل ہے۔ اِيَّاكَ، مفعول ہے اگرچہ فعل مفعول پر مقدم ہوتا ہے مگر یہاں تخصیص کا مفہوم حاصل کرنے کی غرض سے مفعول کو مقدم کیا گیا ہے جب کہا جائے نَعْبُدُكَ تو معنی ہوگا ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور جب کہا جائے اِيَّاكَ نَعْبُدُكَ تو معنی ہے ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اِيَّاكَ: اِيَّا اور كَ ضمیر مفعول سے مرکب ہے۔ اِيَّا کا کلمہ فقط تلفظ کے لئے ساتھ لگایا گیا ہے اس اِيَّاكَ کو دوبارہ لانے سے مقصود ان دو جملوں کے مفہوم کی اہمیت کو ذہن نشین کرانا ہے۔

اس آیت میں دو جملے ہیں پہلا جملہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ جس میں بندگی اور عبادت کو خاص ذات باری کے ساتھ مخصوص اور محدود کردیا گیا ہے گویا کہ بندگانِ خدا اللہ تعالیٰ کے دربار میں عرض کر رہے ہیں کہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہیں کرتے۔

کسی کی نہایت درجہ تعظیم کیلئے دل و جان سے انتہائی اور غایت درجہ کی عاجزی اپنے ارادہ سے اختیار کرنے کا نام عبادت ہے اور دین کی اصطلاح میں جناب شارع ﷺ کی فرمانبرداری کا نام عبادت ہے، قولاً اور عملاً، اوامر میں بھی نواہی میں بھی، اگر کوئی کام شریعتِ مطہرہ کے حکم کے بغیر کیا جائے اگرچہ وہ عبادت ہی کی شکل کا ہو تو وہ عبادت نہیں بلکہ گناہ ہے، دیکھئے نماز عبادات میں اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے مگر اوقاتِ مکروہ میں یا غصب کی ہوئی زمین میں اس کا پڑھنا گناہ ہے۔

بارگاہِ خداوندی میں بندہ کی طرف سے اپنی عبدیت اور غلامی کے تعارف کے سلسلہ میں دوسرا جملہ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہے یہاں بھی اِيَّاكَ سے حق تعالیٰ کی ذاتِ گرامی مراد ہے تو ترجمہ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا یہ ہوا کہ ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور تیرے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتے۔ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہہ کر گویا بندہ اللہ کے حضور میں یہ اظہار کرتا ہے کہ ہماری حیثیت ایک عاجز اور درماندہ غلام کی سی ہے جس کا سب کچھ آقا ہی کے لئے ہے اور جس کا سر اطاعت ہر وقت آقا کیلئے جھکا ہوا ہے اور اطاعت و بندگی کا یہ کل سرمایہ بھی ہماری قوت اور کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ بھی آقا ہی کی دی ہوئی توفیق اور مدد کا صدقہ ہے الغرض جب بندہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ کہہ کر اپنے مالک، خالق، رازق اور مربی کو خطاب کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر کہتا ہے کہ اے خدا ہم تیری ذات و صفات کا اقرار کر چکے اسلئے ہم تیری ہی عبادت، پرستش اور بندگی کرتے ہیں ہمارے ظاہری اعضاء باطنی قویٰ اور جان و مال سے جو پرستش ہوسکتی ہے وہ تیرے ہی لئے مخصوص ہے اس میں کوئی شریک نہیں ہم تجھ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی تسبیح و تقدیس تحمید و تمجید کرتے ہیں، تیرے ہی احکام کی تعمیل کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے جانی و مالی قربانی اور زکوٰۃ و خیرات و صدقات دیتے ہیں جو اس تمام عبادت و بندگی کا سرچشمہ ہیں اور تیری ہی اعانت کے طالب ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے پورے دین اور کامل اطاعت کا حاصل یہی دو چیزیں ہیں جو کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں بیان کی گئی ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا مقامِ خوف:

شیخ سفیان ثوری رحمہ اللہ جو ایک مشہور بزرگ اور ولی اللہ گزرے

ہیں ایک روز مغرب کی نماز کی امامت کر رہے تھے جس وقت کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ زبان سے نکلا تو بے ہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے پوچھا کہ اے شیخ کیا ہوا تھا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جس وقت اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں نے کہا خوف میرے دل پر غالب ہوا کہ کہیں میں اپنے اس کہنے میں جھوٹا نہ قرار دیا جاؤں۔ اسی واسطے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ہر شخص کو اپنے دل میں نادم اور شرمندہ ہونا چاہئے کہ وہ ہر مرتبہ نماز میں اپنے پروردگار کے روبرو کھڑا ہو کر اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہہ کر جھوٹ تو نہیں بول رہا۔ (تفسیر فتح العزیز)

غیر اللہ سے مدد مانگنے کی ممنوع صورتیں

وہ مخصوص استعانت وامداد جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور غیر اللہ کے لئے شرک ہے کون سی ہے اس کی دو قسمیں ہیں، ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی فرشتے یا پیغمبر یا ولی یا کسی اور انسان کو خدا تعالیٰ کی طرح قادر مطلق اور مختار مطلق سمجھ کر اس سے اپنی حاجت مانگے، یہ تو ایسا کھلا ہوا کفر ہے کہ عام مشرکین بت پرست بھی اس کو کفر سمجھتے ہیں، اپنے بتوں، دیوتاؤں کو بالکل خدا تعالیٰ کی مثل قادر مطلق اور مختار مطلق یہ کفار بھی نہیں کہتے۔

دوسری قسم وہ ہے جس کو کفار اختیار کرتے ہیں اور قرآن اور اسلام اس کو باطل و شرک قرار دیتا ہے، اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں یہی مراد ہے کہ ایسی استعانت وامداد ہم اللہ کے سوا کسی سے نہیں چاہتے وہ یہ ہے کہ اللہ کی کسی مخلوق فرشتے یا پیغمبر یا ولی یا کسی دیوتا کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ اگرچہ قادر مطلق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کامل اختیارات اسی کے ہیں، لیکن اس نے اپنی قدرت واختیار کا کچھ حصہ فلاں شخص کو سونپ دیا ہے اور اس دائرے میں وہ خود مختار ہے یہی وہ استعانت واستمداد ہے جو مؤمن وکافر میں فرق اور اسلام وکفر میں امتیاز کرتی ہے، قرآن شریف اس کو شرک وحرام قرار دیتا ہے، بت پرست مشرکین اس کے قائل اور اس پر عامل ہیں۔

ہدایت کے معنی اور درجات:...... ہدایت کے معنی ہیں کسی شخص کو منزلِ مقصود کی طرف مہربانی اور خیر خواہی کے ساتھ رہنمائی کرنا ہدایت کے مختلف درجات اور مختلف قسمیں ہیں: پہلی قسم ہدایت عامہ یا الہامی ہدایت ہے یعنی کوئی بات یا امر بطور القا کے دل میں ڈال دی جائے یا اس کی فطرت میں داخل کر دی جائے، ہدایت خداوندی کا یہ درجہ اور قسم تمام مخلوقات کو شامل ہے۔ دوسری قسم یا دوسرا درجہ ہدایت کا مخصوص ہے انسان اور جنات کے ساتھ جن کو جوہر عقل عطا فرمایا گیا ہے اور یہ ہدایت انبیاء، اولیاء، علماء، صلحاء اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ ہر انسان کو پہنچتی ہے۔ تیسری قسم یا ہدایت کا تیسرا درجہ وہ ہے جو صرف مؤمنین ومتقین کے ساتھ مخصوص ہے یہ ہدایت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلا واسطہ فائض ہوتی ہے اور اسی ہدایت کا دوسرا نام توفیق الٰہی ہے۔

اب صراط مستقیم کو بھی جاننا چاہئے کہ اس سے کیا مراد ہے جس کی ہدایت اور جس پر ثبات واستقامت کی بندہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں دُعاء کرتا ہے۔ صراط کے معنی ہیں راستہ کے مگر علماء نے تصریح کی ہے کہ صراط اُس راستہ کو کہتے ہیں جس میں پانچ خصوصیات ہوں:

۱-وسیع وکشادہ ہو۔ ۲-مستقیم یعنی سیدھا ہو۔

۳-سب سے زیادہ نزدیک وقریبی ہو۔

۴-منزلِ مقصود پر پہنچانے والا ہو۔

۵-منزلِ مقصود کیلئے اس واحد راستہ کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہ ہو۔ مستقیم کے معنی توسط اور اعتدال کے ہیں جو افراط وتفریط کے درمیان ہو۔ یہاں آیت میں صراط مستقیم سے مراد دین حق ہے۔

الغرض اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ وہ جامع اور اہم ترین دُعاء ہے جو بندوں کو تعلیم فرمائی گئی کہ جس دُعاء سے نوعِ انسانی کا کوئی فرد بے نیاز نہیں۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! آپ کی عبادت وبندگی آپ ہی کی توفیق سے ممکن ہے۔ اے اللہ! اپنی ہدایت سے ہم کو نواز دے۔ اپنی کامل عبدیت اور غلامی ہم کو نصیب فرما اور صراط مستقیم پر چلنا اور اس پر ہمیشہ قائم رہنا مقدر فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

صِرَاطَ	الَّذِيْنَ	اَنْعَمْتَ	عَلَيْهِمْ	غَيْرِ	الْمَغْضُوْبِ	عَلَيْهِمْ	وَلَا	الضَّآلِّيْنَ
راستہ	اُن لوگوں کا	تو نے انعام کیا	اُن پر	نہ	غضب کیا گیا	ان پر	اور نہ	جو گمراہ ہوئے

راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ اُن لوگوں کا جو گمراہ ہوگئے

اَلَّذِيْنَ: یہ اسم موصول ہے جمع کیلئے آتا ہے اس کا معنی ہے جو لوگ، وہ جو، اسم موصول ہمیشہ اپنے بعد والے جملہ سے مل کر اپنے پچھلے جملہ کا حصہ بنتا ہے۔ اَنْعَمْتَ: تو نے انعام کیا، یہ لفظ انعام سے بنا ہے اور انعام کا معنی ہے وہ کیفیت جسے انسان لذیذ پاتا ہے پھر اس کا استعمال ان چیزوں میں ہونے لگا جو لذت کا سبب بنتی ہیں۔

سیدھے راستہ کی نشانی اور انعام یافتہ لوگ:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ میں جب بندہ نے صراطِ مستقیم پر چلنے اور قائم رہنے کی دُعاء کی تو اب آگے اس صراطِ مستقیم کی نشانی اور پہچان بتلائی گئی تاکہ صراطِ مستقیم کا تعین ہوسکے محض انسانی عقل سے صراطِ مستقیم کا پتہ چلانا مشکل بلکہ ناممکن ہے اس لئے حق تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے صراطِ مستقیم کی علامت اور نشانی بتلا کر معین کر دیا کہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ یعنی اُن لوگوں کا جن پر آپ نے انعام کیا ہے۔

اب یہاں آیت میں اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ سے کون لوگ اور کون سے انعامات مراد ہیں، کیونکہ ویسے تو اللہ تعالیٰ کے بے شمار اور ان گنت انعامات تمام انسانوں پر ہیں، خواہ مؤمن ہوں یا کافر، مطیع ہوں یا نافرمان۔ حتیٰ کہ اللہ کے باغی اور سرکش بھی دُنیاوی نعمتوں سے محروم نہیں، پھر نعمتیں کچھ دُنیاوی ہیں کچھ اُخروی، کچھ جسمانی ہیں کچھ رُوحانی، کچھ ظاہری ہیں کچھ باطنی تو اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ میں یہاں وہ نعمتیں مراد ہیں جن کا نتیجہ آخرت میں ظاہر ہوگا جیسے ایمان عمل صالح، توفیق الٰہی، تائید غیبی، نصرت خداوندی، تقویٰ و پرہیزگاری وغیرہ وغیرہ اور جن پر اللہ کے انعامات ہوئے اور ان نعمتوں سے سرفراز فرمائے گئے ان کی نشان دہی خود قرآن کریم میں پانچویں پارہ سورۂ نساء میں فرمائی گئی جہاں ارشاد ہے: اَلَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ یعنی وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا، انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں،

قرآن کریم کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہی مذکورہ بالا چار گروہ "اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ" کے مصداق ہیں، یا یوں کہیے کہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے یہ چار درجات ہیں جن میں سب سے اعلیٰ اور افضل انبیاء علیہم السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام بندوں تک پہنچانے کے لئے چن لیا اور جن کے پاس وحی الٰہی آئی اور جن کی تعلیم میں کسی غلطی کا امکان نہیں اور جو ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ اور معصوم ہوئے۔

انبیاء کے بعد دوسرے درجہ پر صدیقین ہیں جو اپنے نبی کی اُمت میں سب سے زیادہ رتبہ کے لوگ ہوتے ہیں، صدیقین کے بعد شہداء ہیں جنہوں نے دین و ایمان کی محبت میں اپنی جان تک قربان کر دی اُن کے بعد صالحین ہیں جو احکامِ خداوندی کی ہر ممکن طریقہ سے پیروی کرتے ہیں اور جو اپنے نبی کی شریعت کے پورے متبع ہوتے ہیں تو اس مذکورہ بالا آیات سے صراطِ مستقیم کو اس طرح متعین کیا گیا کہ ان چار طبقوں کے حضرات جس راستہ پر چلے وہی صراطِ مستقیم ہے۔

اللہ کے غضب میں آنے والے:

صراطِ مستقیم کے مزید تعین کیلئے یہ بھی ضروری تھا کہ ان لوگوں کی بھی نشاندہی کر دی جائے جو صراطِ مستقیم سے ہٹ کر نامقبول، ناپسندیدہ اور باغیوں اور سرکشوں کے گروہ میں شامل ہوگئے تو فرمایا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

مَغْضُوْب: غضب سے ہے یعنی وہ لوگ جو اللہ کے غضب کا شکار ہوئے جن پر اللہ تعالیٰ کا غصہ اور عذاب نازل ہوا، جنہوں نے اللہ کے احکام کی نافرمانی کی اس کے نبیوں کو جھٹلایا اور حق کو مٹانے کی کوشش کی اور جو اپنے اعمال و افعال کی وجہ سے اللہ کے غضب اور غصہ کا نشانہ بنے۔

ضَآلِّيْنَ جس کے معنی گمراہ کے ہیں اور اس سے مراد ایسے لوگ

ہیں جو غلط راہ پر پڑ گئے، عام طور سے مفسرین نے لکھا ہے اور قرآن کی دوسری آیات واحادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ سے مراد یہود ہیں اور وَلَا الضَّآلِّيْنَ سے مراد نصاریٰ ہیں مگر محققین علماء نے لکھا ہے کہ آیت غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ میں مراد یہود ونصاریٰ تک محدود کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ مَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو دین کے احکام کو جاننے پہچاننے کے باوجود شرارت اور نفسانی اغراض کیوجہ سے ان کی خلاف ورزی کرتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں احکامِ الٰہیہ کی تعمیل میں کوتاہی یعنی تفریط کرتے ہیں، جیسے عام طور پر یہود کا حال تھا کہ دُنیا کے ذلیل مفاد کی خاطر دین کو قربان کرتے اور انبیاء کی توہین کرتے۔ ضَآلِّيْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ناواقفیت اور جہالت کے سبب دین کے معاملہ میں غلط راستہ پر پڑ گئے اور دین کی مقررہ حدود سے نکل کر افراط اور غلو میں مبتلا ہو گئے جیسے نصاریٰ کہ نبی کی تعظیم میں اتنے بڑھے کہ خدائی درجہ تک پہنچا دیا، الغرض غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ میں بندہ اپنے خدا سے درخواست کرتا ہے کہ اے اللہ! ہم وہ راستہ نہیں چاہتے جو اغراض نفسانی کے تابع بدعمل اور دین میں افراط کرنیوالوں کا ہے اور نہ وہ راستہ چاہتے ہیں جو جاہل گمراہ اور دین میں غلو کرنے والوں کا ہے۔

سورۃ فاتحہ کا خلاصہ

سورۃ فاتحہ اپنے مفہوم اور انداز بیان کے اعتبار سے بارگاہِ الٰہی میں بندہ کی ایک درخواست ہے، جس میں پہلے بندہ اپنے آقا کے القاب وآداب یعنی حمد وثناء بیان کرتا ہے پھر اس کے بعد اپنا نیازمندانہ بندگی اور عبدیت کا تعارف پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد اپنا دلی مقصد اور مدعا عرض کرتا ہے اس کے بعد اطاعت شعار اور خاصانِ خدا کے ساتھ اپنی دوستی اور محبت کا اظہار کر کے ان کے ساتھ اپنی وابستگی اور نامقبول وناپسندیدہ لوگوں کے ساتھ اپنی بیزاری اور ان سے علیحدگی کا اعلان کرتا ہے۔

آمین کہنا: اس سورۃ کے ختم پر آمین کہنا مسنون ہے، آمین کے معنی ہیں "اے اللہ ایسا ہی کر، اے اللہ تو قبول فرما" پس سورۃ فاتحہ کے خاتمہ پر آمین کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ جو ہم نے تجھ سے مانگا ہے وہی کردے یعنی ہم کو صراط مستقیم کی ہدایت فرما، اور اہلِ انعام کے راستہ پر چلا اور اہل غضب اور اہلِ ضلال کے راستہ سے الگ رکھ، لفظ آمین کے بارہ میں تمام مفسرین اور علمائے محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ لفظ نہ جزو قرآن ہے اور نہ جزو سورۃ فاتحہ ہے اسی لئے قرآن شریف میں اس سورۃ فاتحہ کے بعد آمین لکھی نہیں جاتی بلکہ جس طرح تمام دعاؤں کے بعد آمین کہنا مسنون ہے اور اجابتِ دُعاء کے لحاظ سے ضروری ہے اسی طرح سورۃ فاتحہ کے بعد بھی مسنون ہے اختلاف صرف اس میں ہے کہ نماز میں آمین آہستہ کہنا بہتر ہے یا آواز سے، جمہور صحابہ وتابعین کا یہی مذہب ہے کہ آہستہ کہنا بہتر ہے اور یہی مسلک امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔

ہر حاجت کیلئے اسم اعظم

سورۃ فاتحہ ہر مطلب کیلئے اسم اعظم ہے اور اس کا طریق یہ ہے کہ فجر کی سنت اور نماز فرض کے درمیان اکتالیس مرتبہ چالیس روز تک اس طرح پڑھے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی میم کو اَلْحَمْدُ کے لام کے ساتھ ملائیں (یعنی اس طرح پڑھیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تاختم) جو مطلب ہو حاصل ہوگا، اور اگر شفا مریض کی یا تندرست ہو جانا جادو کئے ہوئے کا منظور ہو پانی پر دم کر کے اس مریض کو پلا دیں (یعنی وہی ۴۱ مرتبہ روزانہ فجر کی سنت وفرض کے درمیان بطریق مذکور بالا پڑھ کر ۴۰ یوم پانی پر دم کر کے پلائیں) اور لکھنا اس سورت کا چینی کی پلیٹ یا پیالہ پر گلاب، مشک اور زعفران سے، اور دھو کر چالیس روز تک پلانا بیماریوں کے لئے مجرب ہے، اور درد سر اور پیٹ کے درد اور دوسرے دردوں کے اوپر پڑھ کر دم کرنا بھی مجرب ہے۔

آخر شب میں ۴۱ بار سورۃ فاتحہ پڑھنے سے بے مشقت روزی ملتی ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ اس سورۃ فاتحہ کے انوار وبرکات سے ہم سب کو نوازیں اور اس سورت کے ذریعہ ہماری درخواست ودُعاؤں کو اپنی بارگاہ میں قبولیت بخشیں، یا اللہ ہمیں اپنے مقبولین یعنی انبیاء صدیقین، شہداء صالحین کے نقش قدم پر چلنا نصیب فرما، اور گمراہ، باغی اور نافرمانوں کے راستہ سے ہم کو بچا کر ان سے علیحدہ رکھنا اور صراط مستقیم کی ہم کو ہدایت نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اٰيَاتُهَا ۲۸۶ (۲) سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ (۸۷) رُكُوْعَاتُهَا ۴۰

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝	الٓمّٓ	ذٰلِكَ	الْكِتٰبُ	لَا رَيْبَ	فِيْهِ	هُدًى	لِّلْمُتَّقِيْنَ
جس میں کوئی شبہ نہیں راہ بتانیوالی ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنیوالوں کو	الف لام میم	یہ	کتاب	نہیں شک	اس میں	ہدایت	پرہیزگاروں کیلئے

ذٰلِكَ: اسم اشارہ ہے، اس سے دور کی ایک چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں یہاں قریب کے لئے استعمال ہوا ہے۔ الْكِتٰبُ: اسم ہے، اس سے مراد قرآن ہے۔ لَا: حرف نفی ہے اور یہاں پوری جنس کی نفی کیلئے ہے۔ رَيْبَ: مصدر ہے اس کا معنی ہے وہ شک جس کی حقیقت بعد میں اس کے خلاف ثابت ہو جائے۔ فِيْهِ: اس میں فِيْ حرف ہے بمعنی میں اور ہٖ ضمیر ہے بمعنی وہ، اس۔ هُدًى: مصدر ہے اس کا معنی ہے لطف و کرم کے ساتھ راہنمائی کرنا۔ لِلْمُتَّقِيْنَ: ڈرنے والوں کیلئے، اس پر لام حرف ہے بمعنی کیلئے اور متقین کا معنی ڈرنے والے، تقویٰ والے، یہ اسم فاعل ہے۔

اس سورۃ کا نام بقرہ رکھنے کی وجہ

بَقَرَةٌ کے معنی گائے یا بیل کے ہیں، چونکہ اس سورۃ کے آٹھویں رکوع میں بنی اسرائیل کے زمانہ کے ایک واقعہ کا مفصل ذکر ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا اس لئے بطور علامت سورۃ کا نام بقرہ مقرر ہوا۔

خصوصیات وفضائل اور شانِ نزول

یہ قرآن کریم کی سب سے بڑی سورۃ ہے اور بہت سے احکام پر مشتمل ہے صحیح احادیث میں سورۂ بقرہ کی بہت کچھ فضیلت ثابت ہے، ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کا ایک اعلیٰ حصہ ہوتا ہے اور قرآن مجید کا اعلیٰ اور برتر حصہ سورۂ بقرہ ہے، یوں تو قرآن کریم کی ساری سورتیں کلام اللہ ہونے کے لحاظ سے برابر و یکساں ہیں، البتہ مضامین کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت ہے، سورۂ بقرہ میں چونکہ تمام بنیادی عقائد مثلاً توحید، رسالت، آخرت، جزا وسزا وغیرہ اور مرکزی اعمال مثل جہاد، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ اور بعض اہم معاملات مثل نکاح، طلاق، عدت، قصاص، وصیت، رہن، قرض، سود وغیرہ تفصیل سے مذکور ہیں اس لئے اسے اس لحاظ سے باقی سورتوں پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سورۂ بقرہ کو پڑھا کرو کیونکہ اس کا پڑھنا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت و بدنصیبی ہے اور اہل باطل اس پر قابو نہیں پا سکتے، ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب سورۂ بقرہ کو تفسیر کے ساتھ پڑھا اور اس کا علم حاصل کیا تو اس کی تعلیم میں بارہ سال خرچ ہوئے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سورۃ آٹھ سال میں پڑھی۔

مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد سب سے پہلے اس سورت کا نزول شروع ہوا اور مختلف اوقات میں مختلف آیتیں نازل ہوتی رہیں۔

یہود کا ایک پیشوا مالک بن صیف مسلمانوں کے دلوں میں بہت زیادہ شکوک ڈالا کرتا تھا اور کہتا کہ یہ کتاب وہ نہیں ہے جس کی خبر گزشتہ آسمانی کتابوں میں دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے پہلے اُس کے شک کو رفع کیا پھر چار آیات مسلمانوں کی مدح اور صفات میں اور دو آیات کافروں کی مذمت میں اور تیرہ آیات منافقوں کے احوال میں نازل فرمائیں۔

موجودہ ترتیب قرآن کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی دوسری

سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۹۱ ہے یعنی نوے سورتیں اس سے قبل مکہ میں نازل ہو چکی تھیں اور ۲۳ سورتیں اس کے بعد مدینہ میں نازل ہوئیں اس سورۃ میں ۲۸۶ آیات ۴۰ رکوعات، ۶۲۱۲ کلمات اور ۲۶۷۹۲ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

پچھلی سورۃ سے ربط

سورۂ فاتحہ میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے راہ ہدایت کی درخواست کی گئی تھی، سورۂ بقرہ کی ابتداء میں اس کی منظوری آ گئی کہ لو یہ کتاب سرچشمہ ہدایت ہے اور سیدھی راہ دکھاتی ہے اور پھر سورۂ بقرہ میں ہدایت کا جامع و مکمل پروگرام بیان فرمایا گیا ہے۔

سورۂ بقرہ میں ان تمام مضامین کی تشریح ہے جو سورۂ فاتحہ میں بیان کئے گئے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، رحمت، آخرت، عبادت و استعانت، صراط مستقیم اور یہودیوں وعیسائیوں کی مغضوبیت۔

حروف مقطعات

اس سورۂ بقرہ کی ابتدا الٓمّٓ سے ہوئی ہے اس قسم کے حروف جو قرآن مجید کی ۲۹ سورتوں کی ابتداء میں آئے ہیں ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں کیونکہ ان میں کا ہر حرف جدا جدا پڑھا جاتا ہے۔

الٓمّٓ (وغیرہ) حروف تہجی بعض سورتوں کے شروع میں اللہ پاک اور اُس کے پیارے برگزیدہ رسول احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اس قسم کے اسرار اور رموز ہیں جن کے یقینی معنی کسی تیسرے کو معلوم نہیں ہیں اگر چہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ الف سے اللہ لام سے جبریل علیہ السلام اور میم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، یعنی یہ قرآن اللہ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے یا تینوں حرف تین کلموں کے مخفف حروف ہیں یعنی انا اللہ اعلم (میں معبود ہوں سب سے زیادہ جاننے والا) وغیرہ لیکن معتبر قول یہی ہے کہ ان حروف مقطعات کے معنی معلوم کرنیکی کوشش ناجائز اور عبث ہے۔ عموماً ان حروف کے بعد کلام پاک کی عظمت وعزت کا ذکر ہے جس سے یہ بات قوی معلوم ہوتی ہے کہ یہ حروف اس لئے لائے گئے ہیں کہ لوگ اس کے مقابلے سے عاجز ہیں واللہ اعلم۔

ان کی حقیقی مراد اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھتے ہوئے کہ ان کے مطلب نہ بتلانے سے ضروریات دین میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اس لئے آپ نے کچھ صراحت نہیں فرمائی۔

الغرض ان حروف کے متعلق یہی عقیدہ رکھے کہ یہ کلام الٰہی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں ہمیں ان پر ایمان لانا چاہئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں اور جس طرح آئے ہیں ان کی تلاوت کرنا چاہئے اور ان کے معنی کی تفتیش میں نہ پڑنا چاہئے واللہ اعلم بحقیقتہٖ۔

لاریب کتاب

اب سورۃ کی ابتدائی آیت ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کی تفسیر سنیے۔ لفظی ترجمہ اس آیت کا یہ ہے ''یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شک نہیں، راہ بتانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو۔''

کسی زمانہ میں یہود اپنی کتابوں کی بشارت و پیشینگوئی کے مطابق مدینہ اور اس کے قرب و جوار میں آ کر آباد ہو گئے تھے نبی آخرالزماں کے انتظار میں، یہاں انہی کو خطاب ہے کہ یہ وہی کتاب ہے جن کی خبر گزشتہ انبیاء علیہم السلام دیتے چلے آئے ہیں، پھر یہود مدینہ میں سے مالک بن صیف یہودی مسلمانوں کے دل میں شک ڈالتا تھا کہ یہ وہ کتاب نہیں، کہ جس کی خبر اگلی کتابوں میں دی گئی ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں وہ علمائے یہود جو حقیقت میں اپنی کتابوں کے سچے عالم تھے وہ قرآن کو سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور جو بغض وعناد اور دُنیا کے لالچ میں گرفتار تھے وہ اس سعادت سے محروم رہے تو یہاں قرآن کریم کے متعلق بتایا گیا کہ اس کی حقانیت میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، یہ خصوصیت قرآن کریم ہی کی ہے کہ اس کے تمام مضامین عقلِ سلیم

کے مطابق اور سب کے سب یقینی ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جس کتاب کے مضامین اور مطالب اس درجہ قطعی اور یقینی ہوں کہ اس میں کہیں شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو تو اس کتاب کے کتابِ الٰہی ہونے میں کیا شک وشبہ ہو سکتا ہے جو شخص بھی خواہشاتِ نفسانی اور اتباعِ شیطانی کا خیال ترک کر کے خالص دل سے طالبِ حق بن کر اس کلام میں غور کرے گا اور جذباتِ صادقہ کے ساتھ اس کا مطالعہ کرے گا تو وہ ضرور سمجھ لے گا کہ اس کتاب کے حق اور الہامی اور منجانب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں، یوں اپنی کم فہمی اور کج فہمی سے کوئی شبہات و اعتراضات کرے تو یہ سمجھنے والے کی خود اپنی کم فہمی ہے اور اس کے باوجود یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اس کتاب میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

لاریب کتاب سے نفع اندوز ہونے کی شرط

آگے اس کتاب کی ایک صفت بتائی گئی ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۝ متقی اس کو کہتے ہیں جس میں تقویٰ ہو، بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہاں هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۝ میں تقویٰ کے لغوی معنیٰ مراد ہیں یعنی ڈرنا، بچنا، خوف کھانا، اس طرح هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۝ کے معنیٰ ہوئے کہ یہ کتاب خدا سے ڈرنے والوں کیلئے مشعلِ ہدایت ہے یعنی اس قانونِ عام اور ہدایتِ تام سے فائدہ اٹھانے والے صرف وہ لوگ ہوں گے جن کے دلوں میں خوفِ خدا موجود ہو۔

اس کی دُنیاوی مثال بالکل یوں سمجھئے کہ ایک شخص جو حاکم یا بادشاہ سے نہیں ڈرتا وہ حاکم کے حکم اور قانون کا کیا احترام کرے گا اور وہ قانون اس کے لئے کیا مفید ہوگا بس ایسے مجرم کی آنکھ تو جبھی کھلتی ہے جب وہ پکڑا جاتا ہے اور جیل کی کوٹھری میں بند رکھا جاتا ہے بعض مفسرین نے تقویٰ کے اصطلاحی اور شریعت میں عرفی معنیٰ لیتے ہوئے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۝ کی تشریح اس طرح کی ہے کہ اصطلاح میں تقویٰ نفس کو ان چیزوں سے بچانے کو کہتے ہیں جو آخرت کے لحاظ سے ضرر رساں ہوں، اب یہ چیزیں خواہ از قسم عقائد ہوں یا اعمال وافعال واقوال واحوال ہوں، اب چونکہ ضرر کے درجات مختلف ہیں اسی لحاظ سے تقویٰ کے درجات بھی مختلف ہیں۔

پہلا اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کفر وشرک سے بچ کر اسلام میں داخل ہو اور اس عذابِ دائمی سے اپنے کو بچالے۔ حضرت معاذ بن جبل ﷺ فرماتے ہیں متقی وہ قوم ہے جو شرک وبُت پرستی سے بچتی ہے اور خالص خدا ہی کی عبادت کرتی ہے۔

دوسرا وہ درمیانی درجہ یہ ہے کہ ہر طرح کے گناہ اور معصیت سے بچنا خواہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور خواہ ظاہری ہو یا باطنی، حضرت عمر ﷺ نے حضرت اُبی بن کعب ﷺ سے تقویٰ کے متعلق دریافت کیا تو یہ جواب دیا کہ اے امیر المؤمنین کیا آپ کبھی کانٹوں سے بھرے ہوئے راستہ پر بھی گزرے ہیں، فرمایا کیوں نہیں؟ حضرت اُبی بن کعب ﷺ نے دریافت کیا کہ پھر آپ نے اس وقت کیا کیا؟ فرمایا کہ میں نے دامن چڑھائے بچا بچا کر قدم رکھے اور کانٹوں سے بچنے کیلئے اپنی جدوجہد کو خرچ کر ڈالا، حضرت اُبی بن کعب ﷺ نے کہا کہ امیر المؤمنین بس یہی تقویٰ ہے یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ سے ڈر کر اور اس کی معصیت اور نافرمانی سے بچنے کیلئے اپنی پوری ہمت اور کوشش کو خرچ کر دینے کا نام تقویٰ ہے اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی ذلت یا نقصان سے ڈر کر معصیت کو چھوڑا تو وہ تقویٰ نہیں صرف خدا کے ڈر سے گناہ چھوڑ دینے کا نام تقویٰ ہے۔

تیسرا اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنے کو بچائے اور ایسی مباح اور حلال چیزوں سے بھی کنارہ کش ہو جائے جو معرفتِ الٰہی سے حجاب ہونے کا ذریعہ ہو سکتی ہوں یعنی باطن کو ہر اس چیز سے محفوظ رکھا جائے جو ماسوی اللہ میں مشغول کرے، یہ درجہ تقویٰ کا حقیقی اور کامل درجہ ہے اور اس مرتبہ کے متقی انبیاء مرسلین اور اولیاء کاملین ہوتے ہیں۔ اس طرح آیت کا حاصل مطلب یہ ہوا کہ یہ کتابِ الٰہی کافروں کو توحید کا راستہ دکھانے والی، فاسقوں اور گناہگاروں کو صغائر وکبائر سے بچنے کی ہدایت کرنے والی اور صالحین کو اولیاء اور صدیقین کے مراتب تک پہنچنے کا طریقہ دکھانے والی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

2

﷽ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

اَلَّذِيْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْغَيْبِ	وَيُقِيْمُوْنَ	الصَّلٰوةَ	وَ	مِنْ	مَا	رَزَقْنٰهُمْ	يُنْفِقُوْنَ	وَ	الَّذِيْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِمَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْكَ
جولوگ	ایمان لاتے ہیں	غیب پر	اور قائم کرتے ہیں	نماز	اور	سے	جو	ہم نے انہیں دیا	وہ خرچ کرتے ہیں	اور	جولوگ	ایمان رکھتے ہیں	اس پر جو	نازل کیا گیا	آپکی طرف

وہ (خدا سے ڈرنے والے) لوگ ایسے ہیں کہ یقین لاتے ہیں چھپی ہوئی چیزوں پر اور قائم رکھتے ہیں نماز اور جو کچھ ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں اس کتاب پر بھی جو آپ کی

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۗ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۙ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

وَمَآ	اُنْزِلَ	مِنْ	قَبْلِكَ	وَ	بِالْاٰخِرَةِ	هُمْ	يُوْقِنُوْنَ	اُولٰٓئِكَ	عَلٰى	هُدًى	مِّنْ	رَّبِّهِمْ	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ
اور جو	نازل کیا گیا	سے	آپ سے پہلے	اور	آخرت پر	وہ	یقین رکھتے ہیں	وہی لوگ	پر	ہدایت	سے	اپنا رب	اور وہی لوگ	وہ	کامیاب

طرف اتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جا چکی ہیں اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں یہ لوگ ہیں ٹھیک راہ پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے اور یہ لوگ ہیں پورے کامیاب

مؤمنین کی صفات

مؤمنین متقین کی پانچ صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔

پہلی صفت فرمائی یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ۔ کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں، لغت میں ایمان کے معنی تسلیم اور تصدیق کرنے کے ہیں، لیکن اصطلاح شریعت میں ایمان اس کو کہتے ہیں کہ جو خبر یا بات اللہ کا نبی اللہ کی طرف سے لے کر آئے اس کو نبی کی سچائی کے اعتماد اور بھروسہ پر دل سے قبول کرنا اور اس کی تصدیق کرنا اور زبان سے اس کا اقرار کرنا یہ تو ایمان ہے اور اس کی ضد انکار و کفر ہے یعنی دین کی کسی ایک بات یا خبر کو نہ ماننا اور انکار کرنا کفر ہے۔ اور غیب سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، ملائکہ، انبیاء متقدمین اور کتب سابقین، احوال برزخ علامات قیامت۔ احوال آخرت، حشر نشر، صراط و میزان، جنت و جہنم وغیرہ وغیرہ۔

الغرض اسلام میں ایمان بالغیب ہی کی فضیلت ہے اور یہی مطلوب ہے اور یہی وجہ ہے کہ نزع کے وقت جب کہ مرنے والے کو اس عالم کی غائب چیزیں مثل ملائکہ، عذاب وثواب، اور آثار جنت و جہنم دکھائی دینے لگیں تو پھر ایمان قبول نہیں، کیونکہ اس وقت ایمان بالغیب نہ ہوا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خوشحالی ہے اس کو کہ جو بغیر دیکھے مجھ پر ایمان لایا تو معلوم ہوا کہ ایمان بالغیب کی بڑی قدر و قیمت ہے، اسی لئے سب سے پہلے متقین کی صفات میں سے پہلی صفت یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ فرمائی جو عقیدہ سے تعلق رکھتی ہے۔ (ابوداؤد)

دوسری صفت فرمائی یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ نماز کے قائم رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اس کو اس کے تمام فرائض و واجبات سنن و مستحبات اور حقوق اور ظاہری و باطنی آداب کے ساتھ ادا کرنا۔ نماز کو فریضہ خداوندی سمجھ کر محض رضائے الٰہی کی خاطر پورے حضور و اخلاص اور خشوع و خضوع اور سکون قلب کے ساتھ ادا کیا جائے۔ ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک اس میں فرمائی، اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دُنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے وقت بھی خاص طور پر نماز کی وصیت فرمائی اور اس

کے اہتمام کی تاکید فرمائی۔

متقین کی تیسری صفت فرمائی وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ

لغت عرب میں رزق کا لفظ بڑے وسیع معنیٰ رکھتا ہے اور اس کے اندر ہر قسم کی نعمتیں آجاتی ہیں خواہ ظاہری و مادی ہوں جیسے مال و اولاد، دولت وثروت، قوت وصحت وغیرہ یا باطنی وروحانی ہوں جیسے علم وہنر، عقل وحکمت، فہم وفراست وغیرہ، لہٰذا اللہ کے دیئے ہوئے مال ودولت، قوت صحت کے ذریعہ دوسروں کی مدد کرنا یا علم وحکمت سکھانا، یا مفید ومخلصانہ مشورہ سے تعاون کرنا، یا باطنی و روحانی فیض پہنچانا یہ سب اس آیت کے تحت داخل ہیں۔ پھر مِمَّا فرما کر اس طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ ہمارے دیئے ہوئے مال کو بھی سب کا سب اور پورے کا پورا خرچ کرنا نہیں بلکہ اس کا کچھ حصہ خرچ کرنا ہے، اب جہاں تک مال کے خرچ کرنے کا تعلق ہے۔ اللہ کی راہ میں اللہ کے لئے خرچ کرنے کی سات قسمیں ہیں:

(۱) زکوٰۃ مفروضہ کا ادا کرنا، خواہ وہ سونا چاندی حد نصاب تک ہونے کی وجہ سے فرض ہو یا مویشی یا مال تجارت یا زمین عشری کی وجہ سے فرض ہو۔ (۲) صدقہ فطر ادا کرنا جس کے اوپر شرعاً واجب ہو۔ (۳) خیرات وصدقات جیسے فقراء ومساکین کو دینا اور اعانت ضعیفوں، محتاجوں اور یتیموں کی اور قرضداروں کو قرض دینا اور مہمانوں کی مہمانداری کرنا۔ (۴) اوقاف للہ پر خرچ کرنا جیسے مسجد اور مدرسوں کا بنانا، ان کو قائم رکھنا اور ان سے متعلقات پر خرچ کرنا، کنواں رفاہِ عام کے لئے کھدوانا، مسافر خانہ اور مہمان سرائے بنوانا۔ (۵) مصارف حج خواہ اپنے واسطے یا دوسرے کے واسطے۔ (۶) مصارف جہاد۔ (۷) مصارف نفقات واجبہ جیسے نفقہ عیال، نفقہ زوجہ، نفقہ محارم۔

الغرض متقین کی تیسری صفت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو بھی ظاہری وباطنی نعمتیں عطا فرمائیں ہیں، اس میں سے وہ اللہ کے لئے اللہ کے دین پر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

آگے متقین کی چوتھی صفت فرمائی وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ اس آیت میں دو چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے ایک تو اس کتاب پر ایمان رکھنے کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی یعنی قرآن کریم، اور دوسرے ان کتابوں پر ایمان رکھنے کا، جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر اُتریں، آج بھی ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ قرآن کریم کے ساتھ دوسرے سابق انبیاء کرام کی کتابوں پر بھی ایمان رکھے اور اس کا مطلب یہ کہ گذشتہ تمام آسمانی کتابوں کو اللہ کی طرف سے بھیجا مانا جائے اور انہیں سچا سمجھا جائے جب تک وہ غیر محرف رہیں کیونکہ رد وبدل اور تحریف ہونے کے بعد تو وہ دراصل کلام الٰہی ہی نہیں رہیں۔ اور اپنے اپنے زمانہ کے لئے واجب العمل مانا جائے مگر اب ان پر عمل کرنا واجب نہیں کیونکہ قرآن نازل ہونے کے بعد پچھلی کتابیں اور شریعتیں سب منسوخ ہوگئیں، اب عمل صرف قرآن ہی پر ہوگا۔

آیت کے اس طرز بیان سے ایک اہم اصولی مسئلہ بھی نکل آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، اور آپ کی وحی آخری وحی کیونکہ اگر قرآن کے بعد کوئی اور کتاب یا وحی بھی نازل ہونے والی ہوتی تو جس طرح اس آیت میں پچھلی کتابوں اور وحی پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے اسی طرح آئندہ نازل ہونے والی کتاب اور وحی پر ایمان لانے کا ذکر بھی ضروری ہوتا۔ صرف اسی آیت میں نہیں بلکہ قرآن کریم میں یہ مضمون اول سے آخر تک مختلف مقامات میں چالیس پچاس آیتوں میں آیا سب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء پہلی وحی، پہلی کتابوں کا ذکر ہے کسی ایک آیت میں اس کا اشارہ تک نہیں کہ آئندہ بھی کوئی وحی یا نبی آنے ولا ہے۔ جس پر ایمان لانا ہے۔

پانچویں صفت فرمائی گئی وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ آخرت سے مراد عالمِ آخرت ہے یعنی وہ عالم جو موجودہ سلسلہ زندگی کے

بعد شروع ہوگا، قرآن کریم جن حقیقتوں کو ماننے، قبول کرنے اور ان پر ایمان لانے اور ان پر پورا پورا یقین کرنے کی پُر زور دعوت دیتا ہے اُن میں خدا کی ذات اور اس کی صفات یعنی توحید باری تعالیٰ کے بعد آخرت ہی کا مسئلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے سارے پیغمبروں اور اُس کی نازل کی ہوئی ساری کتابوں نے آخرت کو ماننے اور اس پر ایمان و یقین رکھنے کی دعوت دی۔ قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ آخرت ہی کے بیان سے متعلق ہے، یہ عالم دنیا دار العمل ہے اور یہاں کی زندگی کے بعد عمل کی مہلت ختم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد ایک دوسرا عالم دار الجزاء ہے جہاں انسان کے دنیا میں کئے ہوئے ایک ایک عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا یہاں یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ عالم آخرت کا اس عالم دنیا سے گہرا تعلق ہے آخرت کی زندگی ہمارے اس دنیا کے کاموں اور یہاں کی زندگی کا ہی نتیجہ ہوگی، تو متقین کی پانچویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ قیامت اور اس کے بعد حشر و نشر، حساب کتاب، جزا و سزا، جنت و جہنم کا ثواب و عذاب جو کچھ ہونے والا ہے اس کے وقوع پر یقین رکھتے ہیں۔

یہاں یُوْقِنُوْنَ میں اشارہ اس طرف ہے کہ آخرت کی زندگی کی محض تصدیق کرنا مقصد کو پورا نہیں کرتا بلکہ آخرت کا ایسا یقین ضروری ہے جیسے کوئی چیز آنکھوں کے سامنے ہو۔

مُتَّقِین کی کامیابی:

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ یعنی ایسے لوگوں کو دنیا میں یہ نعمت ملی کہ راہِ حق نصیب ہوئی اور آخرت میں یہ دولت نصیب ہوگی کہ ہر طرح کی کامیابی ان کے لئے ہے۔ یہاں **مفلحون** کا ترجمہ "پورے کامیاب" سے کیا گیا ہے۔ **مفلحون** لفظ فلاح سے بنا ہے، جو عربی زبان میں بڑے وسیع معنی میں آتا ہے۔ دنیا و آخرت کی ساری کامیابیاں لفظ فلاح میں جمع ہیں تو یہاں حق تعالیٰ نے صاف اور واضح طور پر فرمایا کہ کامل فلاح دنیا اور آخرت کی بس انہی لوگوں کیلئے ہے جو متقین کی ان مذکورہ صفات سے متصف ہوں، اسی سے اسکی ضد کو بھی سمجھ لیا جائے یعنی جو لوگ ان مذکورہ متقین کی صفات کو اختیار نہیں کرینگے وہ کبھی کامل فلاح کو نہیں پہنچ سکتے صحابہ کرام اور قرن اول کے اہل ایمان متقین کی صفات اور قرآن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں جنہیں پوری پختگی حاصل تھی، دنیا نے ان کی کامیابیوں کو دیکھ لیا اور اللہ نے جو ان سے وعدے فرمائے تھے وہ سب پورے ہوئے۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ایمان کامل نصیب فرمائیں اور اپنے متقین بندوں میں ہم کو شامل ہونا نصیب فرمائیں اور ہم کو اس دُنیا کی زندگی میں آخرت کی زندگی کا ذکر و فکر نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو دنیا اور آخرت دونوں جہان کی کامیابی نصیب فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	سَوَآءٌ	عَلَيْهِمْ	ءَ	اَنْذَرْتَهُمْ	اَمْ	لَمْ	تُنْذِرْهُمْ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ	خَتَمَ	اللّٰهُ	عَلٰى	قُلُوْبِهِمْ
بیشک	جن لوگوں نے	کفر کیا	برابر	ان پر	خواہ	آپ انہیں ڈرائیں	یا	نہ	ڈرائیں	نہیں	ایمان لائیں گے	مُہر لگادی	اللہ	پر	اُنکے دل

بیشک جولوگ کافر ہوچکے ہیں برابر ہے ان کے حق میں خواہ آپ اُن کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے بند لگادیا ہے اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں پر

وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۷

وَعَلٰى	سَمْعِهِمْ	وَعَلٰى	اَبْصَارِهِمْ	غِشَاوَةٌ	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ
اور پر	انکے کان	اور پر	انکی آنکھیں	پردہ	اور	انکے لئے	عذاب	بڑا

اُنکے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کیلئے سزا بڑی ہے

ضدی کافروں کے بارے میں تین وضاحتیں

کفر کے لغوی معنیٰ چھپانے کے ہیں لیکن اصطلاح شریعت میں جن چیزوں پر ایمان لانا فرض ہے اُن میں سے کسی چیز کے انکار وتکذیب کا نام کفر ہے۔ اس طرح جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات میں سے جن کا ثبوت قطعی ویقینی ہے کسی ایک بات کو بھی حق نہ سمجھے اوراس کی تصدیق نہ کرے وہ کافر کہلائے گا۔

ان آیات سے مطلق ہر کافر کا بیان نہیں فرمایا گیا ہے بلکہ یہاں وہ خاص قسم کے کافر مراد ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہوگا جن کے ضمیر ضد اور عناد کی وجہ سے مردہ اور دِل سیاہ ہوچکے ہیں ایسے کافروں کے بارہ میں ان آیات میں پہلی بات تو یہ بتائی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے کافروں کو ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے۔ یہاں یہ شبہ بھی ہوسکتا ہے کہ پھر ایسے ضدی اور معاند کفار کو احکام سنانا اور تبلیغ کرنا فضول کام ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بیکار اور بے فائدہ کام کیوں سپرد ہوا؟ اس کا جواب حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں یہ دیا ہے کہ فعلِ عَبث تو اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی بھی فائدہ نہ ہو یہاں اگر چہ ان ضدی کافروں کو فائدہ نہ ہو گا لیکن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تو فائدہ ہوگا کہ تبلیغ کا ثواب ملے گا پھر یہ فضول فعل کیسے ہوا۔

دوسری بات یہاں ان آیات میں ایسے ضدی اور معاند کفار کے بارہ میں بتائی گئی کہ لَا يُؤْمِنُوْنَ یہ فرمانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی ڈاکٹر کسی خطرناک مریض کو دیکھ کر اس کے مرنے کی پیش گوئی کر دے اور وہ مریض اس ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق واقعی مر بھی جائے تو اس سے ڈاکٹر پر کوئی الزام نہیں آئے گا، یہ نہیں کہا جائے گا کہ ڈاکٹر کے کہنے سے وہ مر گیا ہے اگر نہ کہتا تو نہ مرتا۔ بلکہ کہا یہی جائے گا کہ خود ڈاکٹر کا یہ کہنا مریض کی حالت کے پیش نظر تھا جو صحیح نکلا اسی طرح یہاں اللہ تعالیٰ کے علم وخبر کو اُن کفار کی بے ایمانی اور بدحالی کا سبب نہیں کہا جائے گا بلکہ خود ان کفار کی بدعملی اور بے ایمانی کو اللہ تعالیٰ کی خبر کا سبب قرار دیا جائے گا یعنی ان کی بدحالی کا اندازہ کر کے اللہ تعالیٰ نے لَا يُؤْمِنُوْنَ کی خبر دی جو صحیح نکلی۔

تیسری بات جو یہاں بیان فرمائی گئی وہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

ایک انسان کے علم ہدایت حاصل کرنے کے تین ہی ذریعہ ہیں۔ قلب یعنی دِل یہ تو علم وادراک کا اصل محل ہے۔ کان جس کے ذریعہ سے بات سنی جاتی ہے اور آنکھ جس سے انسان مشاہدات کرتا ہے لیکن جب کسی کے یہ تینوں ذرائع ماؤف ہو جائیں تو اس کی ہدایت کی کیا اُمید ہو سکتی ہے، اسی کو یہاں فرمایا گیا کہ ان کے دِلوں اور کانوں پر مہر لگ چکی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ چکا ہے قبولِ حق کی تمام راہیں ان پر بند ہو چکی ہیں اس لئے وہ اب ایمان نہیں لائیں گے اور اس دولت سے ہمیشہ محروم رہیں گے اور پھر اس کے نتیجہ میں عذابِ عظیم آخرت میں بھگتیں گے۔

اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہیں وہ کسی کو بلاقصد سزا نہیں دیتے۔ اس جگہ جو ضدی اور معاند کفار کا انجام ذکر کیا گیا ہے وہ خود ان کے اعمال بد کا نتیجہ ہے دیکھئے جہاں تک قدرتِ خداوندی کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، دیکھنے سننے کیلئے آنکھیں اور کان دیئے غور وفکر اور سوچنے سمجھنے کیلئے دل ودماغ اور عقل و شعور عطا فرمائے پھر واضح اور روشن دلائل کے دفتر اس کے سامنے کھول کر رکھ دیئے کائنات میں ایسے نشانات ودلائل بے شمار ہیں! پھر خود انسان کی اپنی جان میں ایسے واضح اور روشن دلائل موجود ہیں کہ انسان اگر غور کرے تو حق وباطل میں امتیاز کر سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر بس نہیں فرمایا بلکہ سیدھی راہ دکھانے اور عقلی ونقلی دلائل کے ساتھ حق کو سمجھانے کے لئے پیغمبر بھی بھیجے جنہوں نے دن ورات اللہ کا پیغام لوگوں کو سنایا اور ان پر حجت قائم کر دی لیکن اس کے باوجود انہوں نے محض ضد وعناد کی وجہ سے حق کو نہ مانا اور کفر وانکار پر ڈٹے رہے۔ نہ آنکھوں سے کام لیا نہ کانوں سے۔ نہ عقل وشعور کو ہی استعمال کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ کفر وانکار ان کے رگ وریشہ میں سرایت کر گیا اور اُن پر گمراہی کی ظلمت وتاریکی ایسی چھا گئی کہ اب وہ اس سے باز نہیں آسکتے۔ گمراہی کی اس کیفیت کو مہر یا بند سے تعبیر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ اُن کے دِل وحواس پر مُہر کا لگنا اور سعادتِ ایمان سے ان کی ابدی محرومی یہ اُن کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے ایسا نہیں ہے کہ اس مہر کی وجہ سے انہیں کفر پر مجبور کیا گیا ہو اس لئے وہ جو کفر پر اپنے اختیار سے مرتے دم تک قائم رہے اور انہوں نے اپنے ارادے سے ایمان پر کفر کو ترجیح دی اس کی سزا اُن کو آخرت میں عذاب عظیم کی شکل میں ملے گی۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفر اور ہر گناہ کی اصل سزا تو آخرت میں ملے گی مگر بعض گناہوں کی سزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے جس کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اصلاح حال کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور بُرائی کا احساس اس کے دِل سے جاتا رہتا ہے حدیث شریف میں بتایا گیا ہے کہ انسان جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر مثل نقطہ کے ایک سیاہ نشان لگ جاتا ہے اگر اس نے توبہ نہیں کی یا برابر گناہ کرتا رہا تو وہ نشان بڑھتا اور پھیلتا جاتا ہے یہاں تک کہ گناہوں کے اثر سے قلب بالکل زنگ آلود ہو جاتا ہے اور اس میں اچھے بُرے کی تمیز اور احساس نہیں رہتا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام وایمان پر استقامت نصیب فرمائے۔ یا اللہ! حق کو سمجھنے اور اس کو اپنانے کی ہر حال میں ہم کو توفیق عطا فرما اور ضد وعناد جو خالص کافرانہ خصلتیں ہیں ان سے ہمارے دلوں کو بالکل پاک فرما، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝٨ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ

وَمِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يَّقُوْلُ	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَ	بِالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَمَا	هُمْ	بِمُؤْمِنِيْنَ	يُخٰدِعُوْنَ	اللّٰهَ
اور سے	لوگ	جو	کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	اللہ پر	اور	دن پر	آخرت	اور نہیں	وہ	ایمان لانے والے	وہ دھوکہ دیتے ہیں	اللہ

اور لوگوں میں بعضے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں چالبازی کرتے ہیں اللہ سے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝٩ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	مَا	يَخْدَعُوْنَ	اِلَّا	اَنْفُسَهُمْ	وَمَا	يَشْعُرُوْنَ	فِيْ	قُلُوْبِهِمْ	مَرَضٌ
اور جو لوگ	ایمان لائے	اور	نہیں	دھوکہ دیتے	مگر	اپنے آپ	اور نہیں	سمجھتے ہیں	میں	انکے دل (جمع)	بیماری

اور ان لوگوں سے جو ایمان لاچکے ہیں اور واقع میں کسی کے ساتھ بھی چالبازی نہیں کرتے بجز اپنی ذات کے اور وہ اسکا شعور نہیں رکھتے انکے دلوں میں بڑا مرض ہے

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝١٠

فَزَادَهُمُ	اللّٰهُ	مَرَضًا	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ	بِمَا	كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ
سو بڑھادی انکی	اللہ	بیماری	اور انکے لئے	عذاب	دردناک	کیونکہ	وہ جھوٹ بولتے ہیں

سو اور بھی بڑھادیا اللہ تعالیٰ نے انکا مرض اور ان کیلئے سزائے دردناک ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے

منافقوں کا بیان

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور یہاں پر اوس اور خزرج کے قبائل میں سے اکثر نے انصار مدینہ بن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور دونوں قبیلوں میں سے اکثر خوش نصیب مشرف بہ اسلام ہو گئے لیکن یہود اب تک اللہ تعالیٰ کی اس نعمت سے محروم تھے۔ ان میں سے صرف ایک حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سچے دین کو قبول کیا تھا اور اس وقت تک منافقوں کا خبیث گروہ قائم نہ ہوا تھا۔ لیکن جب اسلام کو فتوحات ہونے لگیں تو بہت سارے یہودی اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں میں داخل ہو گئے مال غنیمت، صدقات کے لالچ اور مسلمانوں کی فتح کے خوف سے انہوں نے ایسا کیا، لیکن وہ آخر کار رسوا ہوئے اور بری طرح ناکام ونامراد ہوئے۔ ان کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ظاہراً تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لائے مگر دل سے وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ اپنی اس منافقت سے اللہ تعالیٰ اور مومنین کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں جبکہ دراصل وہ خود دھوکے میں مبتلا ہیں لیکن بے سمجھی کی وجہ سے آگے بڑھتے چلے جارہے ہیں۔

آگے ان منافقین کے حال پر مزید روشنی ڈالی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے ان کے دلوں میں بڑا مرض ہے یہاں ان منافقین کی باطن کی خرابی اور عقائد کے فساد کو مرض اور بیماری سے تعبیر فرمایا اور یہ لفظ مَرَض ان کے نفاق، شک وتردد، کذب وانکار در پردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ایمان والوں سے عداوت، بغض، حسد وغیرہ سب کو شامل ہے۔ آگے بتایا گیا کہ شک ونفاق اور بغض وحسد کی یہ بیماری جو ان کے دلوں میں لگی ہوئی تھی کم ہونے کے بجائے

روز بروز بڑھتی ہی گئی جوں جوں اسلام اور مسلمانوں کو دشمنوں پر غلبہ اور اقتدار حاصل ہوتا گیا۔ اور جوں جوں دین اسلام کی شان و شوکت میں ترقی ہوتی گئی، ان کے دلوں میں جلن اور تکلیف اور ان کے سینوں میں بغض و حسد کی آگ بڑھتی گئی، جوں جوں قرآن نازل ہوتا اُن کا کفر و نفاق بڑھتا جاتا کیونکہ ہر آیت کے ساتھ وہ منافقانہ سلوک کرتے بظاہر اُسے مانتے لیکن دِل میں اُس کا انکار کرتے تو ان کی یہ بیماری انہی کی بداعمالیوں اور بدپرہیزیوں کا نتیجہ تھی آخرکار یہ اپنے اس خطرناک مرض کی وجہ سے ہلاکت میں پڑیں گے اور دائمی عذاب اور دردناک سزا کے مستحق ہوں گے اور یہ سزا ان کو مسلسل ان کی کذب بیانی اور نفاق پر لگاتار اصرار کی وجہ سے ملے گی۔

دل کی بیماریاں:

آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دلوں میں بیماریاں ہوتی ہیں اسی لئے تمام صوفیاء کرام اور مشائخان طریقت قلب کی صفائی، باطن کی درستی اور قلب کو تمام اخلاق ذمیمہ سے پاک رکھنا ضروری فرماتے ہیں۔ دل کی بیماریاں یہ ہیں: حسد، بغض، کینہ، عداوت، بیجا غصہ، بخل، مال کی محبت، حُبِ جاہ، حبِ شہرت، رعونت، دُنیا کی محبت، نخوت، تکبر، خود پسندی، ریا، ان تمام بیماریوں سے قلب کو پاک کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ جب بیماریوں سے دِل پاک ہوگا تو خوفِ خدا، زُہد، صبر، شکر، توکل، اخلاص، صدق، محبتِ الٰہی وغیرہ صفات سے دِل منور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کی ہر طرح کی روحانی بیماری سے محفوظ فرمائیں آمین۔

کیا اب بھی منافق ہیں؟

منافق کے نفاق کو پہچاننا اور اس کو منافق قرار دینا دو طریقوں سے ہوتا تھا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتا دیا کہ فلاں شخص دِل سے مسلمان نہیں، منافق ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کے کسی قول و فعل سے کسی عقیدۂ اسلام کے خلاف کوئی بات یا اسلام کی مخالفت کا کوئی عمل ظاہر اور ثابت ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انقطاعِ وحی کے سبب اُن کے پہچاننے کی پہلی صورت تو باقی نہ رہی مگر دوسری صورت اب بھی موجود ہے جس شخص کے کسی قول و فعل سے اسلامی قطعی عقائد کی مخالفت یا اُن پر استہزاء یا تحریف ثابت ہو جائے وہ منافق سمجھا جائے گا ایسے منافق کا نام قرآن کی اصطلاح میں ملحد ہے اَلَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰيٰتِنَا اور حدیث میں اس کو زندیق کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے عمدۃ شرح بخاری میں نقل کیا گیا ہے کہ "بعد زمانہ نبوت کے نفاق کی یہی صورت ہے جس کو پہچانا جاسکتا ہے اور ایسا کرنے والے کو منافق کہا جاسکتا ہے" تو معلوم ہوا کہ منافقوں کا وجود اسلام میں ہمیشہ رہا ہے اور اب بھی موجود ہیں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ ہم کو ایمانِ کامل نصیب فرمائیں اور نفاق کی ہر چھوٹی بڑی خصلت سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں اللہ تعالیٰ منافقین کی شرارت اور فتنوں سے اسلام اور خصوصاً اس ملک پاکستان کو پاک اور محفوظ فرمائیں۔

یا اللہ! تمام دِلوں کی ظاہری و باطنی بیماریوں سے ہم کو نجات عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ

وَاِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	لَا تُفْسِدُوْا	فِى الْاَرْضِ	قَالُوْا	اِنَّمَا	نَحْنُ	مُصْلِحُوْنَ	اَلَآ	اِنَّهُمْ	هُمُ	الْمُفْسِدُوْنَ
اور جب	کہا جاتا ہے	انہیں	نہ فساد پھیلاؤ	زمین میں	وہ کہتے ہیں	صرف	ہم	اصلاح کرنیوالے	سن رکھو	بیشک وہ	وہی	فساد کرنے والے

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فساد مت کرو زمین میں تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں یاد رکھو بے شک یہی لوگ مفسد ہیں

وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ

وَلٰكِنْ	لَا يَشْعُرُوْنَ	وَاِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	اٰمِنُوْا	كَمَا	اٰمَنَ	النَّاسُ	قَالُوْا	اَنُؤْمِنُ	كَمَا	اٰمَنَ
اور لیکن	وہ نہیں سمجھتے	اور جب	کہاجاتا ہے	انہیں	تم ایمان لاؤ	جیسے	ایمان لائے	لوگ	وہ کہتے ہیں	کیا ہم ایمان لائیں	جیسے	ایمان لائے

لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا ہی ایمان لے آؤ جیسا ایمان لائے ہیں اور لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں گے جیسا ایمان

السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا

السُّفَهَآءُ	اَلَآ	اِنَّهُمْ	هُمُ	السُّفَهَآءُ	وَلٰكِنْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ	وَاِذَا لَقُوا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	قَالُوْا	اٰمَنَّا	وَاِذَا	خَلَوْا
بیوقوف	سن رکھو	خود وہ	وہی	بیوقوف	اور لیکن	نہیں	وہ جانتے	اور جب ملتے ہیں	جولوگ	ایمان لائے	کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	اور جب	اکیلے ہوتے ہیں

لے آئے ہیں یہ بیوقوف یاد رکھو بے شک یہی ہیں بیوقوف لیکن اسکا علم نہیں رکھتے اور جب ملتے ہیں وہ منافقین ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں

اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ

اِلٰى	شَيٰطِيْنِهِمْ	قَالُوْا اِنَّا	مَعَكُمْ	اِنَّمَا	نَحْنُ	مُسْتَهْزِءُوْنَ	اَللّٰهُ	يَسْتَهْزِئُ	بِهِمْ	وَيَمُدُّ	هُمْ
پاس	اپنے شیطان	کہتے ہیں ہم	تمہارے ساتھ	محض	ہم	مذاق کرتے ہیں	اللہ	مذاق کرتا ہے	ان سے	اور بڑھاتا ہے	انکو

اور جب خلوت میں پہنچتے ہیں اپنے شریر سرداروں کے پاس تو کہتے ہیں کہ ہم بے شک تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف استہزاء کیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی استہزا کر رہے ہیں انکے ساتھ

فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ

فِىْ طُغْيَانِهِمْ	يَعْمَهُوْنَ	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	اشْتَرَوُا	الضَّلٰلَةَ	بِالْهُدٰى	فَمَا	رَبِحَتْ	تِّجَارَتُهُمْ
انکی سرکشی میں	اندھے ہو رہے ہیں	یہی لوگ	جنہوں نے	مول لی	گمراہی	ہدایت کے بدلے	تو نہ	فائدہ دیا	انکی تجارت

اور ڈھیل دیتے جاتے ہیں انکو کہ وہ اپنی سرکشی میں حیران و سرگرداں ہو رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے گمراہی لے لی بجائے ہدایت کے سو سودمند نہ ہوئی انکی یہ تجارت

وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾

وَمَا	كَانُوْا	مُهْتَدِيْنَ
اور نہ	تھے	وہ ہدایت پانے والے

اور نہ یہ ٹھیک طریقہ پر چلے۔

منافقین کی مزید خباثتیں

منافقین کئی طرح فساد پھیلاتے تھے کبھی مسلمانوں کے پوشیدہ راز فاش کرتے اور کافروں تک پہنچاتے کبھی کافروں کو مسلمانوں کے خلاف اُکساتے اور مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ کرتے کبھی کافروں کے اعتراضات وشبہات ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کے سامنے نقل کرتے تاکہ وہ مذبذب اور دین اسلام سے متزلزل ہو جائیں۔ علاوہ ازیں نفاق خواہ دین کا ہو یا دُنیا کا خود ایک مستقل فساد ہے۔ دورویہ ہونے سے بڑھ کر کوئی فساد نہیں۔ جب ان منافقین سے کہا جاتا کہ تم یہ منافقانہ حرکات جن سے فساد پھیلتا ہے مت کرو تو جواب میں وہ کہتے کہ واہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ ہم نے جو مسلمانوں اور کافروں دونوں فریقوں سے میل جول کر رکھا ہے اس سے ہمارا مقصد دونوں فریقوں میں صلح اور آشتی کی فضا پیدا کرنا ہے ہم یہ چاہتے ہیں کہ نئے دین کی وجہ سے یہ جو آپس میں جھگڑا اور اختلاف پیدا ہو گیا ہے یہ ختم ہو جائے اور ملک وملت میں امن وامان ہو کر سلسلہ معاش وتجارت حسب سابق جاری ہو جائے۔ حق تعالیٰ منافقین کے اس قول اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ پر کہ ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں رد فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۔ یعنی یہ لوگ مصلح ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں، حالانکہ فتنہ وفساد کا سر چشمہ یہی لوگ ہیں کہ کفر وایمان اور شرک وتوحید کو ایک کرنا چاہتے ہیں اور جس کفر وشرک کو مٹانے کے لئے حق تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا یہ فتنہ پرداز پھر اسی فتنہ وفساد کو اپنی جگہ دوبارہ لانا چاہتے ہیں۔ ایک خباثت تو منافقین کی یہ بیان فرمائی گئی آگے ایک دوسری خباثت کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایمان لے آؤ جیسا ایمان لے آئے ہیں اور لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں گے جیسا ایمان لے آئے ہیں یہ بیوقوف، منافقین ایسی بے باکانہ گفتگو غریب عوام مسلمانوں کے روبرو کر گزرتے تھے جن سے اُن کو کچھ اندیشہ نہ تھا لیکن باوجاہت اور صاحب اثر مسلمانوں کے سامنے تو وہی نفاق اور خوشامد اور چاپلوسی کی باتیں کرتے تھے۔ ان منافقین نے لفظ سفہاء سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طنز کیا اور کہا کہ (معاذ اللہ) ہم ان بیوقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں جو اپنے دُنیا کے نفع ونقصان کو بھی نہیں سوچتے۔

اور یہ اُس وقت کے منافقین ہی نہیں بلکہ ہر زمانہ کے گمراہوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ جو ان کو صحیح دین کی راہ بتائے اس کو وہ بے وقوف وکم عقل قرار دیتے ہیں۔ مگر قرآنی ارشاد جیسا کہ منافقین مدینہ کے متعلق صحیح اور اٹل تھا۔ اسی طرح اب بھی اور آج بھی اٹل ہے اور وہ یہ ہے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ یاد رکھو بے شک یہی ہیں بیوقوف لیکن اس کا علم نہیں رکھتے یہاں بھی حق تعالیٰ نے منافقین کا پرزور اور تاکید کے ساتھ رد فرمایا کہ اصل میں بیوقوف وکم عقل تو وہ خود ہیں کہ جو دین الٰہی اور دین حق کو بھی طرح قبول کرنے والوں پر کم عقلی کا الزام لگا رہے ہیں اور پھر ان منافقین کی جہالت اور نادانی کا یہ عالم کہ اپنی اس کھلی ہوئی حماقت کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔

یہ آیت واضح ثبوت ہے اس بات کا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایمان اس قدر کامل اور نفاق سے بالکل پاک اور خدا کے نزدیک ایسا مقبول اور پسندیدہ ہے کہ اُسے منافقین کے سامنے بطور نمونہ پیش کیا گیا نیز اس مؤمن اور مخلص جماعت کو بیوقوف کہنے والوں کو پرلے درجے کا احمق وبیوقوف قرار دیا گیا۔

آگے ان منافقین کی تیسری خباثت ظاہر فرمائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا اور جب منافقین ملتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ اور جب یہ منافقین اپنے شیطانوں کے پاس تنہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم مسلمانوں سے تو استہزاء کرتے ہیں تو یہاں شیاطین سے مراد سردار و رؤسائے یہود اور منافقین اور کفر و شرک کے لیڈر ہیں۔ شیطان کا لفظ عربی زبان میں بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ ہر سرکش اور بھڑکانے اور گمراہ کرنے والے کو شیطان کہتے ہیں۔ انسان، جنات، حیوانات سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

آگے منافقین کی اس احمقانہ بات کا جواب دیا جاتا ہے۔

اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَیَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ یعنی یہ منافقین بے شعور سمجھتے ہیں کہ ہم دورخی برت کر مسلمانوں سے استہزا کرتے ہیں اور ان کو بیوقوف بنا رہے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ خود بیوقوف بن رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو ڈھیل دیکر خود انہی کے ساتھ استہزا کا سامان کر دیا ہے کہ جب اپنی شرارت اور کفر میں خوب کامل ہو جائیں اور جرم سنگین ہو جائے اس وقت پھر دفعتاً پکڑ لئے جائیں چونکہ یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن منافقین کے استہزاء کے مقابلہ میں تھا اس لئے اس کو بھی استہزاء کہہ دیا گیا۔

اخیر میں ان منافقین کے بارہ میں فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ۝ یعنی ان منافقین کو تجارت کا سلیقہ بھی نہ ہوا کہ ہدایت جیسی اچھی چیز چھوڑ دی اور گمراہی جیسی بُری چیز خرید لی، منافقین اکثر چونکہ کاروباری اور تجارتی لوگ تھے اس لئے ان کو تجارت کی تمثیل سے سمجھایا گیا کہ ان لوگوں کو تجارت اور سوداگری کا بھی سلیقہ نہ آیا۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! ہم کو دین کی صحیح فہم اور سمجھ عطا فرمادے تا کہ ہم حق و باطل اور نیک و بد میں تمیز کر سکیں، اور حق کو اختیار کر لیں اور باطل سے گریز کریں۔

یا اللہ! اس دنیا کی زندگی میں ہم کو آخرت کی تجارت اور کمائی کی توفیق عطا فرما، اور دین کو کھو کر دنیا کے کمانے سے کامل طور پر بچا۔

یا اللہ! آج بھی جو منافقین ہمارے ملک میں یا عالم اسلام میں گھسے ہوئے ہیں ان کی چالبازیوں سے مسلمانوں کی حفاظت فرما اور اُمتِ مسلمہ کو صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق دائمی عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ

مَثَلُهُمْ	كَمَثَلِ	الَّذِى	اسْتَوْقَدَ	نَارًا	فَلَمَّآ	اَضَآءَتْ	مَا حَوْلَهٗ	ذَهَبَ	اللّٰهُ	بِنُوْرِهِمْ	وَتَرَكَهُمْ
انکی مثال	جیسے مثال	وہ جس نے	آگ بھڑکائی	آگ	پھر جب	روشن کردیا	اسکا اردگرد	چھین لی	اللہ	انکی روشنی	اور انہیں چھوڑ دیا

انکی حالت اس شخص کی حالت کے مشابہ ہے جس نے کہیں آگ جلائی ہو پھر جب روشن کردیا ہو اس آگ نے اس شخص کے گرداگرد کی سب چیزوں کو ایسی حالت میں سلب کرلیا ہو

فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ

فِىْ	ظُلُمٰتٍ	لَا يُبْصِرُوْنَ	صُمٌّ	بُكْمٌ	عُمْىٌ	فَهُمْ	لَا يَرْجِعُوْنَ	اَوْ	كَصَيِّبٍ	مِّنَ	السَّمَآءِ
میں	اندھیرے	وہ نہیں دیکھتے	بہرے	گونگے	اندھے	سو وہ	نہیں لوٹیں گے	یا	جیسے بارش	سے	آسمان

اللہ تعالیٰ نے انکی روشنی کو اور چھوڑ دیا ہو انکو اندھیروں میں کہ کچھ دیکھتے بھالتے نہ ہوں بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو یہ اب رجوع نہ ہوں گے یا ان منافقوں کی ایسی مثال ہے

فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ

فِيْهِ	ظُلُمٰتٌ	وَرَعْدٌ	وَبَرْقٌ	يَجْعَلُوْنَ	اَصَابِعَهُمْ	فِىْ	اٰذَانِهِمْ	مِنَ	الصَّوَاعِقِ	حَذَرَ
اس میں	اندھیرے	اور گرج	اور بجلی کی چمک	وہ ٹھونس لیتے ہیں	اپنی انگلیاں	میں	اپنے کان	سبب	کڑک (بجلی)	ڈر

جیسے بارش ہو آسمان کی طرف سے اسمیں اندھیری بھی ہو اور رعد و برق بھی ہو جو لوگ اس بارش میں چل رہے ہیں وہ ٹھونسے لیتے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کڑک کے سبب

الْمَوْتِ ۗ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۗ كُلَّمَآ اَضَآءَ

الْمَوْتِ	وَاللّٰهُ	مُحِيْطٌ	بِالْكٰفِرِيْنَ	يَكَادُ	الْبَرْقُ	يَخْطَفُ	اَبْصَارَهُمْ	كُلَّمَا	اَضَآءَ
موت	اور اللہ	گھیرے ہوئے	کافروں کو	قریب ہے	بجلی	اُچک لے	انکی نگاہیں	جب بھی	وہ چمکی

اندیشہ موت سے اور اللہ تعالیٰ احاطہ میں لئے ہوئے ہیں کافروں کو برق کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اُنکی بینائی اُسنے لی جہاں ذرا انکو بجلی کی چمک ہوئی

لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۗ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ

لَهُمْ	مَشَوْا	فِيْهِ	وَاِذَا	اَظْلَمَ	عَلَيْهِمْ	قَامُوْا	وَلَوْ	شَآءَ	اللّٰهُ	لَذَهَبَ	بِسَمْعِهِمْ
ان پر	چل پڑے	اس میں	اور جب	اندھیرا ہوا	ان پر	وہ کھڑے ہوئے	اور اگر	چاہتا	اللہ	چھین لیتا	انکی شنوائی

تو اسکی روشنی میں چلنا شروع کیا اور جب اُن پر تاریکی ہوئی پھر کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے تو انکے گوش و چشم سلب کرلیتے

وَاَبْصَارِهِمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾

وَاَبْصَارِهِمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَىْءٍ	قَدِيْرٌ
اور انکی آنکھیں	بیشک	اللہ	پر	ہر	چیز	قادر

بلاشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔

منافقین کی دو قسمیں اور ان کی مثالیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین دو قسم کے تھے ایک تو وہ جو دل سے اسلام کے پکے دشمن تھے اور دل کھول کر کفر اختیار کئے ہوئے تھے مگر بظاہر زبان سے مسلمانوں کے ساتھ ہونے اور مسلمانوں کے ہمدرد و رفیق ہونے کا دعویٰ کرتے تھے دوسرے وہ جو طبیعت کے کمزور اور دِل کے کچے تھے اور اسلام کے حق ہونے میں کبھی کبھی تردّد ہوتا تھا اور کبھی اسلام کی خوبیاں دیکھ کر کچھ کچھ اُدھر میلان ہونے لگتا تھا مگر جب اغراضِ نفسانی کا غلبہ ہوتا اور ذاتی دُنیوی مفاد پیشِ نظر ہوتا تو پھر وہ دلی میلان مبدل بہ انکار ہو جاتا۔ قرآن کریم نے ان آیات میں ان دنوں قسم کے منافقین کی مثالیں دی ہیں۔

پہلی قسم کے منافقین کی حالت اس شخص کی حالت کے مشابہ ہے جس نے سخت اندھیری رات میں کہیں آگ جلائی ہو اور اس آگ کی روشنی سے اردگرد کی تمام چیزیں روشن ہوگئیں اور وہ اس قابل ہو گیا ہو کہ اردگرد میں نفع نقصان کی چیزوں میں فرق کر سکے مگر اچانک اس کی آنکھ کی روشنی اللہ تعالیٰ نے چھین لی ہو کہ اب اُسے کچھ دکھائی نہیں دیتا اور وہ روشنی کے باوجود اندھوں کی طرح دیکھ بھال نہیں سکتا تو جس طرح یہ شخص روشنی ہونے کے بعد اندھیرے میں رہ گیا اسی طرح منافقین باوجود نورِ حق واضح ہونے کے ظلمت ضلالت میں جا پھنسے اور اس طرح جہالت و ضلالت کے اندھیرے میں پھنس کر اُن کی یہ حالت ہوگئی کہ گویا بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں اُن کے کان حق بات سننے کے قابل نہ رہے اور زبان ان کی حق بات کہنے کے لائق نہ رہی اور آنکھیں حق دیکھنے کے کام کی نہ رہیں تو ایسی حالت میں ان کے حق کی طرف رجوع ہونے کی کیا اُمید ہے۔

یعنی خدائے تعالیٰ نے ہدایت کی مشعل جلائی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر دین اسلام کو روشن کیا تو مخلوق کو اس روشنی میں منزل مقصود کا راستہ معلوم ہو گیا لیکن منافق اندھے بن گئے اور جب آنکھ میں روشنی اور نور ہی نہیں تو مشعل کی روشنی سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، نہیں لوٹیں گے۔ یہ منافقین اگرچہ ظاہری طور پر بہرے نہیں تھے لیکن بہرہ اس لئے کہا گیا کہ وہ دین حق کی باتیں سنتے نہ تھے یا سنتے تو ٹال دیتے گویا کہ بہرے ہیں کہ سنتے ہی نہیں۔

اگرچہ ان منافقین کی زبانیں موجود تھیں لیکن سچی بات کہنے اور پوچھنے سے گریز کرتے تھے اور حق بات کا اقرار نہ کرتے تھے اس طرح گویا وہ گونگے ہوئے کہ بول ہی نہیں سکتے منافقین آنکھیں رکھنے کے باوجود اللہ کی نشانیاں اور راہ حق دیکھ کر قبول نہیں کرتے تھے اس لئے انہیں اندھا کہا گیا۔

دوسری قسم کے منافقین کہ جو دِل کے کچے تھے کہ کبھی اسلام کی خوبی دیکھ کر ادھر میلان ہوتا اور پھر اغراض نفسانی اور ذاتی مفاد پیش نظر ہوتا تو یہ میلان پھر بدل جاتا ایسے منافقین کے متعلق فرمایا گیا کہ اُن کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے موسلا دھار بارش ہو رہی ہو اور سخت اندھیری رات ہو اور بادل کی آواز اور بجلی کی چمک بھی ہو تو جو لوگ اس بارش میں چل رہے ہیں وہ اپنے کانوں میں کڑک کے سبب اندیشہ موت سے انگلیوں کو ٹھونس لیتے ہیں اور بجلی کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ان کی بینائی اس نے لی اور جہاں بجلی کی چمک اور روشنی ہوئی تو اس کی روشنی میں چلنا شروع کیا اور جب اُن پر تاریکی ہوئی پھر کھڑے کے کھڑے رہ گئے تو یہاں مثال سے یہ سمجھایا گیا کہ جس طرح لوگ اندھیری طوفانی بارش میں کبھی چلنے سے رُک

جاتے ہیں کبھی موقع پاکر آگے چلنے لگتے ہیں اسی طرح تردد میں پڑے ہوئے منافقین ہیں، کہ کبھی آثار غلبہ اسلام میں نور اسلام کی جھلک دیکھ کر اُدھر کو بڑھنے لگتے ہیں اور کبھی خودغرضی کی ظلمت میں پڑ کر حق سے رُک جاتے ہیں مفسرین نے لکھا ہے کہ قیامت میں بھی ان منافقین کا یہی حال رہے گا جبکہ لوگوں کو ان کے ایمان کے اندازہ کے مطابق نور ملے گا بعض کو کئی کئی میلوں تک کا بعض کو اس سے بھی زیادہ، کسی کو اس سے کم یہاں تک کہ کسی کو اتنا نور ملے گا کہ کبھی وہ روشن ہوگا اور کبھی اندھیرا کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو ذرا سی دُور چل سکیں گے پھر ٹھہر جائیں گے پھر ذرا سی دور کا نور ملے گا پھر بجھ جائے گا اور بعض وہ بے نصیب بھی ہونگے کہ ان کا نور بالکل بجھ جائے گا یہ پورے منافق ہونگے۔

منافقین کو تنبیہ

الغرض منافقین کی یہ دونوں مثالیں بیان فرما کر اخیر میں ان کو ایک دھمکی دی جاتی ہے اور تنبیہ کی جاتی ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے احاطۂ قدرت سے باہر نہیں ان کی خباثتوں اور شرارتوں اور منافقانہ رویہ پر ہر وقت اور ہر حال میں وہ ہلاک وتباہ و برباد کیے جا سکتے ہیں اور ان کی دیکھنے اور سننے کی طاقتیں بھی سلب کی جا سکتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس لئے حق کو چھوڑ کر ان کو مطمئن نہ ہوجانا چاہئے بلکہ اللہ کی قدرت سے ڈرنا اور خوف کھانا چاہئے کہ وہ ہر وقت اور ہر حال میں سزا دے سکتا ہے۔

اس وقت کے مسلمانوں کو بھی غور کرنا چاہئے کہ خدانخواستہ ہماری حالت تو کسی درجہ میں منافقین سے مشابہت نہیں رکھتی؟

دُعاء کیجئے:

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو سچا اسلام اور ایمان کامل نصیب فرمائیں اور ہر طرح کی منافقانہ خصلتوں سے ہمارے نفوس کو پاک رکھیں اور اپنے نور ہدایت سے ہمارے قلوب کو منور فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾

يٰۤاَيُّهَا	النَّاسُ	اعْبُدُوْا	رَبَّكُمُ	الَّذِيْ	خَلَقَكُمْ	وَالَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ
اے	لوگو	تم عبادت کرو	اپنا رب	جس نے	تمہیں پیدا کیا	اور وہ لوگ جو	سے	تم سے پہلے	تا کہ تم	پرہیزگار ہو جاؤ

اے لوگو! عبادت اختیار کرو اپنے پروردگار کی جس نے تمکو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی کہ تم سے پہلے گذر چکے ہیں تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ

الَّذِيْ	جَعَلَ	لَكُمُ	الْاَرْضَ	فِرَاشًا	وَ	السَّمَآءَ	بِنَآءً	وَ	اَنْزَلَ	مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً	فَاَخْرَجَ
جس نے	پیدا کیا	تمہارے لئے	زمین	فرش	اور	آسمان	چھت	اور	اس نے اتارا	سے	آسمان	پانی	پھر نکالا

وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت اور برسایا آسمان سے پانی پھر پردۂ عدم سے نکالا

بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

بِهٖ	مِنَ	الثَّمَرٰتِ	رِزْقًا	لَكُمْ	فَلَا	تَجْعَلُوْا	لِلّٰهِ	اَنْدَادًا	وَّاَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ
اسکے ذریعہ	سے	پھل (جمع)	رزق	تمہارے لئے	سو نہ	ٹھہراؤ	اللہ کیلئے	کوئی شریک	اور تم	جانتے ہو

بذریعہ اس پانی کے پھلوں سے غذا کو تم لوگوں کے واسطے اب تو مت ٹھہراؤ اللہ پاک کے مقابل اور تم تو جانتے بوجھتے ہو

توحید کی دعوتِ عام اور اس کے دلائل:

تمام انسانوں کو خطاب کر کے اُن کے سامنے اصل تقویٰ حاصل کرنے کی راہ واضح کی جاتی ہے اور دعوتِ توحید دی جاتی ہے، کیونکہ توحید کی پابندی ہی سے تقویٰ حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں تمام انسانوں کو خطاب کر کے حکم دیا جاتا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ

عبادت کے معنی ہیں اپنی پوری طاقت مکمل فرمانبرداری میں صرف کرنا اور خوف وعظمت کے پیشِ نظر نافرمانی سے دُور رہنا یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کو عاجزی وادب کے ساتھ ماننا، اب اس میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وغیرہ اعمال وعبادات بھی شامل ہیں اور صحیح عقائد وتصدیقات معاملات وسیاسیات آدابِ معاشرت واخلاقیات وغیرہ بھی داخل ہیں۔ پھر یہاں یوں فرمایا کہ اپنے

رب یعنی ہر وقت اور ہر حال میں پرورش کرنے والے کی عبادت کرو۔ یہاں لفظ ''رب'' کا انتخاب کرنے میں یہ حکمت ہے کہ اس لفظ کے استعمال سے دعویٰ کے ساتھ دلیل بھی آ گئی کہ عبادت کا مستحق وہی ہے جو تمہیں پالتا ہے چنانچہ آگے فرمایا:

الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

یعنی اُوپر جو ''رب'' کی عبادت کا حکم يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ میں دیا گیا تھا اس کی پہلی عقلی دلیل خَلَقَكُمْ میں دی گئی یعنی تمہیں پیدا کیا اور نعمت وجود سے سرفراز فرمایا اس لئے وہی عبادت کے لائق ہے۔

دوسری دلیل وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ میں دی گئی۔ یعنی تمہارے آباؤ اجداد اور دوسرے تمام انسانوں کا خالق بھی وہی ہے اور سب اپنے ایجاد و وجود اور ہستی میں اس کے محتاج ہیں لہٰذا قابلِ

عبادت و پرستش وہی ہے پھر آگے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ میں یہ بتایا گیا کہ اس کی اطاعت گزاری اور عبادت کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی ذاتی فائدہ نہیں، بلکہ اس سے سراسر انسان ہی کا نفع ہے کہ اس کو عبادت سے تقویٰ کی صفت حاصل ہو جائے گی اور آتشِ جہنم سے بچ جائے گا۔

تیسری دلیل اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا میں دی گئی یعنی جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش کی طرح بنا دیا کہ تم اس پر چل پھر سکتے ہو بیٹھ سکتے ہو، لیٹ سکتے ہو اپنا گھر بار بنا سکتے ہو، اس پر اپنا کاروبار کر سکتے ہو یہ زمین نہ اتنی نرم ہے کہ جس پر قرار نہ ہو سکے، نہ لوہے کی طرح سخت ہے بلکہ نرمی اور سختی کے درمیان ایسا بنایا گیا جو عام انسانی ضروریات زندگی میں کام دے سکے۔

چوتھی دلیل فرمائی وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً یعنی آسمان کو اللہ تعالیٰ نے خیمہ کی چھت کی طرح بنا کر کھڑا کر دیا، گویا یوں سمجھو کہ یہ سارا عالم بمنزلہ ایک مکان کے ہے کہ آسمان اس کی چھت ہے اور زمین اس کا فرش ہے اور چاند سورج اور ستارے وسیارے اس گھر کے شمع و چراغ ہیں۔

پانچویں دلیل فرمائی وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ یعنی بارش کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کر کے اس سے تمہارے لئے روزی پیدا کی، انسانوں کے روزمرہ کے کھانے پینے کی چیزیں مثلاً غلہ، اناج، سبزی، ترکاری، پھل، میوے ان سب کا زمین سے اُگنے اور پیدا ہونے کا انتظام اللہ تعالیٰ ہی نے فرمایا تو یہاں پانچ قسم کے دلائل اللہ تعالیٰ کے معبود اور اس کی ہی عبادت کرنے کیلئے دیئے گئے تاکہ ہر انسان غور کر لے کہ اس کو عدم سے وجود میں لانے والا، اور پھر انسانوں کی تربیت اور پرورش کے سارے سامان مہیا کرنے والا بجز حق تعالیٰ جل وعلیٰ کے کوئی نہیں، تو عبادت و بندگی کا حق دار بھی اس کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

اس لئے اخیر میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی اے انسانو! جب تم نے جان لیا کہ تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا، زمین وآسمان کا اور ساری کائنات کا خالق و مالک و رازق بجز حق تعالیٰ کے کوئی نہیں، تو عبادت و بندگی کا دوسرا مستحق کون ہو سکتا ہے کہ اس کو خدا کا مقابل، ساجھی یا شریک ٹھہرایا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ سے مکہ والوں کو خطاب ہوتا ہے اور یاایھا الذین آمنوا سے اہل مدینہ مخاطب ہوتے ہیں چونکہ مکہ میں مسلمان کم اور کافر زیادہ تھے اس لئے (اے لوگو) جو دونوں فریق پر بولا جا سکتا ہے استعمال ہوتا ہے اور مدینہ میں مسلمان زیادہ اور کافر کم تھے اس لئے (مسلمانو) کہہ کر خطاب ہوتا ہے۔

دُعاء کیجئے:

کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور اپنی ذاتِ عالی کی معرفت کاملہ عطا فرمائیں۔

یا اللہ اپنی عبادت و بندگی کی توفیق ہم کو نصیب فرما، اور جو کچھ ٹوٹی پھوٹی عبادت ہم سے ہو جاتی ہے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ

وَاِنْ	كُنْتُمْ	فِيْ	رَيْبٍ	مِّمَّا	نَزَّلْنَا	عَلٰى	عَبْدِنَا	فَاْتُوْا	بِسُوْرَةٍ	مِّنْ	مِّثْلِهٖ	وَ	ادْعُوْا	شُهَدَآءَكُمْ
اور اگر	تم ہو	میں	شک	سے جو	ہم نے اُتارا	پر	اپنا بندہ	تو لے آؤ	ایک سورۃ	سے	اس جیسی	اور	بلا لو	اپنے مددگار

اور اگر تم لوگ کچھ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندۂ خاص پر تو اچھا پھر تم بنالاؤ ایک سورت جو اسکے ہم پلہ ہو اور بلالو اپنے حمایتیوں کو

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ

مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ	فَاِنْ	لَّمْ تَفْعَلُوْا	وَلَنْ تَفْعَلُوْا	فَاتَّقُوْا	النَّارَ	الَّتِيْ
سے	سوا	اللہ	اگر	تم ہو	سچے	پھر اگر	تم نہ کرسکو	اور ہرگز نہ کرسکو گے	تو ڈرو	آگ	جسکا

جو خدا سے الگ ہیں اگر تم سچے ہو پھر اگر تم یہ کام نہ کر سکے اور قیامت تک بھی نہ کرسکو گے تو پھر ذرا بچتے رہیو دوزخ سے جس کا ایندھن

وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾

وَقُوْدُهَا	النَّاسُ	وَ	الْحِجَارَةُ	اُعِدَّتْ	لِلْكٰفِرِيْنَ
اسکا ایندھن	انسان	اور	پتھر	تیار کی گئی	کافروں کیلئے

آدمی اور پتھر ہیں تیار رکھی ہے کافروں کے واسطے

معجزۂ قرآن

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ثبوت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بہت سے معجزات عطا ہوئے لیکن ان تمام معجزات میں سب سے بڑا علمی معجزہ قرآن پاک ہے جو آپ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے خود ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو ایسے معجزات دیئے گئے کہ جنہیں دیکھ کر لوگ ان پر ایمان لائے اور میرا معجزہ خدا کی وحی یعنی قرآن پاک ہے، اس لئے مجھے اُمید ہے کہ میرے تابعدار بہ نسبت اور نبیوں کے بہت زیادہ ہوں گے۔ لیکن کفارِ مکہ اور مشرکین عرب کو قرآن پاک کے دلیل نبوت یعنی وحی الٰہی ہونے میں شک اور شبہ تھا اور ان کا یہ کہنا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عام مصنفین کی طرح اس کو خود ہی تھوڑا تھوڑا تصنیف کر لیتے ہیں اور لوگوں کو کلامِ الٰہی بتا کر سنا دیتے ہیں، منکرین و مشرکین کے اس الزام کو دلیل کے ساتھ رفع فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں پہلے فرمایا جاتا ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

یعنی اس کتاب کے کلامِ الٰہی ہونے میں تو ذرہ برابر کوئی شک و تردد نہیں جیسا کہ ابتدائے سورۃ ہی میں بتا دیا گیا ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ یہ کتاب ایسی ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں، لیکن اگر تم قصورِ فہم یا عناد کی وجہ سے اس کتاب کے بارہ میں جس کو ہم نے اپنے بندہ پر بتدریج نازل کیا کسی شک اور شبہ و تردد میں مبتلا ہو گئے ہو تو تم بھی اُسی طرح ایک چھوٹی سے سورۃ جو فصاحت و بلاغت اور ہدایت و ارشاد علوم و معارف، حُسنِ معانی اور لطائف اور احکام میں اس کتاب کے مشابہ ہو لے آؤ۔ کیونکہ تم بھی اہلِ زبان ہو اور تم بھی اسی قوم، اسی شہر اور اسی ملک کے افراد ہو بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اُمّی ہیں یعنی پڑھنا لکھنا بھی نہیں

جانتے اورتم توشعروشاعری، سخن پروری اورقوتِ کلامیہ میں بڑھ 3
چڑھ کر ہواورتم توہرمجلس میں اور میلے میں شاعری اور خطابت کا
مقابلہ کرنے جاتے ہولیکن اس قوت کلامی کے باوجود پورا قرآن
نہ سہی اس کا نصف یا ثلث بھی نہ سہی اس کی کسی ایک چھوٹی سی
سورۃ ہی کے برابر تم تصنیف کر دیکھو۔اور اگر تم تنہا نہیں بنا سکتے تو
وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ یعنی اپنے
مددگاروں کو اپنے فصحا و بلغاء اور جن وانس کو جمع کر کے ان سے
بھی امداد حاصل کرو اور اس کی مثل ایک سورۃ ہی بنا لاؤ۔
یہ ایک کھلا ہوا قرآنی چیلنج تھا کہ جو اپنے بے مثال اور بے مثل
ہونے کے بارہ میں دیا گیا، اور صرف یہیں اس مدنی سورۃ میں نہیں
بلکہ اس سے قبل کئی مکی سورتوں میں بھی دُنیا کے سامنے یہ چیلنج پیش کیا
اگرچہ قرآن ساری دُنیا کیلئے آیا لیکن اس کے بلاواسطہ اور پہلے
مخاطب عرب تھے جن کو اور کوئی علم و فن آتا تھا یا نہیں مگر زبان دانی
اور فصاحت و بلاغت میں وہ اپنے کو اقوام دُنیا سے ممتاز جانتے تھے
قرآن ان کو مخاطب کر کے چیلنج کرتا ہے کہ اگر تمہیں میرے کلام الٰہی
ہونے میں کچھ شبہ ہے تو تم میری جیسی ایک ہی سورۃ بنا کر دکھادو۔
اب غور کیجئے کہ کفار مکہ اور مشرکین عرب نے قرآن اور
اسلام کے مٹانے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور مغلوب
کرنے میں اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا یا جان، مال، عزت، آبرو
سب کچھ سردھڑ کی بازی لگائی اور سبھی کچھ کر گزرے مگر یہ کسی سے
نہ ہوسکا کہ قرآن کے چیلنج کو قبول کرتا اور چند سطریں اس کلامِ
الٰہی کے مقابلہ میں پیش کر دیتا آج قریب چودہ سو برس کا طویل
زمانہ گزر رہا ہے کوئی شخص قرآن کا مثل نہ لا سکا شام، دمشق،
بیروت، مصر، فلسطین وغیرہ میں لاکھوں عیسائی اور یہودی موجود
ہیں ان میں تو ایسے ایسے ادیب اور ماہر زبان موجود ہیں جنہوں
نے لغاتِ عربیہ پر بڑی ضخیم کتابیں لکھ ڈالیں لیکن وہ قرآن کی
ایک ہی سورۃ کے برابر لکھنے کی جرأت نہ کر سکے؟ حقیقت یہ ہے
کہ جو شخص جتنا زیادہ عربیت کا ماہر ہے اس پر اتنا ہی زیادہ رُعب
کلامِ قرآنی کا غالب آجاتا ہے۔
ایک ایک لفظ فصاحت و بلاغت سے پُر ہے، پھر کلام کی ترتیب
الفاظ کی بندش، عبارت کی روانی، معانی کی نورانیت، مضمون کی
پاکیزگی، سونے پر سہاگہ ہے، بار بار پڑھو دل نہ اُکتائے، مضامین
سمجھتے جاؤ اور ختم نہ ہوں یہ قرآن پاک ہی کا خاصہ ہے۔
آگے فرمایا فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا پھر اگر ایسا نہ کرسکو
اور بیشک ایسا نہ کرسکو گے یعنی ایک اعجاز تو قرآن کریم کا یہ بتایا گیا
کہ کوئی اس کے مثل کبھی نہیں لاسکتا اور دوسرا اعجاز یہ ہے کہ پہلے ہی
پیشگوئی فرمادی گئی اور غیب کی خبر دے دی گئی کہ قیامت تک کوئی
شخص اس کے مثل کلام نہیں لاسکتا چنانچہ بحمد اللہ چودہ سو برس گذر
گئے اور ہر زمانہ میں قرآن کے مخالفین رہے ہیں مگر کوئی اب تک ایسا
نہ کرسکا اور نہ قیامت تک ایسا ممکن ہے اب اسکا نتیجہ فرمایا جاتا ہے
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ
یعنی جب یہ قطعاً معلوم ہوگیا کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے اور
محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن پر اُتارا گیا خدا کے سچے پیغمبر ہیں تو اے
منکرین اگر اب بھی تم کفر و انکار پر اڑے رہے تو تمہارا ٹھکانا جہنم
کی آگ ہوگی جس کا ایندھن خدا کے نافرمان بندے اور پتھر ہوگا
اور جو تم جیسے منکرین و معاندین کے لئے تیار کی گئی ہے۔
اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ سے اور قرآن کریم کی دوسری آیات سے
یہ صاف ظاہر ہے کہ جہنم پیدا شدہ اور اب موجود ہے۔ احادیث
سے بھی یہی ظاہر ہے۔ ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن دوزخ کو اس جگہ سے
جہاں اس کو اللہ نے پیدا کیا ہے اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی
ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ ستر ہزار فرشتوں کے ہاتھوں
میں ہوگی اور وہ فرشتے اُسے کھینچتے ہوئے لائیں گے۔
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

وَ	بَشِّرِ	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	اَنَّ	لَھُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِیْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ
اور	خوشخبری دو	جولوگ	ایمان لائے	اور	انہوں نے عمل کئے	نیک	کہ	انکے لئے	باغات	بہتی ہیں	سے	انکے نیچے	نہریں

اور خوشخبری سنا دیجئے آپ اے پیغمبر ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور کام کئے اچھے اس بات کی کہ بیشک اُنکے واسطے بہشتیں ہیں کہ چلتی ہوں گی انکے نیچے سے نہریں

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا ھٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ

كُلَّمَا	رُزِقُوْا	مِنْهَا	مِنْ	ثَمَرَةٍ	رِّزْقًا	قَالُوْا	ھٰذَا	الَّذِیْ	رُزِقْنَا	مِنْ	قَبْلُ	وَاُتُوْا	بِهٖ
جب بھی	کھانے کو دیا جائیگا	اس سے	سے	کوئی پھل	رزق	وہ کہیں گے	یہ	وہ جو کہ	ہمیں کھانے کو دیا گیا	سے	پہلے	حالانکہ انہیں دیا گیا	اس سے

جب کبھی دیئے جائیں گے وہ لوگ اُن بہشتوں میں سے کسی پھل کی غذا تو ہر بار میں یہی کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہم کو ملا تھا اس سے پیشتر اور ملے گا بھی انکو

مُتَشَابِهًا ؕ وَلَھُمْ فِیْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّھُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

	مُتَشَابِهًا	وَلَھُمْ	فِیْهَا	اَزْوَاجٌ	مُّطَهَّرَةٌ	وَّھُمْ	فِیْهَا	خٰلِدُوْنَ	
	ملتا جلتا	اور انکے لئے	اس میں	بیویاں	پاکیزہ	اور وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے	

دونوں بار کا پھل ملتا جلتا اور انکے واسطے ان بہشتوں میں بیویاں ہونگی پاک صاف کی ہوئی اور وہ لوگ ان بہشتوں میں ہمیشہ کو بسنے والے ہوں گے

بَشِّرْ : فعل امر واحد مذکر حاضر، بمعنی تو خوشخبری دے، تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کے نیچے نہریں بہنے کی متعدد صورتیں ہوسکتی ہیں

۱- باغوں کے نیچے زیر زمین بہتی ہوں۔

۲- نہریں باغات کے مالکوں کے حکم کے مطابق بہتی ہیں۔

۳- یہ نہریں صرف باغات کی آب پاشی کیلئے نہیں بلکہ اور بھی صفات ہیں کہ ان کا پانی عمدہ ترین ہوگا خالص وعمدہ دودھ، شہد اور شراب کی نہریں ہوں گی۔ جَنّٰتٍ : یہ جَنَّۃٌ کی جمع ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جنتیں سات ہیں

۱- جنت الفردوس، ۲- جنت عدن ۳- جنت النعیم

۴- دار الخلد ۵- جنت الماویٰ ۶- دار السلام

۷- علیین۔ اَزْوَاجٌ یہ زَوْجٌ کی جمع ہے بمعنی جوڑے اور ہم مثل چیزیں خواہ نر ہوں خواہ مادہ۔

مؤمنین کیلئے جنت کی خوشخبری:

گزشتہ آیت میں تصدیق رسالت محمدی کے سلسلہ میں قرآن کریم کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے تمام منکرین کو چیلنج دیا گیا تھا اور کہا تھا اب جو بھی اس قرآن کا منکر ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کرے گا تو وہ آخرت میں عذاب جہنم میں مبتلا ہوگا اب ان کے مقابلہ میں اس آیت میں بشارت اور خوشخبری سنائی جاتی ہے ان کو جو اس قرآن پر ایمان رکھنے والے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن پر یہ کلام نازل ہوا ان کو اللہ کا سچا رسول مانتے ہیں کہ آخرت میں ان کو جنت کے باغات نصیب ہوں گے اور وہاں طرح طرح کی لازوال نعمتیں اور راحتیں میسر ہوں گی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ بشارت دے دیجئے اور خوشخبری سنا دیجئے اُن لوگوں کو جو اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کی نازل کی ہوئی کتاب قرآن کریم پر ایمان لائے اور احکام الٰہیہ کے مطابق اعمالِ صالحہ کئے۔

اب وہ بشارت اور خوشخبری کیا ہے؟ ارشاد فرمایا اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کہ ایسے لوگوں کے لئے جنت یعنی عجیب قسم کے باغات ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جنت لغت میں باغ کو کہتے ہیں لیکن اصطلاح شریعت میں اس خاص جگہ کا نام ہے جو مومنین و مسلمین اور نیکوں و متقین کو آخرت میں عطا ہوگی اور جہاں خیر ہی خیر، انعام ہی انعام، راحت ہی راحت، چین ہی چین، نعمت ہی نعمت ہوگی اور وہ بھی ابدالآباد کے لئے کہ ان کو زوال اور فنا نہ ہوگا۔

اب آگے جنت کے بعض حالات اور وہاں کی بعض نعمتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

یعنی اہل جنت کو جنت کے پھل جب ایک مرتبہ دینے کے بعد دوسری مرتبہ دیئے جائیں گے تو وہ ان پھلوں کی ظاہری شکل وصورت پہلے دیئے گئے پھلوں کے مشابہ ہونے کی وجہ سے کہیں گے کہ یہ پھل تو وہی ہیں جو ہم کو پہلے دیئے گئے تھے۔ جو ہم کھا چکے ہیں لیکن جب ان کو کھائیں گے تو معلوم ہوگا کہ ان کا ذائقہ پہلے پھلوں سے بالکل مختلف اور جدا ہے یعنی جنت میں جو پھل جنتیوں کو دیا جائے گا وہ ظاہری شکل وصورت میں پہلے دیئے گئے پھلوں سے ملتا جلتا ہوگا مگر ذائقہ ہر ایک کا جداگانہ ہوگا۔ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ پھلوں کے متشابہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ جنت کے پھل صورت اور شکل میں دُنیا کے پھلوں کی طرح ہوں گے تو جب اہل جنت کو جنت میں پھل ملیں گے تو وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی پھل ہیں جو دُنیا میں ہمیں ملا کرتے تھے مگر جنت کے پھلوں کو دنیا کے پھلوں سے کیا نسبت؟۔

پھر یہ کہ جنت میں صرف اعلیٰ غذائیں اور مکانات ہی نہ ہوں گے بلکہ اعلیٰ درجہ کی مادی لذیذ غذاؤں کے ساتھ سکون وراحت قلب کے لئے حسب منشا رفیق بھی ملیں گے یعنی جنتیوں کو پاک وصاف بیویاں بھی نصیب ہونگی جو ہر قسم کی ظاہری وباطنی گندگیوں سے پاک صاف ہونگی ظاہری گندگیاں جیسے میل کچیل، غلاظت وکثافت، بول وبراز، حیض ونفاس وغیرہ اور باطنی گندگیاں جیسے ناشائستہ اخلاق، ناپسندیدہ عادات، کج خلقی، بیوفائی وغیرہ۔ اور پھر یہ تمام جنت کی نعمتیں عارضی اور وقتی نہ ہونگی کہ کچھ مدت کے بعد زائل ہو جائیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہوں گی۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل سے ان بشارتوں کا مستحق بنائے اپنی رضا کے مقام جنت میں جگہ عطا فرمائے
نجات اور جنت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ملتی ہے ہم کیا اور ہمارے اعمال کیا چیز ہیں۔
یا اللہ! اپنے فضل سے ہمیں دنیا وآخرت کی سرخروئی عطا فرما۔ آمین
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ أَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

إِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَسْتَحْيٖٓ	أَنْ	يَّضْرِبَ	مَثَلًا	مَّا	بَعُوْضَةً	فَمَا	فَوْقَهَا	فَأَمَّا الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
بیشک	اللہ	نہیں شرماتا	کہ	وہ بیان کرے	کوئی مثال	جو	مچھر	خواہ جو	اس سے اوپر	سو جو لوگ	ایمان لائے

ہاں واقعی اللہ تعالیٰ تو نہیں شرماتے اس بات سے کہ بیان کر دیں کوئی مثال خواہ مچھر ہو خواہ اس سے بھی بڑھی ہوئی ہو سو جو لوگ ایمان لائے ہوئے ہیں خواہ کچھ ہی ہو

فَيَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَأَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا

فَيَعْلَمُوْنَ	أَنَّهُ	الْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّهِمْ	وَأَمَّا الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	فَيَقُوْلُوْنَ	مَاذَا	أَرَادَ	اللّٰهُ	بِهٰذَا
وہ جانتے ہیں	کہ وہ	حق	سے	انکے رب	اور جن لوگوں نے	کفر کیا	وہ کہتے ہیں	کیا	ارادہ کیا	اللہ	اس سے

وہ تو یہی یقین کرینگے بیشک یہ مثال بہت ہی موقع کی ہے انکے رب کی جانب سے اور رہ گئے وہ لوگ جو کافر ہو چکے ہیں سو چاہے کچھ ہی ہو جائے وہ یونہی کہتے رہیں گے

مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ إِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ الَّذِيْنَ

مَثَلًا	يُضِلُّ	بِهٖ	كَثِيْرًا	وَيَهْدِيْ	بِهٖ	كَثِيْرًا	وَمَا يُضِلُّ	بِهٖ	إِلَّا	الْفٰسِقِيْنَ	الَّذِيْنَ
مثال	وہ گمراہ کرتا ہے	اس سے	بہت لوگ	اور ہدایت دیتا ہے	اس سے	بہت لوگ	اور نہیں گمراہ کرتا	اس سے	مگر	نافرمان	جو لوگ

وہ کون سا مطلب ہوگا جس کا قصد کیا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس حقیر مثال سے گمراہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس مثال کی وجہ سے بہتوں کو اور ہدایت کرتے ہیں اسکی وجہ سے بہتوں کو اور گمراہ نہیں کرتے ہیں

يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ أَنْ يُّوْصَلَ

يَنْقُضُوْنَ	عَهْدَ	اللّٰهِ	مِنْۢ بَعْدِ	مِيْثَاقِهٖ	وَيَقْطَعُوْنَ	مَا	أَمَرَ	اللّٰهُ	بِهٖ	أَنْ	يُّوْصَلَ
توڑتے ہیں	وعدہ	اللہ	سے۔ بعد	پختہ اقرار	اور کاٹتے ہیں	جس	حکم دیا	اللہ	اس سے	کہ	وہ جوڑے رکھیں

اللہ تعالیٰ اس مثال سے کسی کو گمراہ صرف بے حکمی کرنیوالوں کو جو کہ توڑتے رہتے ہیں اس معاہدہ کو جو اللہ تعالیٰ سے کر چکے تھے اسکے استحکام کے بعد اور قطع کرتے رہتے ہیں ان تعلقات کو کہ حکم دیا ہے

وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ ۭ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٢٧﴾

وَيُفْسِدُوْنَ	فِي	الْأَرْضِ	أُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ
اور وہ فساد پھیلاتے ہیں	میں	زمین	وہی لوگ	وہ	نقصان اٹھانے والے

اللہ تعالیٰ نے انکو وابستہ رکھنے کا اور فساد کرتے رہتے ہیں زمین میں بس یہ لوگ ہیں پورے خسارہ میں پڑنے والے

منکرین کے اعتراضات اور ان کا جواب:

گزشتہ آیات میں قرآن کریم کی حقانیت ثابت فرمانے کے لئے تمام منکرین قرآن کو چیلنج دیا گیا اب جب اُن سے اس چیلنج کا مقابلہ نہ ہو سکا تو انہوں نے قرآن کریم میں دوسرے اعتراضات وشبہات نکالنے شروع کئے کہ اس کلام میں کہیں مکھی اور کہیں مکڑی

اور مچھر کی مثالیں دی ہیں اور یہ قرآن اگر اللہ کا کلام ہے تو اس میں ایسی حقیر چیزوں کا ذکر نہ ہونا چاہیے۔ اور اس کتاب میں ایسی حقیر چیزوں کا ذکر ہے اس لئے یہ (نعوذ باللہ) اللہ کی کتاب نہیں معلوم ہوتی، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور جس عنوان سے اعتراض کیا گیا تھا اسی عنوان سے اعتراض کو رد فرمایا گیا منکرین نے اعتراض اس عنوان سے بیان کیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کو شرم نہیں آتی کہ وہ مکھی اور مکڑی و مچھر کی مثالیں بیان کرے تو اُسی عنوان سے ان کا اعتراض رد فرمایا گیا اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا

بے شک اللہ تعالیٰ کو اس بات سے کچھ شرم نہیں آتی کہ کوئی مثال بیان کرے کسی مچھر کی یا اس چیز کی جو حقارت میں مچھر سے بھی بڑھ کر ہو۔ کیونکہ مثال کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ وہ بات جس کے لئے مثال دی گئی ہے خوب واضح اور روشن کر کے ذہن نشین کر دی جائے اب یہ مقصد جس مثال سے بہترین طریقہ پر پورا ہو سکے وہی مثال بہترین کہلائے گی خواہ وہ چیز جو مثال میں پیش کی گئی ہے بجائے خود کیسی ہی معمولی اور حقیر ہو مثال کیلئے یہ ضروری نہیں کہ مثال دینے والے کے مطابق ہو اس لئے منکرین کا یہ اعتراض کرنا بیوقوفی اور نادانی کی دلیل ہے کہ مچھر مکھی مکڑی کا ذکر مثال میں کیا جائے۔

آگے بتایا گیا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا یعنی ایسے احمقانہ شبہات صرف ان لوگوں کو پیدا ہوا کرتے ہیں جن کے دل و دماغ میں کفر کیوجہ سے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت مفقود ہو گئی ہے اور ایمان والوں کو ایسے شبہات، اعتراضات پیدا نہیں ہوتے۔ ایمان والے تو اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا رسول ہونے اور قرآن کریم کے اللہ کا کلام ہونے پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں اور اللہ و رسول کی باتوں پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ اگر اپنے کلام میں کوئی مثال بیان فرماتے ہیں تو اہلِ ایمان کوشش کرتے ہیں کہ اس مثال کا اصلی مطلب سمجھ لیں اور مثال سے جو سبق دینا مقصود ہے اس پر غور کریں لیکن کفار و منکرین جو اللہ کی توحید، اور رسول کی رسالت کا انکار کرتے ہیں اور جن کے دِل میں حق کی تلاش و جستجو نہیں ہوتی وہ صرف اسی ٹوہ اور فکر میں لگے رہتے ہیں کہ اللہ کے کلام میں کسی نہ کسی طرح کوئی عیب ڈھونڈیں اور خواہ مخواہ اس پر اعتراض کریں۔

نزولِ قرآن کا مومن و منکر پر اثر:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا مطلب یہ ہے کہ جیسے جیسے قرآن نازل ہوتا ہے مؤمنین اس پر ایمان لاتے ہیں اور عمل کرتے ہیں اس سے ان کا نور ہدایت اور دوبالا ہو جاتا ہے اور جن کو گمراہ فرماتا ہے یا گمراہ چھوڑتا ہے وہ منکرین ہیں کہ کلام الٰہی کے انکار سے اور اُس پر نکتہ چینی سے اُن کی تاریکی ضلالت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور ان کی گمراہی اور بڑھ جاتی ہے اور اس کی مثال بالکل ایسی۔ ہے جیسے کہ فاسد المزاج کو جس قدر بہتر اور مقوی غذا دی جائے اُسی قدر اس کے فساد اور مرض میں اضافہ ہوگا۔

آگے اسی مضمون کی مزید تشریح فرمائی جاتی ہے وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ یعنی ان مثالوں سے گمراہی صرف انہی لوگوں کا حصہ ہوتا ہے جو فاسق یعنی بے حکم اور نافرمان ہیں اور جن کو اس فسق کی نحوست سے حق طلبی کی عادت نہیں رہتی، ورنہ جن میں کچھ حق طلبی اور خوف خداوندی ہوتا ہے وہ تو ہدایت ہی حاصل کرتے ہیں یہاں آیت میں فاسق سے کافر ہی مراد ہے ورنہ ویسے تو قرآنِ کریم میں

فاسق کا لفظ کافر اور گنہگار مؤمن دونوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔

منکروں کی صفات:

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہاں فاسقین جن سے مراد کفار ومنافقین ہیں ان کی تین خصلتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

اول یہ کہ وہ اس معاہدہ کو جو اللہ تعالیٰ سے کر چکے توڑتے رہتے ہیں۔

ہر انسان چونکہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ سے اس کے معبود ہونے کا اقرار اور عہد کر چکا ہے اب اس زندگی میں جو آدمی باوجود پیغمبروں کی یاددہانی اور وحی کی راہنمائی کے اس کا انکار کرتا ہے تو وہ عہد توڑنے والا ہے اور عہد بھی جو اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا ہے چنانچہ کافر ومشرک سب اس عہد الست کو توڑنے والے ہیں۔

دوسری خصلت فاسقین کی یہ بیان فرمائی کہ وہ توڑتے ہیں اور قطع کرتے ہیں ان تعلقات کو کہ جن کو اللہ نے جوڑنے اور وابستہ رکھنے کا حکم دیا ہے اس میں وہ تمام تعلقات آگئے جو بندے اور اللہ کے درمیان ہیں جن کو حقوق اللہ کہا جاتا ہے اور وہ تعلقات بھی آگئے جو باہم بندوں کے آپس میں ہیں جن کو حقوق العباد کہا جاتا ہے جس میں اپنے ماں باپ کے، عزیز واقربا کے، اپنے پڑوسیوں اور ساتھیوں کے عام مسلمانوں کے اور عام انسانوں کے حقوق سب آگئے۔ انہی حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے کرنے کا نام دین اسلام یا شریعتِ اسلام ہے اور ان کو توڑنا فسق ہے۔

تیسری خصلت یا نشانی فاسقین کی یہ فرمائی کہ وہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اس میں ظاہری فساد بھی آگئے جیسے کسی پر ظلم کرنا کسی کی حق تلفی کرنا کسی کی بے آبروئی کرنا، کسی کا مال لے لینا وغیرہ اور باطنی فساد بھی آگئے جیسے کفر کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت یا حسد رکھنا انہی تین خصائل کو تیرھویں پارہ سورۂ رعد آیت ۲۵ میں بیان فرمایا گیا کہ ایسوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لئے اُس جہان میں بڑی خرابی ہوگی اور یہاں فرمایا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہی وہ لوگ ہیں جو پورا خسارہ اور نقصان اُٹھانے والے ہیں کہ دُنیا کی راحت چین وسکون قلب اور آخرت کی نعمت سب ہاتھ سے دے بیٹھے کیونکہ عداوت وحسد میں ہر وقت اسی ادھیڑ بن میں رہتا ہے کہ اپنے دشمن کو کس طرح گزند پہنچاؤں اس کی ترقی کس طرح روکوں یہ تو ہوا دنیا کا خسارہ اور نقصان اور آخرت کا نقصان ظاہر ہے کہ رشد وہدایت کے بدلہ گمراہی کو خریدا اور منعم حقیقی کو چھوڑ کر اس سے تعلق قطع کیا اس سے بڑھ کر اور کیا آخرت کا نقصان ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کلام پر ایمانِ صادق اور یقین کامل نصیب فرمائیں، اور اس میں شک وتردّد سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں۔ روزِ ازل عالم ارواح میں ہم نے جو عہد کیا تھا حق تعالیٰ ہم کو اس پر قائم رکھیں اور اپنے اور اپنے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں دین دُنیا کی کامیابی وکامرانی نصیب فرمائیں اور ہر طرح کے خسارہ سے ہم کو بچائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (۲۸)

كَيْفَ	تَكْفُرُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَ	كُنْتُمْ	اَمْوَاتًا	فَاَحْيَاكُمْ	ثُمَّ	يُمِيْتُكُمْ	ثُمَّ	يُحْيِيْكُمْ	ثُمَّ	اِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ
کسطرح	تم کفر کرتے ہو	اللہ کا	اور	تم تھے	بے جان	تو اُسنے تمہیں زندگی بخشی	پھر	تمہیں مارے گا	پھر	تمہیں جلائے گا	پھر	اسکی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے

بھلا کیونکر ناشکری کرتے ہو اللہ کیساتھ حالانکہ تھے تم محض بے جان سوتمکو جاندار کیا پھر تمکو موت دیں گے پھر زندہ کریں گے پھر انہی کے پاس لے جائے جاؤ گے

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ

هُوَ	الَّذِيْ	خَلَقَ	لَكُمْ	مَا	فِي	الْاَرْضِ	جَمِيْعًا	ثُمَّ	اسْتَوٰى	اِلَى	السَّمَآءِ	فَسَوّٰىهُنَّ	سَبْعَ
وہ	جس نے	پیدا کیا	تمہارے لئے	جو	میں	زمین	سب	پھر	قصد کیا	طرف	آسمان	پھر انکو ٹھیک بنادیا	سات

وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدہ کیلئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف سو درست کر کے بنادیئے

سَمٰوٰتٍ ط وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۲۹)

سَمٰوٰتٍ	وَهُوَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ
آسمان	اور وہ	ہر	چیز	جاننے والا

ان کو سات آسمان اور وہ تو سب چیزوں کے جاننے والے ہیں۔

انعاماتِ الٰہیہ کی یاد دہانی

ان آیات میں پہلے اس بات پر اظہار تعجب کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اتنے احسانات کے ہوتے ہوئے اس کی وحدانیت، خالقیت اور دیگر کمالات وصفات کا یہ ظالم منکرین کس طرح کفر و انکار کرتے ہیں حالانکہ یہ انسان اپنی اصل حقیقت پر غور کرے تو معلوم ہوگا کہ یہ پہلے معدوم اور نیست تھا اللہ ہی نے اُس کو نیست سے ہست اور معدوم سے موجود فرمایا اور اس کو زندگی عطا کی۔

چنانچہ فرمایا تم نطفہ میں جان پڑنے سے پہلے محض بے جان تھے سو تم کو جاندار کیا پھر اللہ ہی تم کو موت دے گا پھر زندہ کریگا یعنی قیامت کے دِن پھر اُس ہی کے پاس لے جائے جاؤ گے یعنی میدانِ قیامت سے حساب کتاب کے لئے اجلاس پر حاضر کئے جاؤ گے وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدے کے لئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف یعنی اس کی تکمیل و تخلیق کی طرف سو درست کر کے بنا دیئے اُن کو سات آسمان اور وہ تو سب چیزوں کا جاننے والا ہے۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو انسان بنا کر پیدا فرمایا اور اسلام اور ایمان سے نوازا۔

یا اللہ اپنی طاعت و بندگی کی ہم کو توفیق عطا فرما اور ہر طرح کی نافرمانی سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی سعادت نصیب فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ

وَاِذْ	قَالَ	رَبُّكَ	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اِنِّیْ	جَاعِلٌ	فِیْ	الْاَرْضِ	خَلِیْفَةً	قَالُوْٓا	اَتَجْعَلُ	فِیْهَا	مَنْ
اور جب	کہا	تمہارا رب	فرشتوں سے	کہ میں	بنانے والا	میں	زمین	ایک نائب	انہوں نے کہا	کیا تو بنائے گا	اس میں	جو

اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب فرشتے کہنے لگے کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے

یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ

یُّفْسِدُ	فِیْهَا	وَیَسْفِكُ	الدِّمَآءَ	وَنَحْنُ	نُسَبِّحُ	بِحَمْدِكَ	وَنُقَدِّسُ	لَكَ	قَالَ	اِنِّیْٓ	اَعْلَمُ
فساد کرے گا	اس میں	اور بہائے گا	خون	اور ہم	بے عیب کہتے ہیں	تیری تعریف کیساتھ	اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں	تیری	اس نے کہا	بیشک میں	جانتا ہوں

لوگوں کو جو فساد کریں گے اس میں اور خون ریزیاں کریں گے اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمد اللہ اور تقدیس کرتے رہتے ہیں آپ کی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۳۰ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ

مَا	لَا تَعْلَمُوْنَ	وَعَلَّمَ	اٰدَمَ	الْاَسْمَآءَ	كُلَّهَا	ثُمَّ	عَرَضَهُمْ	عَلَى	الْمَلٰٓئِكَةِ	فَقَالَ	اَنْۢبِـُٔوْنِیْ
جو	تم نہیں جانتے	اور سکھائے	آدم	نام	سب چیزیں	پھر	انہیں سامنے کیا	پر	فرشتے	پھر کہا	مجھ کو بتاؤ

اس بات کو جسکو تم نہیں جانتے اور علم دے دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو سب چیزوں کے اسماء کا پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کر دیں پھر فرمایا کہ بتاؤ مجھ کو

بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۳۱ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ

بِاَسْمَآءِ	هٰٓؤُلَآءِ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِیْنَ	قَالُوْا	سُبْحٰنَكَ	لَا عِلْمَ	لَنَآ	اِلَّا	مَا	عَلَّمْتَنَا	اِنَّكَ	اَنْتَ
نام	ان	اگر	تم ہو	سچے	انہوں نے کہا	تو پاک ہے	علم نہیں	ہمیں	مگر	جو	تو نے ہمیں سکھایا	بیشک تو	تو

اسماء ان چیزوں کے اگر تم سچے ہو فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں ہمکو ہی علم نہیں مگر وہی جو کچھ ہمکو آپ نے علم دیا بیشک آپ بڑے علم والے

الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝۳۲ قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ

الْعَلِیْمُ	الْحَكِیْمُ	قَالَ	یٰٓاٰدَمُ	اَنْۢبِئْهُمْ	بِاَسْمَآئِهِمْ	فَلَمَّآ	اَنْۢبَاَهُمْ	بِاَسْمَآئِهِمْ	قَالَ	اَلَمْ
جاننے والا	حکمت والا	اس نے فرمایا	اے آدم	انہیں بتادے	انکے نام	سو جب	اس نے انہیں بتائے	انکے نام	اس نے فرمایا	کیا نہیں

حکمت والے ہیں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم بتادو انکو ان چیزوں کے اسماء سو جب بتادیئے انکو آدمؑ نے ان چیزوں کے اسماء تو حق تعالیٰ نے فرمایا

اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝۳۳

اَقُلْ	لَّكُمْ	اِنِّیْٓ	اَعْلَمُ	غَیْبَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَاَعْلَمُ	مَا	تُبْدُوْنَ	وَمَا	كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ
میں نے کہا	تمہیں	کہ میں	جانتا ہوں	چھپی ہوئی باتیں	آسمان (جمع)	اور	زمین	اور میں جانتا ہوں	جو	تم ظاہر کرتے ہو	اور جو	تم چھپاتے ہو

میں تم سے کہتا نہ تھا کہ بیشک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جس بات کو ظاہر کر دیتے ہو اور جس کو دل میں رکھتے ہو

باطنی نعمتوں کی یاددہانی

اُوپر اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں پر جو ظاہری انعامات فرمائے ہیں جیسے زمین اور آسمان بنانا اور زمین پر ہر قسم کے سامان انسانوں کی ضرورت اور فائدہ کے پیدا کرنا اُن کا ذکر فرمایا تھا جس سے مقصود اپنی توحید کی طرف دعوت دی تھی۔ اب نعمت کی دوسری قسم یعنی باطنی نعمتیں جو بنی نوع انسان کو عطا فرمائی گئیں ان کو یاد دلا کر انسانوں کو اللہ کا شکر گزار اور مطیع و فرمانبردار بندہ بننے کی دعوت دی جا رہی ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام جو تمام بنی نوع انسان کے جد امجد اور پہلے انسان ہیں ان کے شرف و فضیلت کو یاد دلایا جاتا ہے کہ اللہ نے ان کو کس طرح اپنی قدرت سے پیدا کیا، انکو کیسی علم کی دولت دی ان کو مسجود ملائکہ بنایا اور ان کو اپنا نائب اور خلیفہ ہونے کی عزت بخشی اور تمام انسانوں کو انہی کی اولاد ہونے کا فخر عطا فرمایا اور اسی غرض سے حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کو بیان فرمایا جاتا ہے۔

قرآن پاک کا یہ بھی ایک اعجاز ہے کہ وہ ایک ہی واقعہ کو مختلف سورتوں میں ان سورتوں کے مضامین کے مناسب بیان فرماتا ہے یہاں اس سورۃ میں ان آیات میں جو فرمایا گیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں کو اطلاع دی کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں فرشتوں نے یہ سنا تو حیرت میں رہ گئے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ اگر اس ہستی کی پیدائش کی حکمت یہ ہے کہ وہ دن رات تیری تسبیح وتہلیل کرے اور تقدیس و بزرگی بیان کرے تو اس کے لئے ہم حاضر ہیں جو ہر لمحہ تیری حمد و ثنا کرتے ہیں اور بے چون و چرا تیرا حکم بجالاتے ہیں اور یہ بنی نوع انسان جن کو آپ پیدا کرنے کا ارادہ فرما رہے ہیں، ان میں اچھے بُرے سب طرح کے ہوں گے ان میں کوئی مفسد اور سفاک بھی ہوگا (اور یہ بات اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو کسی طرح معلوم کرادی ہوگی کہ بنی آدم میں بھلے بُرے سب طرح کے ہوں گے) تو آدم کی تخلیق اور اس کے خلیفہ بنانے میں کیا حکمت ہے یہ ملائکہ نے معلوم کرنا چاہا اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو اول تو اس کا ایک حاکمانہ طرز سے جواب دیا کہ تخلیق آدم اور خلافت ارضی کی حقیقت اور اُس کی ضرورت سے تم واقف نہیں اس کا علم مکمل طور پر مجھ ہی کو ہے دوسرا جواب حکیمانہ انداز سے دیا گیا تا کہ ملائکہ کو حضرت آدم کی برتری اور اپنے عجز اور درماندگی کا مشاہدہ ہو جائے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما کر اپنی عظیم المرتبت صفت "علم" سے نوازا اور ان کو علم اشیاء عطا فرمایا یعنی تمام موجودات روئے زمین کی چیزوں کے نام اور اُن کے خواص و آثار کا علم دے دیا اور پھر فرشتوں کے سامنے وہ چیزیں پیش کر کے ارشاد فرمایا کہ تم ان اشیاء کے متعلق کیا علم رکھتے ہو؟ وہ لاعلم تھے کیا جواب دیتے انہوں نے اپنے عجز کا اعتراف کیا اس پر آدم علیہ السلام کو خطاب ہوا کہ فرشتوں کو ان کے اسماء بتائیں، چنانچہ آدم علیہ السلام نے فوراً سب بتا دیئے اور اس طرح آدم علیہ السلام کی فضیلت اور برتری کی ایک اہم صورت کا اظہار کیا گیا کہ آدم علیہ السلام کو ایک طرح مُعلِّم کا درجہ دیا گیا اور فرشتوں کو طالب علم کا۔ بہر حال یہ ثابت فرما دیا گیا کہ صلاحیت خلافت کے لئے جن علوم کی ضرورت ہے وہ آدم علیہ السلام میں سب جمع ہیں۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو بنی نوع انسان میں پیدا کیا اور اس نے ہم کو دنیا میں اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی اور اشرف الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونا نصیب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری نصیب فرمائیں اور اسلام و ایمان پر ہمارا خاتمہ فرمائیں آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

وَاِذْ	قُلْنَا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اسْجُدُوْا	لِاٰدَمَ	فَسَجَدُوْٓا	اِلَّآ	اِبْلِيْسَ	اَبٰى	وَاسْتَكْبَرَ	وَكَانَ	مِنَ	الْكٰفِرِيْنَ
اور جب	ہم نے کہا	فرشتوں کو	تم سجدہ کرو	آدم کو	تو انہوں نے سجدہ کیا	سوائے	ابلیس	اس نے انکار کیا	اور تکبر کیا	اور وہ ہوگیا	سے	کافروں

اور جس وقت حکم دیا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدہ میں گر جاؤ آدم کے سامنے سو سب سجدہ میں گر پڑے بجز ابلیس کے کہ اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آگیا اور ہوگیا کافروں میں سے

انسانیت کی فضیلت:

گزشتہ آیات میں یہ ثابت ہوگیا کہ صلاحیت خلافت کے لئے جن علوم کی ضرورت ہے وہ حضرت آدم علیہ السلام میں موجود ہیں اور منصب خلافتِ الٰہیہ کے حضرت آدم علیہ السلام ہی مستحق ہیں تو اب اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ یعنی اے نبی آدم تم خاص طور پر اس احسان کو بھی یاد کرو کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو تمہارے باپ حضرت آدم کی تعظیم وتکریم کا حکم دیا کہ سب مل کر سجدۂ تعظیمی بجا لاؤ تا کہ تمہارے باپ کی فوقیت اور فضیلت اور شرف و برتری عملی طور پر ظاہر ہو جائے۔ انسانوں کو چاہئے وہ اس احسان کو یاد کریں اور اللہ کے شکر گزار بندے بن کر فرمانبرداری اختیار کریں۔

سجدہ کا معنی اور قسمیں

لغت میں سجدہ کے معنی ہیں سر جھکا کر عاجزی اور فرمانبرداری ظاہر کرنا لیکن شرعی اصطلاح میں اُس کے خاص معنی زمین پر پیشانی رکھنا قرار دیئے ہیں، سجدۂ چونکہ انتہائی تعظیم کا نشان ہے اس لئے شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سجدہ کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لئے جائز قرار نہیں دیا اور غیر اللہ کے لئے سجدہ قطعاً ممنوع فرما دیا۔ سجدہ کی دو قسمیں ہیں ایک سجدۂ عبادت یعنی کسی کو معبود سمجھ کر سجدہ کرنا اس قسم کا سجدہ تو تمام گزشتہ ملتوں میں بھی کفر و شرک رہا ہے اور کبھی کسی شریعت میں جائز نہیں رہا

دوسری قسم سجدہ کی سجدۂ تحیت وتکریم ہے یعنی بطور تعظیم کسی کے سامنے سر جھکانا جیسے ابتدائی ملاقات میں سلام مصافحہ اور معانقہ اور دست بوسی کی اس وقت اجازت ہے۔ گزشتہ اور سابقہ شریعتوں میں یہ سجدۂ تعظیم وتکریم بطور سلام کے مشروع تھا۔ لیکن چونکہ شریعت محمدیہ کو ہر طرح کے ظاہری و باطنی شائبہ شرک سے بھی پاک رکھنا منظور تھا اس لئے اس شریعت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بقصد تعظیم بھی سجدہ یا رکوع کرنا جائز نہیں رکھا گیا اس حکم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواترہ موجود ہیں کہ جس سے سجدۂ تعظیمی کا ممنوع اور حرام ہونا ثابت ہے۔ تو جس سجدہ کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو دیا تھا وہ سجدۂ تعظیم وتکریم اور احترام آدم کیلئے تھا جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیا تھا تمام اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سجدۂ عبادت نہ تھا اس لئے کہ سجدۂ عبادت سوائے خدا کے کسی کو کرنا کفر ہے اور اللہ تعالیٰ کفر کا حکم نہیں دیتے۔

ابلیس کا غرور اور اس کا انجام

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ یعنی سب فرشتے حکم الٰہی بجا لائے اور سب نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے حکم ماننے سے انکار کیا اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ اس نے کہنا نہ مانا اور غرور کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کافروں میں سے ہوگیا۔

ابلیس کے لفظی معنی ہیں سخت نا اُمیدی کے باعث غمگین ہو کر

ششدر اور متحیر ہو جانے والا یہ شیطان کا لقب ہے جس کا مشہور نام عزازیل تھا، چونکہ شیطان رحمتِ حق سے نا اُمید ہے اس لئے اس کا لقب ابلیس ہوا۔

جب تمام ملائکہ کو سجدہ کا حکم ہوا تو ابلیس بھی بسبب ملائکہ کے ساتھ ہونے کے اس حکم میں داخل تھا لیکن ابلیس نے اس حکم الٰہی ماننے سے انکار کیا اور تکبر کیا اور جیسا کہ قرآن پاک کی کئی سورتوں میں ذکر ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے سوال کیا کہ جب تجھ کو میں نے سجدہ کا حکم دیا تھا تو پھر کس بات نے تجھ کو ایسا کرنے سے روکا؟ اس پر ابلیس لعین نے جواب دیا کہ میں آدم سے بہتر ہوں، آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے، ابلیس کا مقصد یہ تھا کہ میں آدم سے افضل ہوں لہٰذا میں آدم کے آگے نہیں جھک سکتا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نافرمانی نے اسے راندۂ درگاہ بنا دیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا اور اس غرور وتکبر کی وجہ سے ابدی ہلاکت کا مستحق ہوا۔

ابلیس علم ومعرفت میں ایسا مقام رکھتا تھا کہ اسے طاؤس الملائکہ کہا جاتا تھا مگر اس کے کبر وغرور کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنی بخشی ہوئی معرفت اور علم وفہم کی دولت اس سے سلب کر لی۔

درسِ عبرت

ابلیس کا یہ واقعہ عبرتناک واقعہ ہے اور اس کی ہزاروں سال کی عبادت گزاری کا جو حشر بارگاہِ الٰہی میں گستاخی اور بغاوت کی وجہ سے ہوا وہ بلاشبہ سرمایہ صد ہزار عبرت ہے چند عبرتیں مختصراً حسب ذیل ہیں:

۱- تکبر ایسا بڑا گناہ ہے کہ جس نے ابلیس کا ستیاناس کر دیا اور اس کو راندۂ بارگاہِ الٰہی بنا دیا کبر اور غرور خواہ سینہ کے اندر چھپا ہو مذموم اور ممنوع ہے اور کبر ہمیشہ ذلت کے غار میں گراتا ہے۔

۲- خدا کی مرضی پر راضی رہنا چاہئے، شیطان اس کی مرضی پر راضی نہ ہوا اس لئے اس کا نتیجہ خراب ہوا۔

۳- انسان اپنے علم، عبادت، ریاضت پر مغرور نہ ہو اور اپنے موجودہ ایمان وعمل اور علم ومعرفت پر غرہ نہ ہو کیونکہ اعتبار انجام کا ہے اور معلوم نہیں کہ انجام کس کا کیسا ہو، شیطان کی ہزاروں برس کی عبادت انجام میں اس کے لئے مفید نہ ہوئی۔

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

۴- خدا تعالیٰ کے احکام سے سرتابی کرنا اور اس کی شان میں گستاخی کرنا سخت گناہ اور جرم عظیم ہے۔

۵- حکم الٰہی بجالانے میں جلدی اور مستعدی برتنی چاہئے ڈھیل اور سستی نہ کرنا چاہئے جیسا کہ ملائکہ کے عمل سے ظاہر ہوا کہ حکم ملتے ہی سب سجدہ میں فوراً چلے گئے۔

۶- انسان کو جو نعمتِ الٰہی خواہ وہ ظاہری نعمت ہو یا باطنی حاصل ہو اس پر ناز گھمنڈ اور مغرور ہو کر نافرمانی نہ کرنا چاہئے بلکہ ہر نعمت کو اللہ کا عطیہ سمجھ کر اس پر ادائے شکر کرنا چاہئے۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنا مطیع وفرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں، یا اللہ کبر وغرور جیسی شیطانی خصلت سے ہمارے قلوب کی حفاظت فرما۔ یا اللہ ابلیس لعین کے انجام سے ہمیں عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَٰنِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

وَقُلْنَا يَٰٓـَٔادَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ

وَ	قُلْنَا	يَٰٓـَٔادَمُ	اسْكُنْ	أَنتَ	وَزَوْجُكَ	الْجَنَّةَ	وَكُلَا	مِنْهَا	رَغَدًا	حَيْثُ	شِئْتُمَا	وَلَا	تَقْرَبَا	هَٰذِهِ
اور	ہم نے کہا	اے آدم	تم رہو	تم	اور تمہاری بیوی	جنت	اور تم دونوں کھاؤ	اس سے	اطمینان سے	جہاں	تم چاہو	اور نہ	قریب جانا	اس

اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم رہا کرو تم اور تمہاری بی بی بہشت میں پھر کھاؤ دونوں اسمیں سے بافراغت جس جگہ سے چاہو اور نزدیک نہ جائیو اس

الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّٰلِمِينَ ﴿٣٥﴾ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا

الشَّجَرَةَ	فَتَكُونَا	مِنَ	الظَّٰلِمِينَ	فَأَزَلَّهُمَا	الشَّيْطَٰنُ	عَنْهَا	فَأَخْرَجَهُمَا	مِمَّا	كَانَا	فِيهِ	وَقُلْنَا
درخت	پھر تم ہو جاؤ گے	سے	ظالم (جمع)	پھر ان دونوں کو پھسلایا	شیطان	اس سے	پھر انہیں نکلوادیا	سے جو	وہ تھے	اسمیں	اور ہم نے کہا

درخت کے ورنہ تم بھی انہیں میں شمار ہو جاؤ گے جو اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں پس لغزش دیدی آدم و حوا کو شیطان نے اس درخت کی وجہ سے سو بر طرف کر کے ہاں ان کو اس عیش سے جسمیں وہ تھے

اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٣٦﴾

اهْبِطُوا	بَعْضُكُمْ	لِبَعْضٍ	عَدُوٌّ	وَلَكُمْ	فِي	الْأَرْضِ	مُسْتَقَرٌّ	وَمَتَاعٌ	إِلَىٰ	حِينٍ
تم اُتر جاؤ	تمہارے بعض	بعض کے	دشمن	اور تمہارے لئے	میں	زمین	ٹھکانہ	اور سامان	تک	وقت

اور ہم نے کہا کہ نیچے اترو تم میں سے بعضے بعضوں کے دشمن رہیں گے اور تمکو زمین پر چندے ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک میعاد معین تک

حضرت انسان کی جنت میں رہائش شیطان کی عداوت اور زمین کو روانگی

وَقُلْنَا يَٰٓـَٔادَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ

یہاں وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ یعنی تمہاری بی بی سے مراد حضرت حواء ہیں جو اُس وقت پیدا ہو چکی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم اور تمہاری زوجہ جنت میں سکونت اختیار کرو۔ علماء محققین نے لکھا ہے کہ یہ جنت وہی جنت تھی کہ جو بعد قیام قیامت اہل ایمان کا ٹھکانہ ہے الغرض حضرت آدم علیہ السلام پر انعامات ہو رہے ہیں چنانچہ آپ کے اُنس کیلئے بی بی حوا کو پیدا فرمایا پھر دونوں کو جنت میں ٹھہرنے کا حکم ہوا۔

پھر آگے ایک مزید انعام کا بیان ہے وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا یعنی حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو فرمایا کہ جنت کے پھل اور میوے بافراغت استعمال کرتے رہو، نہ اُن کے حاصل کرنے میں تمہیں کسی محنت کی ضرورت ہوگی اور نہ فکر کہ یہ غذا کم یا ختم ہو جائے گی۔

مگر اس انعام کے ساتھ ایک شرط لگا دی گئی اور وہ یہ وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ یعنی کسی خاص درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمادیا گیا کہ اس کے قریب بھی نہ جانا اس حکم سے اصل مقصد تو یہ تھا کہ اس درخت کا پھل نہ کھانا مگر تاکید کے طور پر فرمایا گیا کہ اس کے پاس بھی نہ جانا مراد یہی ہے کہ اس کا پھل کھانے کے لئے اس کے پاس نہ جانا۔

آگے بطور تنبیہ و تاکید یہ بھی فرمادیا گیا کہ اگر ایسا کیا تو

فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ یعنی اگر تم نے شجر ممنوعہ سے کھا لیا تو تم ظالمین میں سے ہو جاؤ گے یہاں آیت میں لفظ ظالمین استعمال ہوا ہے یعنی اگر ایسا کرو گے تو ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے اب یہاں کس مناسبت سے ظلم کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کو سمجھ لیجئے محاورہ میں ظلم بے انصافی، زبردستی، ستمگاری، شرک، گناہ، تقصیر کے لئے استعمال ہوتا ہے ظلم کے اصل معنیٰ ہیں غیر کی مِلک میں تصرف کرنا اور حد سے گزر جانا۔

علماء نے لکھا ہے کہ ظلم تین طرح کا ہوتا ہے اول ظلم وہ جو انسان سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہوتا ہے، اس سلسلہ میں سب سے بڑا ظلم کفر و شرک اور نفاق ہے۔ دوسرا ظلم وہ جو انسان سے دوسرے انسانوں کے بارے میں ہوتا ہے۔ تیسرا ظلم وہ ہے جو انسان سے اپنے نفس کے بارہ میں سرزد ہوتا ہے یہاں فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ میں یہی ظلم مراد ہے، جس کے معنیٰ ہوئے کہ کہیں تم بھی ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ کہ جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں اور درحقیقت یہ تینوں ظلم نفس ہی پر ظلم ہیں۔

آگے ارشاد ہوتا ہے فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ جب شیطان نے دیکھا کہ میں تو یوں مردود کیا گیا اور حضرت آدم کا یوں اعزاز و اکرام ہو رہا ہے تو اس فکر میں لگا کہ کسی نہ کسی طرح ان سے انتقام لینا چاہئے خیر خواہ اور ہمدرد و ناصح بن کر حضرت آدم اور حواء کے روبرو آیا اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ انجام کار تمہارا کیا ہوگا؟ آخر کار تمہارے واسطے موت ہے حضرت آدم نے پوچھا کہ موت کیا ہے؟ تو شیطان نے اپنے تئیں مُردہ جانور کی صورت بنا کر ان کے روبرو ڈال دیا اور جس طور سے کہ نزع کی اور رُوح نکلنے کی تکلیف ہوتی ہے ان کو دکھائی تو حضرت آدم کو خوف ہوا اور پوچھا کہ اس حالت سے محفوظ رہنے کی تدبیر کیا ہے؟ شیطان نے کہا میں تم کو ایک درخت کا پتہ بتاتا ہوں جس کا پھل کھانے سے ہرگز موت نہ آئے گی اور تمہاری بادشاہی کبھی فنا نہ ہوگی تو انہوں نے کہا وہ درخت کون سا ہے تو شیطان نے اُسی درخت کو بتایا جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو منع کیا تھا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس درخت کے قریب جانے سے منع کیا ہے تو شیطان نے جواب دیا کہ تمہارے رب نے تم کو اس واسطے اس درخت سے منع نہیں فرمایا کہ اس کے پھل کھانے سے تم کو کچھ ضرر پہنچے گا بلکہ اس واسطے منع فرمایا ہے کہ تم اس درخت کے پھل کھانے سے فرشتوں کے مانند ہو جاؤ گے کہ وہ بالکل خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے اور کھانے پینے کی فکر نہیں رکھتے اور اگر تم کو یہ حالت حاصل ہو جائے گی تو زمین کی خلافت تم سے انجام نہ ہو سکے گی۔

یہ بات حضرت آدم علیہ السلام کے خیال میں پُر ہو گئی اور ایسے اسباب جمع ہو گئے کہ اس درخت کے کھانے کو اسوقت احاطہ ممانعت سے خارج سمجھ گئے اور کھالیا۔

بس یہ لغزش ہوئی تھی اور اس کا کھانا تھا کہ سب عیش و آرام بہشت کا رخصت ہوا اور اس کے کھاتے ہی اس کی تاثیر یہ ظاہر ہوئی کہ جنتی لباس اُتر گیا اور حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا شرم کے مارے درختوں کے پتے بدن سے چپٹانے لگے اور عتاب الٰہی شروع ہوا چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے:

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ

یعنی حضرت آدم اور بی بی حوا کو بطور عتاب کے یہ جتایا گیا کہ ایک سزا تو ظاہری یہ ہے کہ یہاں یعنی جنت سے زمین پر جاؤ، دوسری سزائے باطنی اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ تمہاری اولاد کے

درمیان باہم عداوتیں ہوں گی جس سے لطفِ زندگی بہت کچھ کم ہو جائے گا اور اب تم کو زمین پر کچھ عرصہ ٹھہرنا ہے اور ایک میعاد معین تک کام چلانا ہے یعنی زمین پر جا کر بھی دوام نہ ملے گا کچھ مدت کے بعد اس گھر کو بھی چھوڑنا پڑے گا۔

حضرت آدم وحواء کہاں اُترے:

اس میں مفسرین کے اقوال بہت مختلف ہیں کہ جنت سے دنیا میں کون کہاں پر اُترا اکثر مفسرین اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت آدم جنت سے نکل کر سراندیپ یعنی سری لنکا یا سیلون میں اُترے اور حضرت حوا جدہ میں اُتریں اور وہیں سکونت پذیر ہوئیں اسی لئے جدہ کا نام جدہ ہوا۔ جدہ عربی زبان میں دادی کو کہتے ہیں لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کس سرزمین میں رہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ ایشیائی ملکوں میں رہتے تھے بعض کہتے ہیں کہ عرب بالخصوص حجاز میں رہتے تھے اور وہیں کہیں اُن کی قبر ہے ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر منیٰ میں مسجد خیف میں ہے اور حضرت حوا کی قبر جدہ میں ہے فراق جنت کے بعد حضرت آدم اور حضرت حوا کی ملاقات مقام عرفات میں ہوئی اور وہیں ایک دوسرے کو پہچانا اسی لئے عرفات کو عرفات یعنی پہچان کی جگہ کہتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ۲۰۰ برس تک اپنی توبہ کی فکر میں گریہ وزاری کرتے رہے اور اس قدر گریہ وزاری کی کہ اگر تمام بنی آدم کے آنسوؤں کو جمع کیا جائے تو حضرت آدم علیہ السلام کے آنسو زیادہ رہیں۔

آیات کا سبق

۱- ممنوع اور ناجائز امور سے بچنے کیلئے مشتبہ اور شک وشبہ کی چیزوں سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہے۔

۲- خداوند تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے سے انسان خود اپنا نقصان کرتا ہے۔

۳- شیطان انسان کا دشمن ہے اور ہر طریقہ سے شیطان بہکاتا ہے۔

۴- منتہی اور کامل بھی شیطان کے مکروفریب سے مامون نہیں کیونکہ آدم علیہ السلام کے اُس وقت کامل ہونے میں کوئی شک نہیں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ شیطان کے مکروفریب سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ گزشتہ تقصیرات کو اپنی رحمتِ کاملہ سے معاف فرمائیں اور اپنے احکام کی ظاہراً و باطناً فرمانبرداری نصیب فرمائیں اور ہمیں صحیح معنوں میں انسان بنائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۞ (۳۷) قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا

فَتَلَقّٰى	اٰدَمُ	مِنْ	رَّبِّهٖ	كَلِمٰتٍ	فَتَابَ	عَلَيْهِ	اِنَّهٗ	هُوَ	التَّوَّابُ	الرَّحِيْمُ	قُلْنَا	اهْبِطُوْا	مِنْهَا
پھر حاصل کر لئے	آدم	سے	اپنا رب	کچھ کلمے	پھر اُسنے توبہ قبول کی	اسکی	بیشک وہ	وہ	توبہ قبول کرنے والا	رحم کرنے والے	ہم نے کہا	تم اتر جاؤ	یہاں سے

بعد ازاں حاصل کر لئے آدم نے اپنے رب سے چند الفاظ تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کیساتھ توجہ فرمائی اُن پر بیشک وہی ہیں بڑے توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان ہم نے حکم فرمایا

جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ (۳۸)

جَمِيْعًا	فَاِمَّا	يَاْتِيَنَّكُمْ	مِّنِّىْ	هُدًى	فَمَنْ	تَبِعَ	هُدَاىَ	فَلَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ
سب	پس جب	تمہیں پہنچے	میری طرف سے	کوئی ہدایت	سو جو	چلا	میری ہدایت	تو نہ	کوئی خوف	اُن پر	اور نہ	وہ	غمگین ہوں گے

نیچے جاؤ اس بہشت سے سب کے سب پھر اگر آئے تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت سو جو شخص پیروی کریگا میری اس ہدایت کی تو نہ تو کچھ اندیشہ ہوگا اُس پر

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۞ (۳۹)

وَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَكَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَآ	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ النَّارِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ
اور	جن لوگوں نے	کفر کیا	اور جھٹلایا	ہماری آیت	وہی	دوزخ والے	وہ	اسمیں	ہمیشہ رہیں گے

اور نہ ایسے لوگ غمگین ہونگے اور جو لوگ کفر کریں گے اور تکذیب کرینگے ہمارے احکام کی یہ لوگ ہونگے دوزخ والے وہ اسمیں ہمیشہ کو رہیں گے

حضرت آدم علیہ السلام کی پشیمانی کلمات توبہ اور قبولیت:

جب آدم علیہ السلام جنت سے اُتارے گئے تو ان کو اپنی اس غلطی پر بہت ندامت اور پشیمانی تھی اور ایک مدت تک زمین پر پریشان حال اپنی خطا پر روتے اور گریہ وزاری کرتے رہے بالآخر حق تعالیٰ کو رحم آیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو خود ہی معافی طلب کرنے کے لئے کچھ کلمات سکھا دیئے اور ان پر توجہ فرمائی اور حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔

ارشاد ہوتا ہے فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (پھر حاصل کر لئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند الفاظ یعنی معذرت کے کلمات تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی ان پر یعنی توبہ قبول کر لی، بے شک وہی ہیں بڑے توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان) یہاں اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کی قبولیت توبہ کا صراحت سے ذکر ہے لیکن آپ کی بی بی حضرت حوا بھی توبہ میں اور اس کے قبول ہونے میں آدم علیہ السلام کے ساتھ شریک ہیں۔

لکھا ہے کہ ایک روز کف دست اپنی پیشانی پر رکھ کر اور سر زانو میں ڈال کر رونے میں مشغول تھے جبرئیل علیہ السلام نے آ کر آپ کی یہ حالت دیکھی تو واپس جا کر بارگاہِ الٰہی میں یہ حقیقت عرض کی حکم ہوا کہ آدم کے پاس پھر جاؤ اور کہو کہ میری نعمتوں کو یاد کریں حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا بیشک مجھ سے یہ تقصیر سرزد ہوئی تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ میری رحمت

میرے غصہ پر غالب ہے، تمہاری تضرع اور زاری پر میں نے رحم کیا اور تمہاری تقصیر سے درگزر کیا اور ارشاد ہوا کہ ان کلمات کو پڑھ کر دُعاء کرو وہ کلمات کیا تھے جن کی تلقین ہوئی اکثر کا قول یہی ہے کہ وہ کلمات رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ تھے جو کہ سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں آئے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کریگا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو یقیناً ہم نقصان اُٹھانے والوں میں ہوجائینگے بعض روایات میں دوسرے کلمات بھی آئے ہیں۔

دُنیا میں رہنے کا حکم اور مؤمن و کافر کا انجام:

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہونے کے بعد بھی چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں رکھنے میں ہزاروں حکمتیں و مصلحتیں مضمر تھیں اور دُنیا میں ہدایت اور حضرات انبیاء و مرسلین کی بعثت کا سلسلہ جاری کرنا تھا اور بنی نوع انسان کا دُنیا میں پھیلانا اور ان کو احکامِ شرعیہ کا مکلف بنانا اور ان میں خلافتِ الٰہیہ کا قائم کرنا منظور تھا اس لئے زمین پر اُترنے کا پہلا حکم منسوخ نہیں فرمایا گیا بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تم فی الحال اسی دنیا میں رہو اور اے اولادِ آدم خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ جب دُنیا میں تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت آئے یعنی احکام شرعیہ بذریعہ انبیاء کے پہنچیں تو جو میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے آخرت میں ان کو یہ ثمرہ ملے گا کہ نہ اُن پر کچھ اندیشہ ہوگا اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے یعنی آسمانی ہدایات کی پیروی کرنے والوں کے لئے دو انعام ہونگے ایک یہ کہ دُنیا سے گزر کر ان پر کوئی خوف نہ ہوگا دوسرے وہ غمگین نہ ہوں گے اور ان کے مقابل وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ یعنی جو لوگ اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کی پیروی نہیں کریں گے اور کفر و انکار کریں گے اور تکذیب کریں گے ہمارے احکام کی یہ لوگ ہوں گے دوزخ والے اور جہنم ان کا ٹھکانہ ہوگا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے۔

اب یہاں اس آیت میں بھی قرآن پاک کی دوسری متعدد آیات میں بھی کفر و تکذیب کی سزا دائمی عذاب جہنم بتائی گئی ہے اور اسی کے مقابل اسلام اور ایمان کی جزا ابدالآباد یعنی ہمیشہ جنت کی نعمتوں میں رہنا بتایا ہے۔

سوال: اگر کوئی غیر مسلم ۵۰ یا ۱۰۰ سال اپنی زندگی کے کفر پر رہا تو اس کی سزا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے کیونکر مناسب ہوئی؟ اسی طرح اگر کوئی مسلم اپنی تمام زندگی کے ۵۰ یا ۱۰۰ سال اسلام پر رہ کر اپنی زندگی ختم کر کے مرگیا تو اس کی جزا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جنت کس طرح مناسب ہوئی؟

جواب: یہ اصول تو سب کے نزدیک مسلم ہے کہ سزا جرم کے مناسب ہونی چاہئے مگر تناسب کے معنی یہ تو نہیں کہ جرم اور سزا دونوں کا زمانہ بھی یکساں ہو اگر یہی بات ہے تو چاہئے کہ جس جگہ دو گھنٹہ تک ڈکیتی پڑی ہو اور ڈاکو گرفتار ہو کر آئیں تو حاکم ڈاکوؤں کو صرف دو گھنٹہ کی سزا دے دے جتنا زمانہ اُن کے جرم کا ہے اگر حاکم ایسا کرے تو کیا آپ اس کو انصاف مانیں گے اور سزا کو جرم کے مناسب کہیں گے؟ ہرگز نہیں اس سے معلوم ہوا کہ جرم اور سزا میں مناسبت کا یہ مطلب نہیں کہ دونوں کا زمانہ مناسب اور مساوی ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سزا میں شدت بقدر شدت جرم ہو اب تم خود فیصلہ کرلو کہ قرآن نے کفر کی سزا میں جو شدت بیان کی ہے وہ شدت جرم کے مناسب ہے یا نہیں اور یہ جرم شدید ہے یا نہیں؟ شاید آپ

4 کہیں کہ جرم شدید تو ہے مگر نہ ایسا شدید کہ اس کی سزا ابدالآباد جہنم ہو تو جواب یہ ہوگا کہ یہ خیال آپ کو اس لئے پیدا ہوا کہ آپ نے صرف فعل کی ظاہری صورت پر نظر کی ہے حالانکہ سزا اور جزا کا مدار محض ظاہری صورت پر نہیں ہے بلکہ نیت کو بھی اس میں بڑا دخل ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اصل مدار نیت پر ہی ہے اور نیت تو کافر کی یہی ہے کہ اگر میں زندہ رہا تو ابدالآباد تک اس حالت پر رہوں گا اس لئے اپنی نیت کے موافق اس کو ابدالآباد جہنم کا عذاب وسزا ہوگی اور اسی طرح مسلمان کا اسلام گو بظاہر متناہی ہے مگر اس کی نیت تو یہ ہے کہ اگر میں ہمیشہ زندہ رہوں تو ہمیشہ اسلام پر مستقیم رہوں گا اس لئے اُس کیلئے ابدالآباد ثواب جنت ہے۔ (بیان القرآن حضرت تھانوی)

حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی نصیحتیں:

اب یہاں اس سورۃ میں ان آیات پر حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ ختم ہوا جس میں بنی نوع انسان کو متعدد وہ عظیم احسانات جتائے گئے جو انسانوں کے اول باپ یعنی ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام پر حق تعالیٰ نے فرمائے اور اس قصہ کو بیان فرمانے سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا مربی اور خالق اور رازق اور محسن ہونا بتایا تھا جس سے کفار کو یہ جتلانا مقصود تھا کہ ان احسانات کے باوجود تم کیونکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناشکری کرتے ہو اور اس کے احسانوں کو بھلاتے ہو اور اس کی توحید کا انکار کرتے ہو اور غیروں کا دم بھرتے ہو۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ نے ہم پر جو انعامات واحسانات فرمائے ہیں ان پر ہم کو شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم سے جو خطائیں اور تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ہمیں سچی توبہ کی توفیق مرحمت فرمائیں اور ہماری توبہ کو اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔

یا اللہ! ہم کو اپنے جملہ احکام کی پیروی اور فرمانبرداری نصیب فرما، اور ہر طرح کی کجی گمراہی اور نافرمانی سے ہماری حفاظت فرما۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ

اُوْفِ	بِعَهْدِيْ	وَاَوْفُوْا	عَلَيْكُمْ	اَنْعَمْتُ	الَّتِيْ	نِعْمَتِيَ	اذْكُرُوْا	اِسْرَآءِيْلَ	يٰبَنِيْ
میں پورا کروں	میرا وعدہ	اور پورا کرو	تمہیں	میں نے بخشی	جو	میری نعمت	تم یاد کرو	یعقوب	اے اولاد

اے بنی اسرائیل یاد کرو تم لوگ میرے ان احسانوں کو جو کئے ہیں میں نے تم پر اور پورا کرو تم میرے عہد کو پورا کروں گا میں

بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾

	فَارْهَبُوْنِ	وَاِيَّايَ	بِعَهْدِكُمْ
	ڈرو	اور مجھ ہی سے	تمہارا وعدہ

تمہارے عہد کو اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

یہودیوں کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں غور و فکر کی دعوت

آیت کی ابتداء يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ سے ہے یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بنی اسرائیل! اب جو کچھ اس آیت میں خطاب فرمایا گیا ہے اس کی تفسیر سے پہلے بنی اسرائیل کے متعلق کچھ ضروری تشریح لکھی جاتی ہے: بنی کے معنی ہیں اولاد اور اسرائیل کے معنی ہیں اللہ کا بندہ، اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا اور اسی اعتبار سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد اور بعد کی نسل کو بنی اسرائیل کا لقب ملا انہی کو یہود بھی کہتے ہیں اس طرح بنی اسرائیل کے جدِ امجد بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے یہ حجاز میں آباد ہوئے اور ان کی نسل میں نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے دوسرے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام تھے اُن کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے جن کا لقب اسرائیل تھا ان کی اولاد شام و فلسطین میں آباد ہوئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک صاحبزادے حضرت یوسف علیہ السلام تھے جو اپنے بھائیوں کی بد خواہی کی وجہ سے غلام بن کر مصر میں فروخت ہوئے اور پھر مصر میں اللہ تعالیٰ نے انہیں پیغمبری عنایت فرمائی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ اقتدار میں حضرت یعقوب علیہ السلام بمعہ اپنے خاندان سمیت مصر میں آگئے تھے اور یہیں آباد ہو گئے تھے یہاں ان کی نسلوں کو خوب ترقی ہوئی مگر کچھ زمانہ کے بعد اہل مصر نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا اور بنی اسرائیلیوں کو غلاموں کی طرح بنا لیا اور ان پر مصری طرح طرح کے ظلم و ستم کرتے رہے بالآخر بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جن کو اللہ نے پیغمبری عطا فرمائی اور جن کی مخالفت کے باعث اس وقت کے بادشاہ مصر کی جسکا لقب فرعون تھا تباہی ہوئی اور بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماتحت مصر سے نکل کر وادی سینا آگئے، پھر ملک شام میں ان کو حکومت و سلطنت عطا ہوئی اور اسی قوم بنی اسرائیل میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام جیسے نبی اور بادشاہ ہوئے اور یہ زمانہ بنی اسرائیل قوم کا بہترین زمانہ تھا پھر دین کی مخالفت اور انبیاء کی دشمنی کے باعث یہ قوم مصائب کا شکار ہوئی اور اس قوم پر زبردست تباہی آئی جس کی تفصیلات تاریخ میں موجود ہیں۔

یہاں يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ سے خطاب اُن یہود کو ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ اور اطرافِ مدینہ میں آباد تھے اور یہود کے مدینہ میں آباد ہونے کے متعلق لکھا ہے کہ ملک

شام سے ایک جماعت یہود کی خانہ کعبہ کی زیارت کیلئے آئی تو راستہ میں مقام یثرب میں (جس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر مدینہ منورہ ہو گیا) وہ اُترے اور یہاں وہ آثار پائے گئے جو تورات میں خاتم الانبیاء کے ہجرت کر کے آنے کی جگہ بتائی گئی تھی۔ نیز وحی نبوت سے بھی ان کو اطلاع دی گئی کہ نبی آخرالزمان کے وطن سے ہجرت کے بعد قیام کی یہی جگہ ہے اس لئے یہود کی ایک جماعت نے اپنے نبی سے درخواست کی کہ ہم لوگ یہیں رہنا چاہتے ہیں تاکہ پیغمبر آخرالزمان کی بعثت ونبوت پر ایمان لائیں چنانچہ وہ وہیں آباد ہو گئے اور انہیں خاتم الانبیاء کا اتنا شوق تھا کہ ان میں سے جب کوئی مرنے لگتا تو وہ اپنی اولاد کو وصیت کر دیتا کہ اگر تیرے زمانہ میں خاتم الانبیاء کا ظہور ہو تو میرا اسلام عرض کر کے میرے اُن پر ایمان لانے کی کیفیت عرض کر دینا، اسی طرح ایک مدت دراز گزر گئی۔

ان کی آبادی کے بعد یمن کے دو باشندے اوس اور خزرج بھی یہاں آ کر آباد ہو گئے، یہودیوں کی نسل بھی رفتہ رفتہ بڑھ گئی اور یمنی قبائل بھی کثیر ہو گئے اور اوس وخزرج کی اولاد بعد میں یہودیوں پر غالب آ گئی جب یہود ان یمنی قبائل سے تنگ ہوتے تو اُن سے کہتے کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ ہم پیغمبر آخرالزمان کی حمایت میں تم لوگوں سے جہاد کریں گے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مکہ میں ہوئی تو اس زمانہ میں کچھ یمنی مدینہ کے باشندے قریش مکہ سے معاہدہ کرنے کی غرض سے مکہ آئے اور چونکہ یہود سے خاتم النبیین کی شناخت اور علامت سن چکے تھے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فوراً ایمان لے آئے اور انصار مدینہ بن گئے یہودیوں کے دلوں میں اس بات سے عداوت کی آگ بھڑک اٹھی تھی اور انصار مدینہ کو بہکانے کے لئے توریت میں تحریف کر کے اور معنی بگاڑ کر کے بیان کرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ ہجرت فرما کر تشریف لائے تو یہود نے دانستہ انکار کیا پھر یہود مدینہ یعنی بنی اسرائیل کو یہ بھی شاق تھا کہ وہ غیر خاندان کے نبی پر ایمان لائیں کیونکہ انسان کا یہ ایک جبلی خاصہ ہے کہ وہ دوسرے خاندان کو بمشکل مانتا ہے جب کہ حُبّ جاہ وریاست دل میں پیوست ہو۔ اس لئے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں یاد دلاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے:

يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ
وَاَوْفُوْا بِعَهْدِىٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّاىَ فَارْهَبُوْنِ

یعنی اے یہود میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو تمہارے باپ دادا کو میں نے عنایت کی تھیں عذابِ فرعون سے اُن کو نجات دی اُن کے دشمن فرعون کو غرق کیا، سمندر میں اُن کے واسطے راستے کھول دیئے بیابان جنگل میں مَنّ سَلْویٰ جیسی غذابے محنت ان کو عطا کی سلطنت، بادشاہت عطا فرمائی ان کے علاوہ اور بہت سے احسان کئے جو تورات میں مذکور ہیں اور جو تم کو معلوم ہیں، لہٰذا ان انعامات کو یاد کرو اور اپنے اس عہد کو پورا کرو جو تم نے کیا تھا اور اس میں سب سے اہم معاہدہ یہ بھی شامل تھا کہ میرے تمام رسولوں پر ایمان لانا اور چونکہ ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی رسولوں کے زمرہ میں شامل ہیں اس لئے ان پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا بھی تم پر واجب ہوا۔ اگر تم اس عہد کو پورا کرو گے تو میں بھی اپنا وعدہ پورا کروں گا اور دُنیا وآخرت کی کامیابی عطا کروں گا۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے احسان مند اور شکرگزار بندوں میں شامل فرمائیں اے اللہ! ہم نے جو عہد عالمِ ارواح میں کیا تھا اور جو عہد کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر اس زندگی میں کیا ہے اے اللہ اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما اور اس عہد پر مستقیم رہنے کی دولت نصیب فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۞ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ز

وَاٰمِنُوْا	بِمَآ	اَنْزَلْتُ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	مَعَكُمْ	وَلَا	تَكُوْنُوْٓا	اَوَّلَ	كَافِرٍ	بِهٖ	وَ	لَا تَشْتَرُوْا	بِاٰيٰتِىْ	ثَمَنًا	قَلِيْلًا
اور تم ایمان لاؤ	اسپر جو	میں نے نازل کیا	تصدیق کرنیوالا	اسکی جو	تمہارے پاس	اور نہ	ہو جاؤ	پہلے	کافر	اسکے	اور	عوض نہ لو	میری آیات	قیمت	تھوڑی

اور ایمان لے آؤ اس کتاب پر جو میں نے نازل کی ہے ایسی حالت میں کہ وہ سچ بتانے والی ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے اور مت بنو تم سب میں پہلے انکار کرنے والے

وَّاِيَّاىَ فَاتَّقُوْنِ ﴿٤١﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

وَاِيَّاىَ	فَاتَّقُوْنِ	وَلَا	تَلْبِسُوا	الْحَقَّ	بِالْبَاطِلِ	وَتَكْتُمُوا	الْحَقَّ	وَاَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ	وَاَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ
اور مجھ ہی سے	ڈرو	اور نہ	ملاؤ	حق	باطل سے	اور (نہ) چھپاؤ	حق	جبکہ تم	جانتے ہو	اور قائم کرو	نماز

اس قرآن کے اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو اور خاص مجھ ہی سے پورے طور پر ڈرو اور خلط مت کرو حق کو ناحق کیساتھ اور پوشیدہ بھی مت کرو حق کو جس حالت میں کہ

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾

وَاٰتُوا	الزَّكٰوةَ	وَ	ارْكَعُوْا	مَعَ	الرّٰكِعِيْنَ
اور ادا کرو	زکوٰۃ	اور	رکوع کرو	ساتھ	رکوع کرنے والے

تم جانتے بھی ہو اور قائم کرو تم لوگ نماز کو اور دو زکوٰۃ کو اور عاجزی کرو عاجزی کرنے والوں کے ساتھ

یہودیوں کو ایمان و اعمال صالحہ کی دعوت اور ان کی دین فروشی پر تنقید:

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ یعنی یہود کو خطاب کر کے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کتاب یعنی قرآن پر جو میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہے ایمان لاؤ اول تو محض اس وجہ سے کہ قرآن کو بھی اللہ ہی نے نازل کیا ہے، جیسے تم تورات پر اس وجہ سے ایمان لائے کہ اللہ نے اس کو اُتارا ہے اسی طرح یہ بھی اللہ کی اُتاری ہوئی کتاب ہے اس لئے اس پر بھی ایمان لاؤ۔ اس کے علاوہ یہ کتاب جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے یہ اُس کتاب جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی یعنی تورات اس کے کتاب الٰہی ہونے کی تصدیق کرتی ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ اور مت بنو تم سب سے پہلے انکار کرنے والے تو یہ اس بنا پر کہ پہلا فرقہ اہل کتاب میں یہود کا ہے جو مدینہ و خیبر وغیرہ میں آباد تھے اور دوسرا فرقہ نصاریٰ کا شام و یمن وغیرہ میں آباد تھا پس یہود جو اہل علم بھی کہلاتے تھے اور خاندانِ نبوت سے تھے وہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کا انکار کریں گے تو نصاریٰ بھی ان کا دیکھا دیکھی انکار کریں گے اس لئے فرمایا کہ اے یہود تم اہل کتاب میں سے اس قرآن کے پہلے منکر مت بنو کیونکہ اگر اہل کتاب کے لئے تم انکار میں بانی ہو گے تو بعد میں قیامت تک جتنے اہل کتب منکر ہوتے رہیں گے ان کا وبال بھی تمہارے نامہ اعمال میں درج ہوتا رہے گا۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّاِيَّاىَ فَاتَّقُوْنِ اور مت لو میرے احکام کے بدلہ میں حقیر معاوضہ اور مجھ ہی سے پورے طور پر ڈرو۔

علماء یہود کی یہ عادت تھی کہ وہ کتب انبیاء میں کبھی عمداً کسی عقیدہ اورغرض کے ثابت کرنے کیلئے کچھ گھٹابڑھادیتے تھے۔

جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کی حیثیت سے ظاہر نہ ہوئے تھے تو سابق کتب انبیاء میں آپ کی صفات، نشانیاں اور بشارتیں دیکھ کر علمائے یہود غائبانہ آپ کی تعریف اور صفات بیان کیا کرتے تھے اور جب آپ ظاہر ہوئے اور ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو اکثر علمائے یہود خاندانی تعصب اور دیگر دنیاوی اغراض کی بناء پر آپ سے حسد کرنے لگے اور اپنی کتابوں کی بشارتوں کو جو خاتم الانبیاء کے متعلق تھیں الٹنے پلٹنے لگے اور کچھ کا کچھ کہنا شروع کر دیا اس لئے علمائے یہود کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ تم دُنیوی اغراض اور اتباع نفس کے لئے میری آیات واحکامات کو نہ بیچو یعنی میرے احکام چھوڑ کر اور ان کو بدل کر اور چھپا کر عوام الناس سے دُنیائے ذلیل وقلیل کو وصول مت کرو۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی جان بوجھ کر دانستہ نہ حق کو ناحق کے ساتھ گڈمڈ کرو کہ دیکھنے والے کو حق بات کا پتہ نہ چلے اور نہ حق بات کو براہِ راست چھپانے کی کوشش کرو حالانکہ تم جانتے ہو کہ حق کو باطل کے ساتھ ملانا اور حق کو چھپانا کس قدر مذموم ہے۔

اعمال صالحہ کی دعوت

ایمان کے بعد یہودیوں کو اعمال صالحہ کی دعوت ہے وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ اعمالِ صالحہ دو قسم کے ہیں ایک اعمال ظاہری، دوسرے اعمال باطنی پھر اعمالِ ظاہری کی دو قسمیں ہیں۔عبادتِ بدنی اور عبادت مالی یہاں ایک ایک جز کو ذکر کر دیا یعنی عبادت بدنی میں عظیم الشان عبادت نماز ہے اس لئے نماز کے قائم کرنے کا حکم دیا اور عبادت مالی میں عظیم الشان زکوٰۃ ہے اس لئے ادائیگی زکوٰۃ کا حکم دیا اور اعمالِ باطنی میں عاجزی وخشوع وخضوع نہایت اہم ہے جو حاصل ہوتا ہے اہلِ تواضع کی معیت سے اس لئے وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ کی تخصیص فرمائی یعنی اہل کتاب میں سے یہود کو پہلے دعوت دی گئی ایمان اور قبول اسلام کی اور اس کے بعد شریعتِ اسلامیہ میں سے نماز، زکوٰۃ اور تواضع باطنی کا حکم دیا گیا، اور یہ تینوں عمل علاوہ عظیم الشان ہونے کے یہود کی حالت کے بہت مناسب تھے اس لئے اُن کی تخصیص فرمائی گئی نماز سے اُن کی حُبِّ جاہ کم ہوگی زکوٰۃ سے حُبِّ مال گھٹے گی اور تواضع باطنی سے حسد وغیرہ میں کمی آئے گی اور یہی مرض یہود میں زیادہ تھے مراد یہ ہے کہ ایمان لا کر پورے پورے امتِ محمدیہ میں شامل ہو جاؤ اور اسلام کے تمام احکام قبول کرلو۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ ہم کو اپنی کتاب قرآن کریم پر حقیقی اور سچا ایمان نصیب فرمائیں اور اس کے احکام کا اتباع کامل نصیب فرمائیں۔

ہم دین کے مقابلہ میں دُنیا کے طلب گار نہ بنیں۔

یا اللہ! ہم کو اسلامی احکام کی ظاہراً وباطناً پوری پابندی نصیب فرما خصوصاً نماز باجماعت کی توفیق کاملہ عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِیْنُوْا

اَتَاْمُرُوْنَ	النَّاسَ	بِالْبِرِّ	وَ	تَنْسَوْنَ	اَنْفُسَكُمْ	وَاَنْتُمْ	تَتْلُوْنَ	الْكِتٰبَ	اَفَلَا	تَعْقِلُوْنَ	وَ	اسْتَعِیْنُوْا
کیا تم حکم دیتے ہو	لوگ	نیکی کا	اور	تم بھول جاتے ہو	اپنے آپ	حالانکہ تم	پڑھتے ہو	کتاب	کیا۔ پھر نہیں	تم سمجھتے	اور	تم مدد حاصل کرو

کیا غضب ہے کہ کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے اور مدد لو

بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا

بِالصَّبْرِ	وَالصَّلٰوةِ	وَ	اِنَّهَا	لَكَبِیْرَةٌ	اِلَّا	عَلَى	الْخٰشِعِیْنَ	الَّذِیْنَ	یَظُنُّوْنَ	اَنَّهُمْ	مُّلٰقُوْا
صبر سے	اور نماز	اور	وہ	بڑی (دشوار)	مگر	پر	عاجزی کرنیوالے	وہ جو	یقین رکھتے ہیں	کہ وہ	روبرو ہونیوالے

صبر اور نماز سے اور بیشک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جنکے قلوب میں خشوع ہو ان پر کچھ بھی دشوار نہیں وہ خاشعین وہ لوگ ہیں جو خیال رکھتے ہیں اس کا کہ وہ بیشک ملنے والے ہیں

رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾

رَبِّهِمْ	وَ	اَنَّهُمْ	اِلَیْهِ	رٰجِعُوْنَ
اپنا رب	اور	یہ کہ وہ	اسکی طرف	لوٹنے والے

اپنے رب سے اور اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں۔

یہود کی دولت پرستی کا علاج

مدینہ اور اطراف مدینہ میں رہنے والے بعض یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے اور اسلام کو قبول کر چکے تھے ان کی جب علمائے یہود سے دین کے معاملہ میں گفتگو ہوتی تو خفیہ طور پر علمائے یہود ان سے یہی کہتے کہ بے شک یہ پیغمبر برحق ہیں تم اس دین اسلام کو مت چھوڑنا اور تم اس پر قائم رہتے ہوئے اطاعتِ محمد یہ کئے جاؤ ہم کسی مصلحت سے اسلام قبول نہیں کر سکتے اس پر اللہ تعالیٰ ان علمائے یہود سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ یعنی اس آیت میں علمائے یہود کو شرم دلائی گئی کہ تم یہ کیا کرتے ہو کہ دوسروں کو تو قبولِ اسلام کی ہدایت کرتے ہو اور خود اس کے قبولیت کے اظہار سے گریز کرتے ہو اور اپنی ہدایت ونجات سے غافل ہو یعنی ایسا نہ کرنا چاہئے اور تم کو بھی اسلام قبول کر لینا چاہئے۔

چنانچہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عالم بے عمل کی مثال شمع کی سی ہے کہ دوسروں کو روشنی پہنچاتی ہے اور اپنے کو جلاتی ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں میرا گزر کچھ لوگوں پر ہوا جن کے ہونٹ اور زبانیں آگ کی قینچیوں سے کترے جا رہے تھے میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے بتایا کہ یہ آپ کی اُمت کے دنیا دار واعظ ہیں جو لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتے مگر اپنی خبر نہ لیتے تھے۔

علمائے یہود خود بھی سمجھتے تھے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں مگر حُبِّ مال اور حُبِّ جاہ یہ دو خصلتیں ان کو ایمان نہ لانے دیتی تھیں اور وہ خیال کرتے تھے کہ اگر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تو ہمارے ہدیے اور نذرانے بھی بند ہو جائیں گے اس لئے آگے اللہ تعالیٰ نے اس کا علاج ارشاد فرمایا: وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ یعنی اگر تم کو

حُبِّ مال اور حُبِّ جاہ کے غلبہ سے ایمان لانا دشوار معلوم ہو تو صبر اور نماز سے مدد لو یعنی ایمان لا کر صبر و نماز کا التزام کرو کیونکہ صبر سے حُبِّ مال گھٹ جائے گی اور نماز سے حُبِّ جاہ کم ہوگی کیونکہ نماز میں ہر طرح کی پستی، عاجزی اور خاکساری ہے۔

صبر کا مطلب یہ ہے کہ اپنی لذات وشہوات پر قابو حاصل کرلو اور نفس کو ترک لذات وشہوات کا عادی بناؤ، اور جب رفتہ رفتہ بدخواہشات اعتدال پر آ جائیں گی تو پھر مال کی فراوانی کی ضرورت نہ رہے گی نہ اس کی محبت ایسی غالب آئے گی کہ اپنا نفع ونقصان کچھ نہ سوجھے اس طرح حُبِّ مال سے نجات مل جائے گی۔

نماز کے آسان ہونے کی تدبیر اور خشوع والوں کی صفات

وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ گویا اس میں تدبیر بتادی نماز کے آسان ہونے کی پھر آگے خشوع اور عاجزی کرنیوالوں کی علامت بتائی گئی اور ارشاد ہوا۔ اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ خاشعین وہ لوگ ہیں جو خیال رکھتے ہیں اس کا کہ وہ بیشک ملنے والے ہیں اپنے رب سے اور اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں یعنی ان خیالات سے ان کے دلوں میں اُمید و خوف کے جذبات پیدا ہوں گے اُمید یہ کہ جب اپنے رب سے ملیں گے تو اس وقت کریم رب کی طرف سے خدمات کا خوب انعام ملے گا اور خوف یہ کہ جب رب کی طرف واپس جائیں گے تو اس وقت حساب کتاب بھی دینا ہوگا تو خاشعین جو خدا کے عذاب وعقاب سے بھی ڈرتے ہیں اور ثوابِ عظیم اور انعام و اکرام کی بھی اُمید رکھتے ہیں ان کے لئے نماز آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کی فرحت ومسرت کا باعث ہوگی۔

ہر مشکل کا حل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ ہر مشکل اور مہم میں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کے لئے آپ نماز میں مشغول ہو جاتے تھے اور امت کو بھی احادیثِ مبارکہ میں آپ نے یہی تعلیم فرمایا جس کو صَلٰوۃُ الْحَاجَۃ کہا جاتا ہے۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے نفس کی اصلاح کی فکر نصیب فرمائیں، صبر اور نماز سے استعانت حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

یا اللہ! ہم کو جتنا دین کا علم حاصل ہے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا

يٰبَنِيْٓ	اِسْرَآءِيْلَ	اذْكُرُوْا	نِعْمَتِيَ	الَّتِيْٓ	اَنْعَمْتُ	عَلَيْكُمْ	وَاَنِّيْ	فَضَّلْتُكُمْ	عَلَى	الْعٰلَمِيْنَ	وَاتَّقُوْا	يَوْمًا
اے اولاد	یعقوب	تم یاد کرو	میری نعمت	جو	میں نے بخشی	تم پر	اور یہ کہ میں نے	تمہیں فضیلت دی	پر	زمانہ والے	اور ڈرو	اس دن

اے اولاد یعقوب کی تم لوگ میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمکو انعام میں دی تھی اور اس کو کہ میں نے تمکو تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی تھی اور ڈرو تم ایسے دن سے کہ

لَا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ

لَا تَجْزِيْ	نَفْسٌ	عَنْ	نَّفْسٍ	شَيْـًٔا	وَّلَا	يُقْبَلُ	مِنْهَا	شَفَاعَةٌ	وَّلَا	يُؤْخَذُ	مِنْهَا	عَدْلٌ
نہ بدلہ بنے گا	کوئی شخص	سے	کسی	کچھ	اور نہ	قبول کی جائیگی	اس سے	کوئی سفارش	اور نہ	لیا جائے گا	اس سے	کوئی معاوضہ

نہ تو کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکتا ہے اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہو سکتی ہے اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی معاوضہ لیا جا سکتا ہے

وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾

وَّلَا	هُمْ	يُنْصَرُوْنَ
اور نہ	اُن	مدد کی جائے گی

اور نہ اُن لوگوں کی طرف داری چل سکے گی۔

بنی اسرائیل پر انعاماتِ الٰہیہ کا تفصیلی تذکرہ:

گزشتہ پورے رکوع میں بنی اسرائیل کو خطاب کر کے حق تعالیٰ نے اجمالی طور پر اپنی بعض نعمتیں یاد دلائی تھیں ان آیات سے اُن انعامات و احسانات کا تفصیلاً بیان فرمایا جاتا ہے اور مقصد اس سے یہی ہے کہ یہود مدینہ ایک طرف تو خداوند کریم کی اپنی قوم پر گزشتہ عنایتوں اور نوازشوں کو دیکھیں اور دوسری طرف اپنے قوم کی گزشتہ تقصیرات اور کوتاہیوں کو دیکھیں تو لامحالہ حق تعالیٰ سے شرمائیں اور گزشتہ سے سبق لیتے ہوئے اب حق تعالیٰ کے احکام کو قبول کرلیں اور اللہ کی آخری کتاب قرآن کو جو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے اس پر ایمان لے آئیں۔

قبل از اسلام تمام اقوام عالم پر فضیلت

چنانچہ ان آیات میں پہلے ارشاد فرمایا:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾

تو یہاں سب سے پہلے نعمت تفضیل کو ذکر فرمایا دنیا میں ایسا بہت کم اتفاق ہوتا ہے کہ دین اور دنیا کی دونوں سعادتیں کسی ایک جگہ جمع ہو جائیں لیکن بنی اسرائیل کی صد ہا سالہ تاریخ ہے کہ خدا نے اس قوم کو عز و شرف بخشا چنانچہ اس قوم بنی اسرائیل کو دنیا کی بادشاہت کے ساتھ دین کی بادشاہت بھی عطا کی دنیوی بادشاہوں میں حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہما السلام جیسے اولوالعزم بادشاہ بھی ہوئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جو قریب دو ہزار سال کا زمانہ ہے اس میں قریباً ۷۰ ہزار انبیاء بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے اب جبکہ سید الانبیاء والمرسلین نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو بنی اسرائیل کو ان کی گزشتہ فضیلت یاد دلا کر اب جدید فضیلت کے حصول کی دعوت دی جا رہی ہے کہ اگر اپنی گزشتہ فضیلت اور شرف و عزت کو باقی رکھنا ہے تو نبی آخر الزمان احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ اور آپ

کی دعوت کو دل و جان سے قبول کرلو مگر افسوس کہ بنی اسرائیل نے من حیث القوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو ٹھکرایا اور نتیجہ میں مغضوب علیہم اور ضالین کے نام سے موسوم ہوئے اور جو لوگ ایمان لائے وہ خیر الامم کے لقب سے سرفراز ہوئے۔

قیامت کے حساب سے ڈرنے کی دعوت:

آگے دوسری آیت میں ترہیب یعنی ڈراوا اور دھمکی دی جا رہی ہے اور ارشاد ہوتا ہے: وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا یعنی اگر تم اپنی سرکشی اور تعصب سے باز نہ آئے اور اسلام کو قبول نہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر آپ کا اتباع نہ کیا تو خوب سمجھ رکھو اور ڈرتے رہو کہ ایک دن مرنا ضرور ہے اور مرنے کے بعد قیامت کے دن حساب کتاب کیلئے حاضر ہونا ہے اس روز وہاں عذابِ الٰہی کو کوئی شخص کسی طرح دفع نہ کر سکے گا نہ تو کوئی شخص تمہاری ذمہ داری لے سکے گا کہ تمہاری جانب سے تمام حقوق و محاسبہ اپنے سر پر لے لے اور نہ کوئی تمہاری سفارش کر کے عذاب معاف کرا سکے گا اور نہ کوئی مال و دولت یا اور کوئی معاوضہ دے کر تمہارے جرم کا عوض دے سکے گا اور نہ یہ ممکن ہیں اور رہائی کی کوئی شکل نہیں تو پھر تم کو عذابِ الٰہی کا خوف کرنا چاہئے اور اسلام کو قبول کر کے شریعتِ محمدیہ کا پیرو بن جانا چاہئے۔

یہود کے باطل عقیدہ کی تردید:

اس آیت میں یہود کے اس باطل عقیدہ کا بھی رد ہو گیا کہ جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہم باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کے قیامت کے دن اپنے آباء واجداد کی شفاعت سے نجات پا جائیں گے تو یہاں بتا دیا گیا کہ منکرین اسلام کے حق میں کسی قسم کی شفاعت قبول نہ ہوگی یہاں یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ اس آیت میں مطلق شفاعت کی نفی نہیں کی گئی بلکہ کفار و منکرین اور اسلام سے انحراف کرنے والوں کی شفاعت کی نفی مقصود ہے گناہ گار مسلمانوں کی شفاعت جو قرآن پاک کی دوسری آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس کی نفی مقصود نہیں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ نے جو ہم کو امتِ مسلمہ میں پیدا فرما کر شرف و فضیلت بخشا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس شرف و عزت کو قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا اُمتی ہونا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہمیں ہر طرح کی کجی و گمراہی سے محفوظ رکھئے اور قرآن پاک کا اتباع ہر حال میں نصیب فرمائیے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

وَإِذْ نَجَّيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ

وَإِذْ	نَجَّيْنَاكُمْ	مِّنْ	آلِ	فِرْعَوْنَ	يَسُومُونَكُمْ	سُوءَ	الْعَذَابِ	يُذَبِّحُونَ	أَبْنَاءَكُمْ	وَيَسْتَحْيُونَ
اور جب	ہم نے تمہیں رہائی دی	سے	آل	فرعون	وہ تمہیں دکھ دیتے تھے	برا	عذاب	وہ ذبح کرتے تھے	تمہارے بیٹے	اور زندہ چھوڑ دیتے تھے

اور جب کہ رہائی دی ہم نے تمکو متعلقین فرعون سے جو فکر میں لگے رہتے تھے تمہاری سخت آزاری کے گلے کاٹتے تھے تمہارے بیٹوں کے اور زندہ چھوڑ دیتے تھے

نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿٤٩﴾ وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنجَيْنَاكُمْ

نِسَاءَكُمْ	وَفِي	ذَٰلِكُمْ	بَلَاءٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	عَظِيمٌ	وَإِذْ	فَرَقْنَا	بِكُمُ	الْبَحْرَ	فَأَنجَيْنَاكُمْ
تمہاری عورتیں	اور میں	اس	آزمائش	سے	تمہارا رب	بڑی	اور جب	ہم نے پھاڑ دیا	تمہارے لئے	سمندر	پھر تمہیں بچالیا

تمہاری عورتوں کو اور اسمیں ایک امتحان تھا تمہارے پروردگار کی جانب سے بڑا بھاری اور جب شق کر دیا ہم نے تمہاری وجہ سے سمندر کو پھر ہم نے بچالیا تمکو

وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ﴿٥٠﴾

وَأَغْرَقْنَا	آلَ فِرْعَوْنَ	وَ	أَنتُمْ	تَنظُرُونَ
اور ہم نے ڈبو دیا	آل فرعون	اور	تم	دیکھ رہے تھے

اور غرق کر دیا متعلقین فرعون کو اور تم معائنہ کر رہے تھے۔

یہود کو دو انعامات کی یاد دہانی، آزادی اور بحر قلزم میں راستہ ملنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل مصر میں آ کر آباد ہو گئے تھے اور قریب ۴۰۰ برس کے اندر ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی مصر کے بادشاہوں کو جن کا لقب فرعون ہوتا تھا ان کو غیر ملکی بنی اسرائیلیوں کا مصر میں رہنا پسند نہ تھا اور خود برسر حکومت ہونے کیوجہ سے ان سے ٹیکس لیتے۔ ذلیل کام کراتے، عورتوں سے سوت کتواتے اور کپڑا بنواتے مردوں سے راج مزدوری کا کام لیتے اور کھیت جتواتے ایک رات فرعون مصر یعنی ولید بن مصعب نے خواب دیکھا کہ ایک آگ بیت المقدس کی طرف سے آئی ہے جس نے تمام مصر کو گھیر لیا اور چن چن کر ایک ایک قبطی یعنی مصری کے گھر میں گھس گئی اور اس کو جلا دیا اور بنی اسرائیل کے مکانات میں وہ نہیں گئی اور وہ محفوظ رہے فرعون مصر نے صبح کو تمام کاہنوں کو جمع کر کے اس خواب کی تعبیر پوچھی اس خواب کو سن کر کاہنوں نے بالاتفاق کہا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو وہ قتل کر دیا جائے البتہ لڑکی چھوڑ دی جائے چنانچہ جب بڑی تعداد بنی اسرائیل کے بچوں کی قتل ہو چکی تو سرداران قبط نے جمع ہو کر فرعون سے درخواست کی کہ ان بنی اسرائیلیوں سے ہمارے تمام محنت و مشقت کے اور ذلیل خدمات کے کام متعلق ہیں اگر یہ قتل عام یونہی جاری رہا تو انجام کار یہ ذلیل کام بھی ہم ہی کو کرنا پڑیں گے یہ سن کر فرعون نے ترمیم کی کہ ایک سال قتل جاری رہے اور دوسرے سال بند رہے۔ جس سال یہ قتل موقوف تھا اس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اور جس سال قتل جاری تھا اُس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی لطیف حکمت سے موسیٰ علیہ السلام کو محفوظ رکھا اور خود اُسی فرعون بادشاہ مصر کے محل میں موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرائی۔

دوسری آیت میں دوسرا خصوصی انعام واحسان کا ذکر فرمایا گیا یعنی اے یہود مدینہ وہ زمانہ اور اس وقت کو بھی یاد کرو جبکہ ہم نے محض تمہاری وجہ سے راستہ دینے کو سمندر کو شق کر دیا۔ یہ قصہ اس وقت ہوا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام مصر میں بنی اسرائیلی گھرانے میں پیدا ہو کر فرعون کے محل میں پرورش پا کر جوان ہوئے اور پھر ایک مصری کے نادانستہ قتل ہو جانے کیوجہ سے فرعون کی گرفت سے بچ کر مدین چلے گئے اور وہاں سے کافی عرصہ بعد پھر اللہ کے پیغمبر بن کر مصر میں واپس آئے اور مدتوں فرعون کو سمجھاتے رہے جب کسی طرح نہ مانا تو موسیٰ علیہ السلام کو حکمِ الٰہی ہوا کہ بنی اسرائیل کو خفیہ لے کر مصر سے راتوں رات چلے جاؤ۔ راستہ میں سمندر یعنی بحر قلزم پڑا اور پیچھے سے فرعون مع اپنے لشکر کے ان کے تعاقب میں آپہنچا اس وقت حق تعالیٰ کے حکم سے سمندر شق ہو گیا اور اس میں خشک راستے ظاہر ہو گئے جن پر گزر کر بنی اسرائیل تو سمندر پار کر گئے اور جب فرعون تعاقب کی غرض سے انہی راستوں پر سے گزرنے کے لئے اندر سمندر میں گھسا اُس وقت سمندر کا پانی اپنے سابق حال پر ہو گیا اور فرعون مع اپنے لاؤ لشکر کے سب ڈوب کر ختم ہو گئے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب بعد ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود مدینہ عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ آج عاشورہ کا دن ہے اس مبارک دن میں بنی اسرائیل کو فرعون کے ہاتھوں سے نجات حاصل ہوئی اور فرعون غرق ہو کر ہلاک ہوا تو موسیٰ علیہ السلام بطریق شکر کے اس دن کا روزہ رکھتے تھے تو ہم بھی ان کی پیروی میں روزہ رکھتے ہیں۔

مسئلہ:

عاشورہ کا روزہ نویں تاریخ کے روزہ کے ساتھ ملا کر رکھنا مسنون ہے صرف عاشورہ والے دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

الغرض یہاں آیات میں دو خصوصی واقعات اور احسانات جو قوم بنی اسرائیل پر حق تعالیٰ نے فرمائے تھے یہود مدینہ کو یاد دلائے گئے مزید انعامات واحسانات کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ اپنے شب و روز کے احسانات اور انعامات کی شکر گزاری کی توفیق نصیب فرمائیں، اور اپنے شکر گزار بندوں میں ہمیں شامل فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓی اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِہٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾

وَاِذْ	وٰعَدْنَا	مُوْسٰی	اَرْبَعِیْنَ	لَیْلَۃً	ثُمَّ	اتَّخَذْتُمُ	الْعِجْلَ	مِنْ بَعْدِہٖ	وَاَنْتُمْ	ظٰلِمُوْنَ
اور جب	ہم نے وعدہ کیا	موسیٰ	چالیس	رات	پھر	تم نے بنالیا	بچھڑا	اسکے بعد	اور تم	ظالم (جمع)

اور جبکہ وعدہ کیا تھا ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا پھر تم لوگوں نے تجویز کر لیا گوسالہ کو موسیٰ کے بعد اور تم نے ظلم پر کمر باندھ رکھی تھی

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْکُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِکَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ

ثُمَّ	عَفَوْنَا	عَنْکُمْ	مِنْ بَعْدِ	ذٰلِکَ	لَعَلَّکُمْ	تَشْکُرُوْنَ	وَاِذْ	اٰتَیْنَا	مُوْسٰی	الْکِتٰبَ	وَالْفُرْقَانَ
پھر	ہم نے معاف کردیا	تم سے	اسکے بعد	یہ	تاکہ تم	احسان مانو	اور جب	ہم نے دی	موسیٰ	کتاب	اور جدا جدا کرنیوالے احکام

پھر بھی ہم نے درگزر کیا تم سے اتنی بڑی بات ہوئے پیچھے اس توقع پر کہ تم احسان مانو گے اور جب دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فیصلہ کی چیز

لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمُ

لَعَلَّکُمْ	تَھْتَدُوْنَ	وَاِذْ	قَالَ	مُوْسٰی	لِقَوْمِہٖ	یٰقَوْمِ	اِنَّکُمْ	ظَلَمْتُمْ	اَنْفُسَکُمْ	بِاتِّخَاذِکُمُ
تاکہ تم	ہدایت پالو	اور جب	کہا	موسیٰ	اپنی قوم سے	اے قوم	بیشک تم	تم نے ظلم کیا	اپنے اوپر	تم نے بنالیا

اس توقع پر کہ تم راہ پر چلتے رہو اور جب موسیٰ نے فرمایا اپنی قوم سے کہ اے میری قوم بیشک تم نے اپنا بڑا نقصان کیا اپنے اس گوسالہ کی تجویز سے

الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ عِنْدَ بَارِئِکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ

الْعِجْلَ	فَتُوْبُوْٓا	اِلٰی	بَارِئِکُمْ	فَاقْتُلُوْٓا	اَنْفُسَکُمْ	ذٰلِکُمْ	خَیْرٌ	لَّکُمْ	عِنْدَ	بَارِئِکُمْ	فَتَابَ	عَلَیْکُمْ
بچھڑا	سو تم رجوع کرو	طرف	پیدا کرنیوالا	سو تم ہلاک کرو	اپنی جانیں	یہ	بہتر	تمہارے لئے	نزدیک	تمہارا پیدا کرنیوالا	اسنے قبول کی	تمہاری

سو تم اپنے خالق کی طرف متوجہ ہو پھر بعض آدمی بعض آدمیوں کو قتل کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا تمہارے خالق کے نزدیک پھر حق تعالیٰ تمہارے حال پر متوجہ ہوئے

	اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۴﴾	اِنَّہٗ	ھُوَ	التَّوَّابُ	الرَّحِیْمُ	
	بیشک وہ تو ایسے ہی ہیں کہ توبہ قبول کر لیتے ہیں اور عنایت فرماتے ہیں۔	بیشک	وہ	توبہ قبول کرنیوالا	رحم کرنے والا	

بنی اسرائیل کا بچھڑے کو معبود بنالینا پھر بھی اللہ تعالیٰ کا ان کی توبہ کو قبول کر لینا اور یہود مدینہ کو تنبیہ

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰی اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِہٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ فرعون کے غرق ہوجانے کے بعد موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کے ساتھ بحر قلزم کو پار کر کے وادی تیہ میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوہ طور پر ایک مہینہ ہماری عبادت میں مشغول رہو تو کتاب توریت عطا کی جائے گی۔ کیونکہ اول یہی حکم ہوا تھا، پھر دس رات وہاں رہنے کا اور حکم ہوا جب ایک ماہ بعد موسیٰ علیہ السلام واپس نہ آئے تو بنی اسرائیل میں کھلبلی مچ گئی اور سامری نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام تو انتقال کر گئے اور تمہارے لئے کسی معبود کا

ہونا ضروری ہے تو تم میرے پاس سونے کے زیورات جمع کرو میں تمہارے لئے ایک معبود بنا دوں، چونکہ مصر کے لوگ گائے بیل اور بلی پوجتے تھے بنی اسرائیل بھی ان کی طویل صحبت کی وجہ سے محسوس پرستی کی طرف مائل تھے۔ سامری نے تمام بنی اسرائیل سے حاصل کردہ زیورات کو ڈھال کر ایک گائے کا بچھڑا بنایا۔ غرق فرعون کے وقت حضرت جبریلؑ بشکل انسانی گھوڑے کے قدموں کے نیچے سے تھوڑی سی مٹی اُس نے اُٹھائی تھی وہ اس کے پاس محفوظ تھی اُس خاک کو اُس نے بچھڑے کے پیٹ میں ڈال دیا جس سے اس میں جان سی پڑ گئی اور وہ چلانے لگا سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہی تمہارا معبود ہے اور بنی اسرائیل اس کو سجدہ کرنے لگے حضرت ہارون علیہ السلام جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں چھوڑ کر کوہ طور پر تشریف لے گئے تھے انہوں نے ان کا کہنا نہ مانا اور ان کو گوسالہ پرستی سے روکنے پر مارنے اور قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام خاموش ہو گئے اور سوائے تھوڑے سے بنی اسرائیلیوں کے سب گوسالہ پرستی میں مشغول ہو گئے۔ چالیس رات کی مدت کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے احکام کی تختیاں لے کر واپس ہوئے تو بنی اسرائیل کی یہ حرکت دیکھ کر بڑے جوش و غضب میں آئے اور اپنے بھائی و جانشین حضرت ہارون پر بھی خفا ہوئے کہ میں تم کو اپنا نائب بنا کر گیا تھا تم نے ان کو منع کیوں نہ کیا انہوں نے اپنا عذر بیان کیا کہ میں نے منع ضرور کیا مگر یہ مانے نہیں، اور میں سختی کرتا تو یہ مجھے قتل کر ڈالتے پھر سامری سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ تو نے یہ حرکت کیا کی؟ اس نے کل واقعہ بتا دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بددعا دی جس کی وجہ سے وہ کوڑھی ہو گیا اور کوئی اس کے پاس نہ آتا تھا نہ وہ کسی کو چھو سکتا تھا اور اسی حالت سے وہ مر گیا بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ اس بچھڑے کو دریا میں پھینک دو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر اس گناہ سے توبہ کا حکم بنی اسرائیل کیلئے آیا۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی ......اِلٰی......التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۝

یعنی بنی اسرائیل کی توبہ کیلئے یہ صورت تجویز ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام پر حق تعالیٰ کا یہ حکم آیا کہ بنی اسرائیل آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی پرستش کی تھی ان کو اپنے گھروں سے باہر دروازہ پر نہتے ہو کر بیٹھنے کا حکم ہوا اس طرح کہ اپنے سروں کو جھکا کر اپنے زانو پر رکھ لیں اور جنہوں نے کہ بچھڑے کی پرستش نہیں کی تھی ان کو حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ تلوار لے کر نکلنے کا حکم ہوا تاکہ یہ ان پرستش کرنے والوں کو قتل کریں اب چونکہ قتل ہونے والوں میں قتل کرنے والوں کے باپ بھائی بھتیجے، بھانجے، عزیز دوست تھے۔ اس لئے قتل کرنے میں ان کو طبعی شفقت کے باعث تردد ہوا اور ہاتھ رُکا اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک سیاہ غبار بھیج دیا اور اس قدر تاریکی چھا گئی کہ کوئی کسی کو دیکھ نہ سکتا تھا اور اسی اندھیرے میں قتل شروع ہوا مفسرین نے لکھا ہے کہ صبح سے شام تک ستر ہزار آدمی قتل ہوئے، عورتیں اور بچے بنی اسرائیل کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرنے لگے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی رحم آیا اور سر برہنہ کر کے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی تو اس پر حکم الٰہی ہوا کہ اچھا ہم نے مرے ہوئے اور زندوں کی سب کی توبہ قبول کی جو مارا گیا اس کو شہید کا اجر دیا اور جو زندہ رہا اس کی بھی توبہ قبول ہوئی اور اس کو جہاد کا ثواب دیا اس طرح آپس میں باپ بیٹوں اور بھائیوں میں قتل و خون موقوف ہوا اور خدائے تَوَّابُ الرَّحِیم نے ساری قوم کو اس گوسالہ پرستی کے جرم عظیم سے معاف فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں حق تعالیٰ نے یہود کو ان کی قوم بنی اسرائیل پر کیا ہوا ایک احسان اور جتایا تا کہ یہودِ مدینہ اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات اپنی قوم پر سن کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرلیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اسلام قبول کرلیں۔

پھر بنی اسرائیل کی قبولیت توبہ کا جو واقعہ ان آیات میں ذکر فرمایا گیا اس سے ظاہر ہوا کہ پچھلی امتوں میں توبہ کی قبولیت کیلئے کیسے کیسے سخت احکام ہوتے تھے اور وہ اُن کو بھی قبول کر لیتے تھے۔ اس اُمت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا کتنا انعام واحسان ہے کہ کتنا آسان طریق توبہ کا مقرر فرمایا کہ سوائے سچی ندامت کے اور کچھ طلب نہیں فرماتے۔

چالیس دن کی خصوصیت:

یہاں ان آیات میں اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً یعنی ۴۰ رات کی مدت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عبادت کیلئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی تو علماء نے لکھا ہے کہ صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کے ہاں چلہ کی اصل اسی سے ثابت ہے، اور جس چیز کی خاص طور پر تکمیل مقصود ہوتی ہے تو اس کیلئے ۴۰ کا عدد منتخب ہوتا ہے۔ چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کا خمیر ۴۰ دن تک کیا گیا اور حدیث شریف میں ہے کہ رحم مادر میں ۴۰ روز تک نطفہ رہتا ہے پھر ۴۰ روز تک عَلَقَةٌ یعنی خون بستہ پھر ۴۰ روز تک مُضْغَةٌ یعنی گوشت کا لوتھڑا، اس کے بعد رُوح پھونکی جاتی ہے، اسی طرح نبوت ورسالت کی بعثت کیلئے ۴۰ کا عدد خاص کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بھی عمر شریف کے ۴۰ سال پورے کرنے پر ہوئی۔

ایک حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری مسجد میں ۴۰ نمازیں ادا کرے اور کوئی نماز اس کی فوت نہ ہو تو اس کیلئے دوزخ سے برأت لکھی جائے گی اور عذاب اور نفاق سے بھی برأت لکھی جائے گی تو معلوم ہوا کہ اس عدد ۴۰ کو عروج وترقی سے کوئی خاص مناسبت ہے۔

دُعاء کیجئے:

اے اللہ! آپ نے ہم کو سید الانبیاء والمرسلین کا اُمتی ہونا نصیب فرمایا۔
آپ نے ہم کو قرآن جیسی نعمت عطا فرمائی۔ آپ نے اپنے فضل سے ہم کو دین اسلام کی دولت عطا فرمائی۔
اے اللہ! ہمیں ان انعامات واحسانات کی سچی قدردانی نصیب فرما۔ ہمیں ہدایت کے راستہ پر قائم رکھ اور استقامت نصیب فرما۔ اے اللہ! ان پر ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ

وَاِذْ	قُلْتُمْ	يٰمُوسٰى	لَنْ نُّؤْمِنَ	لَكَ	حَتّٰى	نَرَى	اللّٰهَ	جَهْرَةً	فَاَخَذَتْكُمُ	الصّٰعِقَةُ
اور جب	تم نے کہا	اے موسیٰ	ہم ہرگز نہ مانیں گے	تجھے	جب تک	ہم دیکھ لیں	اللہ	کھلم کھلا	پھر تمہیں آلیا	بجلی کی کڑک

اور جب تم لوگوں نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہارے کہنے سے یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو علانیہ طور پر سو آپڑی تم پر کڑک بجلی

وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ

وَاَنْتُمْ	تَنْظُرُوْنَ	ثُمَّ	بَعَثْنٰكُمْ	مِنْ	بَعْدِ	مَوْتِكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ	وَظَلَّلْنَا	عَلَيْكُمُ
اور تم	تم دیکھ رہے تھے	پھر	ہم نے تمہیں زندہ کیا	سے	بعد	تمہاری موت	تا کہ تم	احسان مانو	اور ہم نے سایہ کیا	تم پر

اور تم آنکھوں سے دیکھ رہے تھے پھر ہم نے تمکو زندہ کر اُٹھایا تمہارے مرجانے کے بعد اس توقع پر کہ تم احسان مانو گے اور سایہ فگن کیا ہم نے تم پر ابر کو

الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۖ كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۖ وَمَا ظَلَمُونَا

الْغَمَامَ	وَاَنْزَلْنَا	عَلَيْكُمُ	الْمَنَّ	وَ	السَّلْوٰى	كُلُوْا	مِنْ	طَيِّبٰتِ	مَا	رَزَقْنٰكُمْ	وَ	مَا ظَلَمُوْنَا
بادل	اور ہم نے اتارا	تم پر	من	اور	سلوا	تم کھاؤ	سے	پاک چیزیں	جو	ہم نے تمہیں دیں	اور	انہوں نے ظلم نہیں کیا ہم پر

اور پہنچایا ہم نے تمہارے پاس ترنجبین اور بٹیریں کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾	وَلٰكِنْ	كَانُوْا	اَنْفُسَهُمْ	يَظْلِمُوْنَ
لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔	اور لیکن	تھے	اپنی جانیں	وہ ظلم کرتے تھے

بنی اسرائیل کے ستر آدمیوں کا مرنا پھر زندہ ہونا اور بادلوں کا سایہ اور من وسلویٰ

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور سے توریت لاکر پیش کی کہ یہ کتاب ہے اللہ تعالیٰ کی تو بعض گستاخ بنی اسرائیلیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ خود ہم سے کہہ دیں کہ یہ ہماری کتاب ہے تو بے شک ہم کو یقین آجائے گا موسیٰ علیہ السلام نے باذن الٰہی فرمایا کہ چلو کوہ طور پر یہ بات بھی ہو جائے گی۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے اپنی قوم سے ستر آدمی اس کام کے لئے منتخب کر کے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر روانہ کئے وہاں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کا کلام ان لوگوں نے خود سنا تو اس

وقت اور رنگ لائے کہ ہم کو تو کلام سننے سے قناعت نہیں ہوتی نہ معلوم کون بول رہا ہوگا اگر خدا کو ہم دیکھ لیں تو بیشک مان لیں چونکہ دنیا میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی قوت نہیں رکھتا اس لئے اس گستاخی پر اُن پر بجلی آپڑی اور سب ستر آدمی ہلاک ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا الٰہی میں ان کو بنی اسرائیل کے نمائندہ کی حیثیت سے لایا تھا کہ یہ واپس جا کر بنی اسرائیل کے سامنے گواہی دیں گے۔ اب یہ تو مر گئے میں بنی اسرائیل کو کیا جواب دوں گا۔ وہ

یہی سمجھیں گے کہ کہیں لے جا کر غصہ میں خود میں نے کسی تدبیر سے ان کا کام تمام کرا دیا ہوگا تو مجھ کو بنی اسرائیل کی تہمت سے بچا لیجئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خواہش اور دُعاء کے مطابق ان ستر اشخاص کو دوبارہ زندہ فرما دیا، اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرکے آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ اے یہود میرے اس احسان کو یاد کرو کہ میں نے بنی اسرائیل کے ان ستر منتخب اشخاص کو موت کے بعد دوبارہ زندگی بخشی اور اس کا شکر ادا کرو اور شکر ادا کرنے کی صورت یہی ہے کہ میرے احکام کی فرمانبرداری قبول کرو۔

اس واقعہ سے ہمیں یہ نصیحت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور اس کی ذات عالی سے بیجا مطالبہ کرنا بہت بڑا جرم و گناہ ہے اور اس کی سخت سزا ہے اس لئے ہمیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات اور ہر ارشاد کو شک وشبہ کے بغیر بلا چوں وچرا دل سے تسلیم کر لیا کریں۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى

بنی اسرائیل نے بحر قلزم پار کرکے میدان سینا جس کو وادی تیہ بھی کہتے ہیں قدم رکھا تو لق و دق بے آب و گیاہ میدان تھا جہاں شدید گرمی تھی اور دُور دُور تک سبزی اور پانی کا پتہ نہ تھا اس لئے بنی اسرائیل گھبرا اُٹھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرنے لگے کہ ہم پانی کہاں سے پئیں۔ ہم تو پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے یہاں تو پینے کیلئے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درگاہ الٰہی میں التجا کی اور وحی الٰہی نے ان کو حکم دیا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تعمیل ارشاد کی تو فوراً بارہ سوت اس پتھر سے اُبل پڑے اور بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کیلئے جُدا جُدا چشمے جاری ہو گئے۔ بنی اسرائیل کو جب اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اب کہنے لگے کہ پانی کا تو انتظام ہو گیا لیکن زندگی کیلئے صرف پانی تو کافی نہیں ہے ہم اب کھائیں کہاں سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر رب العلمین کی درگاہ میں دُعاء کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری دُعاء قبول ہوئی پریشان نہ ہو، ہم غیب سے اس کا انتظام بھی کئے دیتے ہیں چنانچہ رات کو شبنم کی صورت میں من گرتی تھی اور یہ نہایت شیریں حلوہ کی مانند تھی اس من کا ترجمہ اکثر مفسرین نے ترنجبین سے کیا ہے۔ اور دن میں بٹیروں کے غول کے غول زمین پر اُترتے اور پھیل جاتے بنی اسرائیل ان کو بآسانی ہاتھوں سے پکڑ لیتے اور بھون کر کھاتے اس طرح روزانہ بغیر زحمت و تکلیف کے ان کو یہ دونوں نعمتیں غیب سے مہیا ہو جاتیں اور یہ ان دونوں لطیف چیزوں سے پیٹ بھر لیا کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت بنی اسرائیل کو یہ تنبیہ کر دی تھی کہ وہ اپنی ضرورت کے موافق من و سلویٰ روزانہ کام میں لائیں اور دوسرے دن کیلئے ذخیرہ نہ کریں کچھ عرصہ تک تو بنی اسرائیل بے محنت یہ آسانی کھانے کھاتے رہے آخر خلاف حکم الٰہی من وسلویٰ اکٹھا کرنا شروع کیا جس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے من وسلویٰ نازل ہونا بند ہو گیا اور جمع کیا کرایا بھی سڑ گیا، اسی وادی تیہ یا میدان سینا میں بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ گرمی کی شدت ہے اور سایہ دار درختوں اور مکانوں کی راحت میسر نہ ہونے کی وجہ سے ہم بہت پریشان ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تپش اور گرمی ہماری زندگی کا خاتمہ کر دے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تشفی دی اور بارگاہ قدس میں عرض کیا کہ جب آپ نے اس قوم پر بڑے انعامات اور فضل وکرم کی بارش کی ہے تو اس سخت تکلیف سے بھی ان کو نجات عطا فرمائیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعاء قبول ہوئی اور آسمان پر بادلوں کے پرے کے پرے بنی اسرائیل پر

5 سایہ افگن ہو گئے اور بنی اسرائیل جہاں بھی سفر کرتے ہوئے جاتے بادلوں کا سایہ اُن کے سروں پر رہتا انہی انعامات واحسانات کی طرف یہ آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اے بنی اسرائیل ہم نے وادیٔ تیہ میں تم پر ابر کا سایہ کیا خزانہ غیب سے تم پر من وسلوٰی اُتارا۔ اور تم نے حکمِ الٰہی کے خلاف حرص ولالچ میں پڑ کر ان چیزوں کا ذخیرہ کرنا شروع کیا جو ذخیرہ کرتے وہ سڑ جاتا اور من وسلوٰی کا نازل ہونا بند ہو گیا تم نے ہمارا کچھ بھی نقصان نہیں کیا بلکہ اپنا ہی نقصان کیا ایسا رزق کھویا جس میں نہ دُنیا کی مشقت تھی اور نہ آخرت کا حساب تھا۔

صحابہ کرامؓ کی فضیلت:

اس آیت سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی فضیلت دوسرے حضرات انبیاء کے صحابہ پر ظاہر ہوتی ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے سخت دھوپ اور گرمی میں غزوات کئے اور جہاد کے سفر کئے مگر کبھی اس کے خواہشمند نہ ہوئے کہ بنی اسرائیل کی طرح ہم پر من وسلوٰی نازل کیا جائے اور دھوپ سے بچاؤ کیلئے بادل بھیج دیا جائے حالانکہ نبی اکرم سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اگر دُعاء فرماتے تو ضرور ایسا ہو جاتا۔ (تفسیر ابن کثیر)

خلاصۂ آیات:

الغرض اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی وہ خاص خاص رحمتیں اور انعامات جو قوم بنی اسرائیل پر ہوئے برابر بیان فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی اس قوم کی غلطیاں اور جرائم کو بھی ظاہر فرمایا جاتا ہے تاکہ وہ یہود جو نزولِ قرآن کے وقت موجود تھے وہ نصیحت پکڑیں اور گزشتہ کے تجربات سے سبق حاصل کر کے اب اس غلطی سے باز آجائیں جو وہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے اور اسلام قبول نہ کرنے میں کر رہے تھے۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ کا بے انتہاء شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام سے نوازا اور افضل المرسلین پر ایمان لانا نصیب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ان انعامات واحسانات کا حق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں اور اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا

وَإِذْ	قُلْنَا	ادْخُلُوْا	هٰذِهِ	الْقَرْيَةَ	فَكُلُوْا	مِنْهَا	حَيْثُ	شِئْتُمْ	رَغَدًا	وَّادْخُلُوا	الْبَابَ	سُجَّدًا
اور جب	ہم نے کہا	تم داخل ہو	اس	بستی	پھر کھاؤ	اس سے	جہاں	تم چاہو	بافراغت	اور تم داخل ہو	دروازہ	سجدہ کرتے ہوئے

اور جب ہم نے حکم کیا کہ تم لوگ اس آبادی کے اندر داخل ہو پھر کھاؤ اس سے جس جگہ رغبت کرو بے تکلفی سے اور دروازے میں داخل ہونا جھکے جھکے

وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۚ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۵۸ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا

وَّقُوْلُوْا	حِطَّةٌ	نَّغْفِرْ	لَكُمْ	خَطٰيٰكُمْ	وَسَنَزِيْدُ	الْمُحْسِنِيْنَ	فَبَدَّلَ	الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	قَوْلًا
اور کہو	بخش دے	ہم بخش دینگے	تمہیں	تمہاری خطائیں	اور عنقریب زیادہ دیں گے	نیکی کرنیوالے	پھر بدل ڈالا	جن لوگوں نے ظلم کیا (ظالم)	بات

اور کہتے جانا کہ توبہ ہے ہم معاف کردیں گے تمہاری خطائیں اور ابھی ابھی مزید برآں اور دینگے دل سے نیک کام کرنے والوں کو سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ

غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۵۹

غَيْرَ	الَّذِيْ	قِيْلَ	لَهُمْ	فَأَنْزَلْنَا	عَلَى	الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	رِجْزًا	مِّنَ	السَّمَآءِ	بِمَا	كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ
دوسری	وہ جو کہ	کہی گئی	انہیں	پھر ہم نے اتارا	پر	جن لوگوں نے ظلم کیا (ظالم)	عذاب	سے	آسمان	کیونکہ	وہ نافرمانی کرتے تھے

جو خلاف تھا اس کلمہ کے جسکی ان سے فرمائش کی گئی تھی اس پر ہم نے نازل کی ان ظالموں پر ایک آفت سماوی اس وجہ سے کہ وہ عدول حکمی کرتے تھے

بنی اسرائیل کی سرکشی کا ایک اور واقعہ:

ایک قول تو یہ ہے کہ اس آیت میں قَرْيَة سے بَيْتُ الْمَقْدِس مراد ہے اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب بنی اسرائیل چالیس سال کے بعد میدان تیہ سے یوشع بن نون علیہ السلام کی معیت میں نکلے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات میدان تیہ میں ہو چکی تھی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے عہد نبوت بنی اسرائیل نے جب ملک شام میں جہاد کر کے فتح حاصل کی اس وقت حضرت یوشع کے ذریعہ سے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ تم اس شہر بیت المقدس کے دروازہ میں سجدۂ شکر کرتے ہوئے اور زبان سے استغفار اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے داخل ہو اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری گزشتہ خطاؤں کو معاف فرمادیں گے اور تم میں سے جو لوگ نیک ہیں ان کو ان کی نیکیوں کے عوض میں اور زیادہ عطا فرمائیں گے لیکن اس حکم کے خلاف بنی اسرائیل میں جو نافرمان اور غلط کار تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تلقین کردہ الفاظ کو چھوڑ کر تمسخر اور استہزاء کے طور پر کچھ اور ہی الفاظ شہر میں داخلے کے وقت کہے۔ روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے حِطَّةٌ کے بجائے جس کے معنیٰ توبہ کے ہیں حِنْطَةٌ کی رَٹ شروع کردی جس کے معنیٰ گیہوں کے ہیں اور قولی مخالفت کے ساتھ ساتھ انہوں نے عملاً بھی اللہ کے حکم کی مخالفت کی چنانچہ دروازے سے جھک کر عاجزی سے گزرنے کے بجائے اکڑتے اور اتراتے ہوئے گزرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں نے خدا کی نافرمانی کی اور اس کے حکم کو تمسخر سے بدل دیا ان پر آسمانی عذاب نازل کیا گیا اور یہ عذاب طاعون کی بیماری کی صورت میں اُن پر مسلط کیا گیا اور لکھا ہے کہ اس طاعون سے ستر ہزار بنی اسرائیل مرے۔ دوسرا قول یہ

ہے کہ یہ قصہ بھی زمانہ وادی تیہ کا ہے کہ جب بنی اسرائیل من وسلوٰی کھاتے کھاتے اُکتا گئے اور اپنے معمولی کھانے ملنے کی موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی تو ان کو ایک شہر میں جانے کا حکم ہوا تھا کہ وہاں کھانے پینے کی اور معمولی چیزیں ملیں گی اور اس شہر میں اندر جانے کے متعلق قولی اور فعلی ادب جو اوپر کی آیت میں تعلیم ہوا موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ بنی اسرائیل کو دیا گیا مگر بنی اسرائیل کے نافرمانوں نے اس حکمِ خداوندی کی نافرمانی کی جیسا کہ بیان فرمایا گیا: الغرض اس واقعہ کو یہود مدینہ کو سنانے سے یہی مقصود ہے کہ تم اپنی قوم بنی اسرائیل کی گزشتہ حالت کو سن کر عبرت حاصل کرو اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرو اور وقتی تقاضہ کے مطابق اسلام کو قبول کر لو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کر لو۔

فتح کے وقت اظہارِ عاجزی:

جب فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں داخل ہوئے تو انتہائی تواضع اور سکینی کے آثار آپ پر طاری تھے۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ حضرت سعد بن وقاص ؓ نے جب ملک ایران فتح کیا اور کسریٰ کے شاہی محلات میں فاتحانہ داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق آٹھ رکعتیں نماز شکرانہ کی پڑھیں۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ نے جو اپنے فضل وکرم سے ہم پر بے شمار انعامات واحسانات فرما رکھے ہیں ان پر ہم کو شکر گزاری اور احسان مندی کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرمائیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو کامل طور پر بچنے کا عزم و ہمت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہر طرح کے عذاب و گرفت سے ہم کو محفوظ و مامون فرمایئے اور ہم سے جو کوتاہیاں اب تک سرزد ہوئی ہیں ان پر توبہ واستغفار کی توفیق عطا فرمایئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ

وَاِذِ	اسْتَسْقٰى	مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖ	فَقُلْنَا	اضْرِبْ	بِّعَصَاكَ	الْحَجَرَ	فَانْفَجَرَتْ	مِنْهُ
اور جب	پانی مانگا	موسیٰ	اپنی قوم کیلئے	پھر ہم نے کہا	مارو	اپنا عصا	پتھر	تو پھوٹ پڑے	اس سے

اور جب موسیٰ نے پانی کی دُعاء مانگی اپنی قوم کے واسطے اس پر ہم نے حکم دیا کہ اپنے اس عصا کو فلاں چیز پر مارو بس فوراً اس سے پھوٹ نکلے

اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ

اثْنَتَا عَشْرَةَ	عَيْنًا	قَدْ عَلِمَ	كُلُّ اُنَاسٍ	مَّشْرَبَهُمْ	كُلُوْا	وَاشْرَبُوْا	مِنْ	رِّزْقِ	اللّٰهِ
بارہ	چشمے	جان لیا	ہر قوم	اپنا گھاٹ	تم کھاؤ	اور پیو	سے	رزق	اللہ

بارہ چشمے معلوم کر لیا ہر ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع کھاؤ اور پیو اللہ تعالیٰ کے رزق سے

وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾	وَلَا تَعْثَوْا	فِى	الْاَرْضِ	مُفْسِدِيْنَ	
اور حد سے مت نکلو فساد کرتے ہوئے سرزمین میں۔	اور نہ پھرو	میں	زمین	فساد مچاتے	

بنی اسرائیل کیلئے پتھروں سے چشمے پھوٹنا

یہ قصہ بھی وادی تیہ یعنی جزیرہ نما سینا کے لق ودق بیابان اور ریگستان کا ہے تیہ میں بنی اسرائیل جب دھوپ گرمی اور کھانے پینے کی تکالیف میں مبتلا ہوئے اور پانی کیلئے موسیٰ علیہ السلام نے دُعاء کی تو ایک خاص پتھر کو صرف عصاء مارنے سے قدرت خداوندی سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور بارہ کی تعداد میں یہ حکمت و مصلحت تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے جن کا لقب اسرائیل تھا بارہ فرزند تھے اور ہرایک اولاد کا ایک خاندان تھا اس طرح بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے اور ان کو انتظامی معاملات میں الگ الگ ہی رکھا جاتا تھا اور ہر قبیلہ کے جدا جدا سردار تھے اس لئے بارہ چشمے بہ نکلے اور ہر قبیلہ نے ایک ایک چشمہ لے لیا اور بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کی معرفت حکم دیا گیا کہ اللہ کے اس خاص رزق سے جو اللہ نے خاص طور پر بغیر ظاہری اسباب کے عطا فرمایا کھاؤ پیو اور دل و جان سے اللہ کا شکر ادا کرو اور اللہ کا رزق کھا کر اس کی نافرمانی نہ کرو اور زمین پر فساد مچاتے نہ پھرو یعنی زمین پر اللہ کی معصیت نہ کرو۔

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ ایک چوگوشہ پتھر تھا بیل پر لاد دیا جاتا تھا جہاں اُترتے رکھ دیتے اور عصا مارتے ہی اس میں سے نہریں بہ نکلتیں اور جب کوچ کرتے اُٹھا لیتے نہریں بند ہو جاتیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ جنتی پتھر تھا اور ایک قول میں ہے کہ یہ پتھر حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے آیا تھا اور یونہی ہاتھوں ہاتھ پہنچتا ہوا حضرت شعیب علیہ السلام کو ملا تھا اور انہوں نے یہ لکڑی اور پتھر دونوں موسیٰ علیہ السلام کو دیئے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے چشمہ پھوٹنا

بخاری شریف کی ایک روایت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پانی کی کمی ہوگئی آپ نے فرمایا تلاش کرو کسی کے پاس کچھ پانی بچا ہو تو لے آؤ۔ صحابہ

ایک برتن لے آئے جس میں ذرا سا پانی تھا آپ نے برتن میں اپنا دست مبارک ڈالا اور فرمایا چلو اور وضو کا پانی اور خدا کی برکت لو میں نے بچشم خود دیکھا کہ آپ کی انگلیوں سے پانی چشمہ کی طرح پھوٹ رہا ہے۔

معجزہ کی حقیقت:

معجزہ درحقیقت نبی کا اپنا فعل نہیں ہوتا بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے جو نبی کے ہاتھوں سے ظاہر ہوتا اور معجزہ کہلاتا ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ کی قدرت وطاقت سے ہر ناممکن چیز بھی ممکن ہے اس لئے اگر قدرتِ خداوندی اپنے پیغمبر کے ہاتھ سے کوئی ایسا عمل دکھا دے جو عام سلسلہ اسباب کے بغیر عالم وجود میں آجائے تو اس میں کون سی حیرت کی بات ہے جب خدائے تعالیٰ کے رسول دُنیا میں آئے تو ان کے ساتھ صدق و دیانت اور حسن خلق اور جملہ کمالات بشریہ کی نشانیوں کے ساتھ ایک قوتِ قاہرہ جس کا دوسرا نام تائید ایزدی ہے وہ بھی ساتھ ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے معاندین کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔ اسی قوتِ قاہرہ کا نام معجزات ہے۔

یہودِ مدینہ کو تنبیہ:

الغرض اس آیت میں بھی قوم بنی اسرائیل پر ایک عظیم الشان احسان فرمایا گیا تھا، یہود مدینہ کو یاد دلایا گیا تا کہ وہ احسان مانیں اور خدا کی قدرت کے معترف ہو کر اس کی نافرمانی سے بچیں اور ان کے بڑوں کو جو نصیحت وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے) کی گئی اس کا یہ بھی خیال کریں۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائیں کہ اللہ کا دیا ہوا رزق کھا کر اُسی کی نافرمانی کی جائے۔
اللہ تعالیٰ ہمیں ظاہر میں اور باطن میں اپنی فرمانبرداری اور تابع داری نصیب فرمائیں اور اسی پر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ

وَإِذْ	قُلْتُمْ	يٰمُوسٰى	لَنْ نَّصْبِرَ	عَلٰى	طَعَامٍ	وَّاحِدٍ	فَادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُخْرِجْ لَنَا	مِمَّا	تُنْبِتُ
اور جب	تم نے کہا	اے موسیٰ	ہرگز نہ صبر کریں گے	پر	کھانا	ایک	دعا کریں	ہمارے لئے	اپنا رب	نکالے ہمارے لئے	اس سے جو	اُگاتی ہے

اور جب تم لوگوں نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ایک ہی قسم کے کھانے پر کبھی نہ رہیں گے آپ ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے ایسی چیزیں پیدا کریں

الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي

الْأَرْضُ	مِنْ	بَقْلِهَا	وَقِثَّائِهَا	وَفُومِهَا	وَعَدَسِهَا	وَبَصَلِهَا	قَالَ	أَتَسْتَبْدِلُونَ	الَّذِي
زمین	سے (کچھ)	ترکاری	اور ککڑی	اور گندم	اور مسور	اور پیاز	اس نے کہا	کیا تم بدلنا چاہتے ہو	جو کہ

کہ جو زمین میں اُگا کرتی ہیں ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز آپ نے فرمایا کیا تم عوض میں لینا چاہتے ہو ادنیٰ درجہ کی چیزوں کو ایسی چیز کے مقابلہ میں

هُوَ أَدْنٰى بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُمْ مَا سَأَلْتُمْ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ

هُوَ أَدْنٰى	بِالَّذِي	هُوَ	خَيْرٌ	اهْبِطُوا	مِصْرًا	فَإِنَّ	لَكُمْ	مَا سَأَلْتُمْ	وَ	ضُرِبَتْ	عَلَيْهِمُ	الذِّلَّةُ
وہ ادنیٰ	اس سے جو	وہ	بہتر	تم اترو	شہر	پس بیشک	تمہارے لئے	جو تم مانگتے ہو	اور	ڈال دی گئی	ان پر	ذلت

جو اعلیٰ درجہ کی ہے کسی شہر میں اُترو البتہ تمکو وہ چیزیں ملیں گی جنکی تم درخواست کرتے ہو اور جم گئی اُن پر ذلت اور پستی اور مستحق ہوگئے

وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُونَ

وَالْمَسْكَنَةُ	وَبَاءُوْ	بِغَضَبٍ	مِّنَ	اللّٰهِ	ذٰلِكَ	بِأَنَّهُمْ	كَانُوا	يَكْفُرُونَ	بِآيَاتِ	اللّٰهِ	وَيَقْتُلُونَ
اور محتاجی	اور وہ لوٹے	غضب کیساتھ	سے	اللہ	یہ	اس لئے کہ وہ	وہ تھے	وہ انکار کرتے	آیتوں کا	اللہ	اور قتل کرتے تھے

غضب الٰہی کے یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ منکر ہوجاتے تھے احکام الٰہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے

النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝

النَّبِيِّينَ	بِغَيْرِ الْحَقِّ	ذٰلِكَ	بِمَا	عَصَوْا	وَّكَانُوا	يَعْتَدُونَ
نبیوں کو	ناحق	یہ	اس لئے کہ	انہوں نے نافرمانی کی	اور تھے	حد سے بڑھتے

پیغمبروں کو ناحق یہ اس وجہ سے کہ اُن لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ سے نکل نکل جاتے تھے

بنی اسرائیل کی مغضوبیت اور اس کے اسباب

وادی تیہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بے محنت و مشقت کے لطیف غذا من و سلویٰ عطا فرما رکھی تھی۔ صاف ستھرا شیریں پانی پینے کو مرحمت کیا تھا لیکن بنی اسرائیل سے ایک ہی قسم کے کھانے یعنی من و سلویٰ پر صبر نہ ہوسکا اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہر

روز ہم کو من وسلوٰی ہی ملتا ہے ہم کو یہ بات پسند نہیں ہماری طبیعت اور چیزوں کو بھی چاہتی ہے ایک قسم کا کھانا کھاتے کھاتے ہماری طبیعت اُکتا گئی۔ آپ ہمارے لئے خدا سے دُعا فرمائیں کہ زمین کی سبزی ترکاریاں، ککڑی، گیہوں، مسور پیاز ہم کو عطا کرے اس سے ہمارا ذائقہ بدلے گا اور کچھ لطف حاصل ہوگا بنی اسرائیل کی اس درخواست پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم کیسی سمجھ رکھتے ہو کہ افضل کو چھوڑ کر ادنیٰ کو اور بہتر وعمدہ کے بدلہ میں کمتر چیز کو چاہتے ہو وہ رزق الٰہی یعنی من وسلوٰی جو لطیف و بابرکت ہے، ایسی بیش بہا سہل الحصول لطیف غذا کو چھوڑ کر ادنےٰ درجہ کی چیزوں کو مانگتے ہو جو صرف اس جسمانی زبان سے متعلق ہیں اور پھر بغیر مشقت ومحنت کے وہ تم کو حاصل بھی نہیں ہوسکتیں آخر کیوں اس کو پسند کرتے ہو لیکن بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو نہ مانا اور اپنی درخواست پر اصرار کیا، جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا اگر تم نہیں مانتے تو کسی شہر میں جا کر اُترو وہاں تم کو یہ چیزیں ملیں گی جو تم مانگتے ہو۔

یہاں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار وجوہات ظاہر فرمائے کہ جن کے سبب سے اس قوم یہود پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا پہلی وجہ فرمائی يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (وہ لوگ منکر ہو جاتے تھے احکام الٰہیہ کے) یعنی اللہ کی آیات اور احکام پر خوشی خوشی عمل نہیں کرتے تھے بلکہ خواہ مخواہ بال کی کھال اتارتے کٹ حجتی اور بے جا اعتراضات کرتے تھے۔ دوسری وجہ فرمائی وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ (اور نبیوں کا ناحق خون کرتے تھے) ابو داؤد میں حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے تین سو انبیاؤں کو قتل کیا ہے جن میں حضرت زکریا اور حضرت یحیٰ علیہما السلام بھی شامل ہیں۔ مسند احمد میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب والا قیامت کے دن وہ شخص ہوگا جس کو کسی نبی نے قتل کیا یا اس نے کسی نبی کو قتل کیا یا کسی گمراہی کا پیشوا یا تصویر بنانے والا۔ تیسری وجہ یہ فرمائی ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا یعنی وہ حد سے بڑھ جاتے تھے اپنے اعمال واقوال اور عقائد میں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (معاذ اللہ) یوسف نجار کا بیٹا اور جادوگر کہتے تھے اور حضرت مریم علیہا السلام پر (معاذ اللہ) بدکاری کا الزام لگاتے تھے یہ سب اُن کی بہتان بندی اور افترا پردازی تھی، انہی سب وجوہات کی بناء پر اللہ نے اس یہود قوم کو دُنیا میں ذلت اور اپنے غضب کی سزا دی۔

دُعاء کیجئے:

اے اللہ! ہم کو قرآن وسنت کا اتباع کامل نصیب فرما اور اپنے کرم سے ہم کو اپنے اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے کامل طور پر بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔

اے اللہ! ہم اتباع شریعت، اتباع قرآن اور اتباع سنت چھوڑ کر نفس اور شیطان کی گمراہیوں میں پھنس گئے ہیں۔ ہمیں پھر بھولا ہوا سبق یاد دلا دے اور ہمارے ملک قوم اور معاشرہ کی اصلاح فرما دے اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما دے اور اس ملک میں شریعتِ اسلامیہ کا بول بالا فرما دے۔

اے اللہ! حاکم ومحکوم، چھوٹے اور بڑے ہر ایک کو ہدایت سے نواز دے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

اِنَّ الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	وَالَّذِیْنَ	ھَادُوْا	وَالنَّصٰرٰی	وَالصّٰبِئِیْنَ	مَنْ	اٰمَنَ	بِاللّٰہِ	وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ
بیشک جولوگ	ایمان لائے	اور جولوگ	یہودی ہوئے	اور نصاریٰ	اور صابی	جو	ایمان لائے	اللہ پر	اور روزِ آخرت

یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور نصاریٰ اور فرقہ صابئین جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

	وَعَمِلَ	صَالِحًا	فَلَھُمْ	اَجْرُھُمْ	عِنْدَ	رَبِّھِمْ	وَلَا	خَوْفٌ	عَلَیْھِمْ	وَلَا	ھُمْ	یَحْزَنُوْنَ	
	اور عمل کرے	نیک	تو انکے لئے	انکا اجر	پاس	انکا رب	اور نہ	کوئی خوف	ان پر	اور نہ	وہ	غمگین ہوں گے	

اور کارگزاری اچھی کرے ایسوں کیلئے ان کا حق الخدمت بھی ہے انکے پروردگار کے پاس اور کسی طرح کا اندیشہ بھی نہیں ان پر اور نہ وہ مغموم ہونگے

نجات کا معیار ایمان اور عملِ صالح ہے:

یہود مدینہ جن کو یہ واقعات و حالات بسلسلہ تبلیغ اسلام سنائے جارہے ہیں، ان کو خیال گزر سکتا تھا کہ اب تو معذرت کر کے اگر ہم ایمان لانا بھی چاہیں تو حق تعالیٰ کے نزدیک غالبًا قبول نہ ہو اور اب ہم کچھ بھی کریں ہمارے آباؤ اجداد کے جرائم کے سبب سے ہماری دینی و دنیوی ذلت دُور نہیں ہو سکتی تو اس خیال کے رفع کے لئے اس آیت میں ایک قانون کلی بیان فرمایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محض نام و لقب کوئی چیز نہیں اور نہ اُن کے ہاں کسی مخصوص نسل یا قوم کی خاندانی عزت اور امتیاز قابلِ اعتبار ہے اللہ کے ہاں ایمان اور اعمال صالحہ پر دار و مدار ہے۔ پس کوئی مسلمان ہو یا یہودی، عیسائی ہو یا صابی ہو اللہ کے دربار میں کسی کی تخصیص نہیں، جو شخص عقائد و اعمال میں پوری اطاعت اختیار کرے گا خواہ وہ پہلے کیسا ہی ہو اللہ کے یہاں مقبول اور اس کی خدمت مشکور ہے اور ظاہر ہے کہ بعد نزول قرآن کے پوری اطاعت دین محمدی یعنی مسلمان ہونے میں منحصر ہے مطلب یہ ہوا کہ جو سچا مسلمان ہو جائے گا مستحق اجر و نجات اخروی ہوگا۔ گویا اس آیت میں لوگوں کی نجات کے لئے تین باتوں کا ہونا ضروری فرمایا۔ ایک تو اللہ کو ماننا اور جب اللہ کو مانیں گے تو اس کے احکام کو بھی مانیں گے اور اللہ کے احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے معلوم ہوئے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننا بھی اللہ کے ماننے میں شامل ہو گیا دوسرے آخرت کو ماننا جب آخرت کو مانیں گے تو عذاب ثواب، جزا و سزا، جنت و جہنم کو بھی مانیں گے۔ تیسرے اعمال صالحہ یعنی نیک کام کرنا اور نیک کام وہی ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے نیک بتلایا ہے اور جس طریقہ سے بتلایا ہے گویا اللہ اور رسول کے احکامات کی اتباع کا نام عمل صالح ہے۔

فائدہ: مسلمان سے مراد امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے، یہود وہ جو اپنے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کہتے ہیں اور نصاریٰ سے مراد دین عیسوی کے پیروکار اور صابی سے مراد وہ فرقہ ہے جو ستاروں کی یا فرشتوں کی عبادت کرتے تھے۔

تمام آیات، انبیاء، فرشتوں اور آسمانی کتب پر ایمان بھی ضروری ہے:

اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فقط اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانا نجات کیلئے کافی ہے انبیاء اور ملائکہ اور آسمانی کتب

وغیرہ پر ایمان لانا ضروری نہیں قرآن کریم کی صدہا آیات اور نصوص اس بات پر صراحۃً دلالت کر رہی ہیں کہ جو شخص انبیاء اور ملائکہ کا انکار کرے وہ قطعاً کافر ہے کیونکہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانا اس وقت تک ممکن نہیں کہ جب تک انبیاء اور ملائکہ اور آسمانی کتب پر ایمان نہ لائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور آخرت کے احوال کی معرفت کا ذریعہ انبیاء اور کتب آسمانی ہیں اور کتب آسمانی کا نزول فرشتہ کی وساطت سے ہوتا ہے تو حاصل یہ ہوا کہ ایمان باللہ اور ایمان بیوم الآخرۃ موقوف ہے ایمان بالانبیاء اور ایمان بالملائکہ اور ایمان بالکتب پر اس لئے یہاں ان تین چیزوں پر ایمان لانے کو علیحدہ نہیں بیان فرمایا گیا یہاں ایمان باللہ کا ذکر اجمالی ہے باقی تفصیلی ذکر قرآن مجید کی دوسری آیتوں میں موجود ہے۔ چنانچہ اسی سورۂ بقرہ دوسرے پارہ آیت نمبر ۱۷۷ اور ۲۵۸ میں تفصیل موجود ہے۔

اللہ کے رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان لائیں سب کو اللہ کے سچے رسول مانیں یہ نہیں کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں جیسے یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانا مگر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی نہ مانا جیسا کہ چھٹے پارہ سورۂ نساء میں وضاحت موجود ہے۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ مطلب اس آیت کا اور اس قانون کا جو فرمایا گیا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی فرقہ کی تخصیص نہیں جو بھی صحیح معنی میں ایمان لے آئے اور عمل صالح اختیار کرے وہ عذابِ الٰہی سے نجات پا جائے گا خواہ وہ پہلے سے کیسا ہی ہو اور ایسوں کیلئے ان کا حق الخدمت بھی ہے اُن کے پروردگار کے پاس پہنچ کر اور وہاں جا کر بوجہ ایمان صالح کے کسی طرح کا اندیشہ بھی نہیں اُن پر اور نہ وہ مغموم ہوں گے یعنی ان تمام شرارتوں کے بعد بھی اگر اسلام قبول کر لیں تو گزشتہ سب معاف ہو جائے گا اور ان کا ایمان اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی ذات اور اپنی صفات اور یومِ آخرت پر حقیقی اور سچا و پکا ایمان نصیب فرمائیں اور اس ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ بھی نصیب فرمائیں۔ اور اس کا اجر و ثواب اپنی رحمت سے ہم کو آخرت میں عطا فرمائیں۔

یا اللہ! ہم کو بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرما لیجئے کہ جن کو آخرت میں پہنچ کر نہ خوف ہوگا نہ غم آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۞ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ

وَ	اِذْ	اَخَذْنَا	مِيْثَاقَكُمْ	وَرَفَعْنَا	فَوْقَكُمُ	الطُّوْرَ	خُذُوْا	مَآ اٰتَيْنٰكُمْ	بِقُوَّةٍ	وَّاذْكُرُوْا	مَا	فِيْهِ
اور	جب	ہم نے لیا	تم سے اقرار	اور ہم نے اٹھایا	تمہارے اوپر	کوہ طور	پکڑو	جو ہم نے تمہیں دیا	مضبوطی سے	اور یاد رکھو	جو	اسمیں

اور جب ہم نے تم سے قول وقرار لیا اور ہم نے طور پہاڑ کو اٹھا کر تمہارے اوپر معلق کر دیا کہ قبول کرو جو کتاب ہم نے تمکو دی ہے مضبوطی کیساتھ اور یاد رکھو جو احکام اسمیں ہیں جس سے توقع ہے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝٦٣ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ

لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ	ثُمَّ	تَوَلَّيْتُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ	ذٰلِكَ	فَلَوْلَا	فَضْلُ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	وَرَحْمَتُهٗ
تاکہ تم	پرہیزگار ہو جاؤ	پھر	تم پھر گئے	بعد	اس	پس اگر نہ	فضل	اللہ	تم پر	اور اسکی رحمت

کہ تم متقی بن جاؤ پھر تم اس قول و قرار کے بعد بھی پھر گئے سو اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم نہ ہوتا

لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝٦٤ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا

لَكُنْتُمْ	مِّنَ	الْخٰسِرِيْنَ	وَلَقَدْ	عَلِمْتُمُ	الَّذِيْنَ	اعْتَدَوْا	مِنْكُمْ	فِى السَّبْتِ	فَقُلْنَا	لَهُمْ	كُوْنُوْا
تو تم تھے	سے	نقصان اٹھانیوالے	اور البتہ	تم نے جان لیا	جنہوں نے	زیادتی کی	تم سے	ہفتہ کے دن میں	تب ہم نے کہا	ان سے	تم ہو جاؤ

تو ضرور تم تباہ ہو جاتے اور تم جانتے ہی ہو ان لوگوں کا حال جنہوں نے تم میں سے تجاوز کیا تھا دوبارہ یوم ہفتہ کے سو ہم نے ان کو کہہ دیا

قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ۝٦٥ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝٦٦

قِرَدَةً	خٰسِـِٕيْنَ	فَجَعَلْنٰهَا	نَكَالًا	لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا	وَمَا	خَلْفَهَا	وَمَوْعِظَةً	لِّلْمُتَّقِيْنَ
بندر	ذلیل	پھر ہم نے اسے بنایا	عبرت	سامنے والوں کیلئے	اور جو	اسکے پیچھے	اور نصیحت	پرہیزگاروں کیلئے

کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ پھر ہم نے اسکو ایک عبرت بنادیا اُن لوگوں کیلئے بھی جو اس قوم کے معاصر تھے اور اُن لوگوں کیلئے بھی جو مابعد زمانہ میں آتے رہے اور موجب نصیحت ڈرنیوالوں کیلئے

پہاڑ معلق کرکے یہودیوں سے احکام تسلیم کرانا

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ بنی اسرائیل فرعونیوں سے نجات حاصل کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بار بار اصرار کرتے تھے کہ ہمارے لئے احکام کی ایک مستند آسمانی کتاب لادیجئے تاکہ اس پر عمل کرسکیں جب موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر کتاب تورات عطا ہوئی اور آپ نے واپس تشریف لاکر قوم کو دکھلائی اور سنائی تو کہنے لگے کہ توریت کے حکم تو مشکل اور بھاری ہیں اس پر ہم سے عمل نہیں ہوسکتا حالانکہ وہ سب احکام ان کی حالت اور اُس وقت کے مناسب ہی تھے۔ اُن کی اس نافرمانی اور بغاوت پر حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو حکم دیا کہ طور پہاڑ کا ایک بڑا ٹکڑا اُٹھا کر ان کے سروں پر معلق کردو کہ یا تو اس کتاب کے احکام کو قبول کرو ورنہ یہ پہاڑ تم پر ابھی گرادیا جائے گا یہ دیکھ کر بنی اسرائیل ڈر کے مارے کانپنے لگے اور ان میں مخالفت کی جرأت باقی نہ رہی تو اب چار و ناچار توریت کے حکموں کو مجبوراً قبول کرنا پڑا۔

سوال: دین میں تو جبر و اکراہ نہیں تو پھر بنی اسرائیلیوں پر پہاڑ

لٹکا کرانہیں تورات کے احکام قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے پر کیوں مجبور کیا گیا؟

جواب: ابتداء کسی کو قبول اسلام یا ایمان پر مجبور کرنے کی تو دین اجازت نہیں دیتا یعنی عام کافر پر یہ جبر نہیں کریں گے کہ تو ایمان لے آ اور مسلمان ہو جا ورنہ تجھ کو مار ڈالیں گے، اسی لئے جہاد میں جزیہ بھی ہے کہ اس کے قبول کرنے سے بھی جہاد ترک جاتا ہے البتہ بخوشی قبول ایمان واسلام کے بعد اگر کوئی شخص دین کے دستور سے بغاوت کرے گا تو اُسے ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا یہ بنی اسرائیل پہلے اپنی رضا ورغبت سے ایمان لا چکے تھے اور اب اپنے دین کے دستور سے یعنی توراۃ سے جو اس وقت ان کا دستور تھا بغاوت کر رہے تھے اس لئے اُسے برداشت نہیں کیا گیا۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ یعنی تمہاری بدعہدی اور عہد شکنی کا اقتضا تو یہ تھا کہ تم کو فوراً عذاب سے ہلاک کر دیا جاتا مگر پھر اللہ نے اپنا فضل ومہربانی تم پر فرمائی اور اپنی رحمت سے حضرت شمویل علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور دیگر انبیاء کو بھیج کر تمہاری ہدایت اور راہِ راست پر لانے کا سامان کیا، یہ خدا کا فضل تھا ورنہ یہود تو دنیا میں اپنی تباہی اور عذاب آخرت کا سامان کر ہی چکے تھے۔

ہفتہ کے دن کے بارہ میں حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی کرنیوالوں کا انجام

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کئی سو سال بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں یہودیوں کی ملک شام کے غربی جانب سمندر کے کنارے ایک آبادی تھی جس کا نام ایلہ تھا اس میں تقریباً اسی ہزار یہودی آباد تھے اور ان کی تجارت کا مدار مچھلیوں پر تھا سنیچر کے روز جس کو سبت کہتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں شکار کھیلنے یا کاروبار دُنیوی کرنے کی سخت ممانعت تھی جیسا کہ توریت میں حکم تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں مبتلا کیا اور امتحاناً یہ صورت کر دی کہ سنیچر ہی کے دن بڑی کثرت سے مچھلیاں پانی کی سطح پر تیر کر آ جایا کرتی تھیں اور باقی دِنوں میں پانی کے اندر رہا کرتی تھیں یہ حالت ایک عرصہ تک قائم رہی تو اس بستی کے یہودیوں کو حیلہ سازی اور کوئی تدبیر نکالنے کی فکر ہوئی کہ اللہ کے حکم کی ظاہری صورت بھی برقرار رہے یعنی سنیچر کے دن شکار نہ کرنے کا حکم بھی پورا ہو جائے اور مچھلیاں جو اسی دن کثرت سے آتیں وہ بھی ہاتھ لگ جائیں پس پہلے تو ایک شخص نے یہ حرکت کی کہ سنیچر کے روز ایک مچھلی پکڑ کر ڈورے سے باندھ کر پانی میں چھوڑ دی اور پانی کے کنارے ایک کیل گاڑ کر ڈوری کا کنارہ اس کیل سے باندھ دیا تا کہ مچھلی جانہ سکے پھر اتوار کا دن ہوا تو اس کو پکڑ لایا اسی طرح اُس نے دوسرے سنیچر کو کیا رفتہ رفتہ لوگوں کو اس کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے بھی اسی طرح خفیہ خفیہ یہ حرکت کرنی شروع کر دی اور اسی طرح کچھ عرصہ تک کرتے رہے پھر یہ لوگ دلیر ہو گئے اور علی الاعلان سمندر کے کنارے قریب قریب گہرے حوض اور تالاب کھود لئے اور سمندر سے نالیاں کاٹ کر حوضوں تک پہنچا دیں سنیچر کے دن حسب معمول مچھلیاں پانی کی سطح پر آتی تھیں اور نالیوں میں ہوتی ہوئی حوضوں میں آ جاتیں اور وہ نالیوں کو بند کر دیتے تا کہ واپس نہ جا سکیں اور اتوار کے دن یہ مچھلیاں پکڑ لیتے اور علانیہ بازاروں میں فروخت کرتے بنی اسرائیل کے پیغمبر وقت حضرت داؤد علیہ السلام نے منع فرمایا کہ ایسی حرکت نہ کرو تو تقریباً بارہ سو یہودی تو حضرت داؤد علیہ السلام سے متفق

رہے بلکہ پہلے ہی سے یہ لوگ اس حیلہ سازی اور چالبازی میں شریک نہ تھے اور دوسروں کو بھی اس جرم سے منع کرتے تھے باقی یہود کے دو گروہ ہو گئے ایک علی الاعلان مچھلیاں پکڑ کر فروخت کرنے والا دوسرا گروہ خود تو شکار نہ کرتا لیکن دوسروں کو شکار کرنے سے منع بھی نہ کرتا تھا۔

بہر حال اس دن عبادت کی بے حرمتی حکمِ الٰہی کی نافرمانی اور تعدی اور گناہوں کی وجہ سے اس بیباک فرقہ کو بندروں کی صورت پر مسخ کر دیا گیا اور تین دن کے اندر یہ مجرم گروہ اپنے اپنے مکانوں کے اندر نہایت ذلت کے ساتھ ہلاک ہو گیا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ مسخ شدہ قوم تین دن کے اندر سب ہلاک ہو گئی تھی اور ان کی کوئی نسل نہیں یہ بندر جواب موجود ہیں اور جو اس وقت بھی موجود تھے یہ تو جانور ہیں جو اسی طرح پیدا کئے گئے تھے۔

یہ واقعہ اگرچہ بنی اسرائیل کے ایک فرقہ کا ہوا تھا مگر اس واقعہ کو خود بنی اسرائیل کی تاریخ اور کتابوں میں کافی اہمیت حاصل تھی اور یہ عبرت انگیز واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود بھی خوب جانتے تھے اسی لئے یہاں آیت میں فرمایا وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ یعنی یقیناً تمہیں اُن لوگوں کا علم بھی ہے۔

آگے اس سزائے مسخ کی حکمت ارشاد فرمائی گئی کہ یہ سزا بندر بنا دیئے جانے کی اس لئے دی گئی کہ نافرمانوں کو عبرت اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہو۔ اس وقت کے لوگوں کے لئے بھی یہ واقعہ باعثِ عبرت ہوا اور بعد کے آنے والے لوگوں کے لئے بھی باعثِ نصیحت ٹھہرا تاکہ سب لوگ اللہ کے حکم کی نافرمانی کے انجام سے آگاہ اور خبردار رہیں اور زندگی کے ہر معاملہ میں محتاط اور خدا سے ڈرنے والے رہیں۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہر حال میں ہمیں اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا پابند بنا کر رکھیں اور شریعت کے احکام میں حیلہ سازی اور چالبازی سے کامل طور پر بچائیں۔
یا اللہ! ہمیں گزشتہ اقوام کے حالات سے عبرت ونصیحت حاصل کرنیوالا دل عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ

وَ اِذْ	قَالَ	مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖٓ	اِنَّ	اللّٰهَ	يَاْمُرُكُمْ	اَنْ	تَذْبَحُوْا	بَقَرَةً	قَالُوْٓا	اَتَتَّخِذُنَا	هُزُوًا
اور جب	کہا	موسیٰ	اپنی قوم سے	بیشک	اللہ	تمہیں حکم دیتا ہے	کہ	تم ذبح کرو	ایک گائے	وہ کہنے لگے	کیا تم کرتے ہو ہم سے	مذاق

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ حق تعالیٰ تمکو حکم دیتے ہیں کہ تم ایک گائے ذبح کرو وہ لوگ کہنے لگے کہ آیا آپ ہم کو مسخرہ بناتے ہیں

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝۶۷ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ

قَالَ	اَعُوْذُ	بِاللّٰهِ	اَنْ اَكُوْنَ	مِنَ الْجٰهِلِيْنَ	قَالُوا	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُبَيِّنْ	لَّنَا	مَا هِيَ
اسنے کہا	میں پناہ لیتا ہوں	اللہ کی	کہ ہو جاؤں	جاہلوں سے	انہوں نے کہا	دعا کریں	ہمارے لئے	اپنا رب	بتلائے	ہمیں	کیسی ہے وہ

موسیٰ نے فرمایا نعوذ باللہ جو میں ایسی جہالت والوں کا سا کام کروں وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ درخواست کیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے ہم سے بیان کردیں کہ

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا

قَالَ	اِنَّهٗ	يَقُوْلُ	اِنَّهَا	بَقَرَةٌ	لَا فَارِضٌ	وَّلَا	بِكْرٌ	عَوَانٌ	بَيْنَ	ذٰلِكَ	فَافْعَلُوْا	مَا
اسنے کہا	بیشک وہ	فرماتا ہے	کہ وہ	گائے	نہ بوڑھی	اور نہ	چھوٹی عمر	جوان	درمیان	اس	پس کرو	جو

اسکے کیا اوصاف ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسی گائے ہو کہ نہ بالکل بوڑھی ہو نہ بہت بچہ ہو پٹھی ہو دونوں عمروں کے اوسط میں سو اب کرڈالو

تُؤْمَرُوْنَ ۝۶۸ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ

تُؤْمَرُوْنَ	قَالُوا	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُبَيِّنْ	لَّنَا	مَا	لَوْنُهَا	قَالَ	اِنَّهٗ	يَقُوْلُ	اِنَّهَا	بَقَرَةٌ	صَفْرَآءُ
تمہیں حکم دیا جاتا ہے	انہوں نے کہا	دعا کریں	ہمارے لئے	اپنا رب	وہ بتادے	ہمیں	کیسا	اسکا رنگ	اسنے کہا	بیشک وہ	فرماتا ہے	کہ وہ	ایک گائے	زرد رنگ

جو کچھ تمکو حکم ملا ہے کہنے لگے کہ درخواست کردیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے ہم سے بیان کردیں کہ اسکا رنگ کیسا ہو آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک زرد رنگ کی گائے ہو

فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۝۶۹ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ

فَاقِعٌ	لَّوْنُهَا	تَسُرُّ	النّٰظِرِيْنَ	قَالُوا	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُبَيِّنْ	لَّنَا	مَا هِيَ	اِنَّ	الْبَقَرَ
گہرا	اسکا رنگ	اچھی لگتی	دیکھنے والے	انہوں نے کہا	دعا کریں	ہمارے لئے	اپنا رب	وہ بتادے	ہمیں	وہ کیسی	کیونکہ	گائے

جسکا رنگ تیز زرد ہو کہ ناظرین کو فرحت بخش ہو کہنے لگے کہ ہماری خاطر اپنے رب سے دریافت کردیجئے کہ ہم سے بیان کردیں کہ اسکے اوصاف کیا ہوں کیونکہ ہمکو

تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝۷۰ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ

تَشٰبَهَ	عَلَيْنَا	وَاِنَّآ	اِنْ	شَآءَ	اللّٰهُ	لَمُهْتَدُوْنَ	قَالَ	اِنَّهٗ	يَقُوْلُ	اِنَّهَا	بَقَرَةٌ	لَّا ذَلُوْلٌ
اشتباہ ہوگیا	ہم پر	اور بیشک ہم	اگر	چاہا	اللہ	ضرور ہدایت پائیں گے	اسنے کہا	بیشک وہ	فرماتا ہے	کہ وہ	ایک گائے	نہ سدھی ہوئی

اس گائے میں اشتباہ ہے اور ہم ضرور ان شاء اللہ تعالیٰ ٹھیک ہو جائیں گے موسیٰؑ نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ وہ نہ تو ہل میں چلی ہوئی ہو

تُثِیۡرُ الۡاَرۡضَ وَلَا تَسۡقِی الۡحَرۡثَ ۚ مُسَلَّمَۃٌ لَّا شِیَۃَ فِیۡهَا ؕ قَالُوا الۡـٰٔنَ جِئۡتَ بِالۡحَقِّ

بِالۡحَقِّ	جِئۡتَ	الۡـٰٔنَ	قَالُوۡا	فِیۡهَا	شِیَۃَ	لَا	مُسَلَّمَۃٌ	الۡحَرۡثَ	تَسۡقِی	وَلَا	الۡاَرۡضَ	تُثِیۡرُ
ٹھیک بات	تم لائے	اب	وہ بولے	اسمیں	کوئی داغ	نہیں	بے عیب	کھیتی	پانی دیتی	اور نہ	زمین	جوتی

جس سے زمین جوتی جائے اور نہ اس سے زراعت کی آبپاشی کی جائے سالم ہو اور اس میں کوئی داغ نہ ہو کہنے لگے اب آپ نے پوری بات فرمائی

فَذَبَحُوۡهَا وَمَا کَادُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۷۱﴾

یَفۡعَلُوۡنَ	وَمَا کَادُوۡا	فَذَبَحُوۡهَا
وہ کریں	اور وہ لگتے نہ تھے	پھر انہوں نے ذبح کیا اسکو

پھر اسکو ذبح کیا اور کرتے ہوئے معلوم ہوتے نہ تھے۔

بنی اسرائیل کے مقتول کی تحقیق اور خدا پرستی و ماں کی فرمانبرداری کا انعام

بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت بڑا مالدار تھا اور اس کے صرف ایک لڑکی تھی اور ایک بھتیجا تھا ان کے علاوہ اور کوئی وارث نہ تھا بھتیجے کو خیال آیا کہ میں اسے کیوں نہ مار ڈالوں تاکہ اس کی لڑکی سے نکاح بھی کرلوں اور قتل کی تہمت دوسروں پر رکھ کر دیت بھی وصول کروں اور مقتول کے مال کا مالک بھی بن جاؤں۔ ایک دن موقع پاکر اپنے چچا کو قتل کر ڈالا اور لاش کو اپنے گاؤں سے باہر دوسرے گاؤں میں ڈال دیا اور صبح کو خود اس کے خون کا مدعی ہوا اور دوسرے گاؤں کے آدمیوں پر قتل کا الزام لگایا اس گاؤں کے آدمیوں نے انکار کیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں گاؤں والے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے آخر کچھ سمجھدار لوگ بھی تھے انہوں نے کہا لڑائی کیوں کرتے ہو اللہ کے پیغمبر یعنی موسیٰ علیہ السلام ہم میں موجود ہیں اُن سے چل کر دریافت کرو وہ جس شخص کا نام بتادیں بس وہی قاتل ہے چنانچہ یہ سب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی حکم الٰہی ہوا کہ ایک گائے کو ذبح کر کے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کی لاش پر رکھو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا حکم سنا دیا تو بنی اسرائیل نہایت بے باکی اور بدتمیزی سے کہنے لگے کہ کیا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں ہم تو قاتل کا نام دریافت کرتے ہیں اور آپ گائے ذبح کرنے کو کہتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نعوذ باللہ جاہل نہیں ہوں مسائل شرعیہ کے موقع پر مذاق جاہلوں کا کام ہے اللہ عزوجل کا حکم یہی ہے تو بجائے اس کے کہ نبی کے حکم کی تعمیل کرتے اس میں حجت بازی کرنے لگے اور طرح طرح کے سوالات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گائے کے متعلق کرنے لگے کہ وہ کیسی گائے ہے اس کا رنگ کیسا ہے اس کی عمر کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایک حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ بنی اسرائیل کسی گائے کو بھی ذبح کر دیتے تو کافی ہو جاتا لیکن انہوں نے تشدد کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُن پر سختی کی۔

الغرض پہلا سوال بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے گائے کی عمر کے متعلق دریافت کیا جس کا جواب دیا گیا کہ نہ تو وہ بالکل بوڑھی ہو نہ بالکل بچہ ہو بلکہ درمیانی عمر کی ہو جس کو ادھیڑیا پٹھیا بھی کہتے ہیں لیکن بنی اسرائیل نے ایک دوسرا سوال پھر کیا کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہے؟ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کا زرد رنگ اور وہ بھی خوب گہرا ہونا بیان کر دیا بنی اسرائیل اب بھی مطمئن نہ ہوئے اور پھر ایک تیسرا سوال موسیٰ علیہ السلام سے کر دیا کہ اُس گائے کے اوصاف کیا ہوں کیونکہ ہم کو ابھی شبہ باقی ہے اور اب کی بار ان شاء اللہ ہم

ٹھیک سمجھ جائیں گے موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ گائے عمدہ سالم اور بے عیب ہے نہ تو ہل میں چلی ہوئی نہ اس سے زمین جوتی گئی نہ کنوئیں میں جوڑی گئی کہ اس سے پانی کی کھینچائی ہوئی، غرض وہ ہر طرح سالم اور بے داغ ہے یہ سن کر کہنے لگے کہ اب آپ نے پوری اور صاف بات فرمادی اب ہم ان شاء اللہ اس گائے کو تلاش کر کے خرید لیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر وہ ان شاء اللہ نہ کہتے تو کبھی بھی پتہ نہ چلتا اور قیامت تک وہ اس گائے کو حاصل نہ کر سکتے۔

اُدھر بنی اسرائیل میں ایک نیک اور خدا پرست آدمی تھا اور اس کی بیوی بھی ایسی ہی تھی اور ان کے پاس ایک بچھیا تھی اور اُن کے ایک ہی بچہ تھا اس خدا پرست آدمی کے انتقال کا وقت آ گیا مرتے وقت اس شخص نے اپنی بیوی کے مشورہ سے اس بچھیا کو جنگل میں چھڑوا دیا اور خدا تعالیٰ کی امانت میں دے دیا اور بارگاہِ الٰہی میں دُعاء کی کہ الٰہی اس بچھیا کو میں تیری امانت میں اپنے چھوٹے بچہ کیلئے دیتا ہوں اس کے بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا یتیم بچہ کو نیک والدہ پرورش کرتی رہی جب وہ لڑکا بڑا ہوا تو وہ بھی بڑا نیک سعید اور اپنی ماں کا فرمانبردار نکلا ایک روز اس کی والدہ نے کہا کہ بیٹا فلاں جنگل میں ایک بچھیا تمہارے باپ نے خدا کی امانت میں تیرے لئے سپرد کی تھی تو اس کو اب جا کر لے آ بیٹا جنگل میں گیا اور امانت الٰہی کا نام لے کر گائے کو آواز دی تو وہ گائے فوراً دوڑی ہوئی چلی آئی یہ لڑکا گائے کو لیکر اپنی والدہ کے پاس آیا اس کی والدہ نے کہا کہ اس کو بازار میں لے جا کر فروخت کر دو لیکن یہ ہدایت کر دی کہ جو دام لگیں بغیر میرے مشورہ کے نہ بیچنا یہ لڑکا گائے کو لے کر بازار میں گیا تو وہاں ایک شخص نے کچھ قیمت لگائی مگر لڑکے نے کہا کہ میں اپنی والدہ سے اجازت اور مشورہ کے بعد جواب دوں گا اس نے کہا کہ اگر تم بغیر مشورہ کے دے دو تو دو چند قیمت دیتا ہوں لیکن اس لڑکے نے گائے نہ دی اور والدہ سے آکر تذکرہ کیا والدہ نے منع کر دیا دوسرے روز اسی خریدار نے دو چند قیمت لگائی لیکن پہلے روز کی طرح ماں ہمیشہ دینے سے انکار کرتی رہی اور اس طرح روز قیمت میں اضافہ ہوتا رہا ایک روز عورت نے لڑکے سے کہا کہ یہ خریدار یا تو کوئی فرشتہ ہے یا کوئی خدا رسیدہ بزرگ ہے تم میری طرف سے اُن سے مشورہ لینا کہ ہمیں اس گائے کا کیا کرنا چاہئے چنانچہ لڑکے نے ایسا ہی کیا تو اس شخص نے جواب دیا کہ تم اپنی والدہ سے میرا سلام کہنا اور کہہ دینا کہ عنقریب بنی اسرائیل کو اس گائے کی ضرورت اور تلاش ہو گی اور وہ اس کی خریداری کے درپے ہوں گے اور تم سے اس کے ہم وزن سونا دے کر خریدیں گے تم اس وقت فروخت کرنا چنانچہ ایسا ہی ہوا اُدھر بنی اسرائیل مطلوبہ گائے کی تلاش میں تھے اور وہ اسی صالح یتیم لڑکے کی نکلی جس کی بنی اسرائیل نے منہ مانگی قیمت ادا کی اور اس کو خرید کر ذبح کیا۔

پھل کو میٹھا بنانے کا عمل

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ کو پڑھ کر اگر کوئی پھل کاٹا جائے تو وہ ان شاء اللہ میٹھا اور خوش ذائقہ نکلے گا۔ (اعمال قرآنی)

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو وہ اسلام اور ایمان نصیب فرمائیں کہ جو ہم مولائے کریم کا اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم سنیں اس پر دل و جان سے اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہنے والے اور اپنے احکام کا ہم کو پورا پورا مطیع اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! ظاہراً اور باطناً ہر حال میں ہم کو اپنی شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَقُلْنَا

وَاِذْ	قَتَلْتُمْ	نَفْسًا	فَادّٰرَءْتُمْ	فِيْهَا	وَاللّٰهُ	مُخْرِجٌ	مَا كُنْتُمْ	تَكْتُمُوْنَ	فَقُلْنَا
اور جب	تم نے قتل کیا	ایک آدمی	پھر تم جھگڑنے لگے	اسمیں	اور اللہ	ظاہر کرنیوالا	جو تم تھے	چھپاتے	پھر ہم نے کہا

اور جب تم لوگوں نے ایک آدمی کا خون کردیا پھر ایک دوسرے پر اسکو ڈالنے لگے اور اللہ تعالیٰ کو اس امر کا ظاہر کرنا منظور تھا جسکو تم مخفی رکھنا چاہتے تھے اس لئے ہم

اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾

اضْرِبُوْهُ	بِبَعْضِهَا	كَذٰلِكَ	يُحْيِ	اللّٰهُ	الْمَوْتٰى	وَيُرِيْكُمْ	اٰيٰتِهٖ	لَعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ
اسے مارو	اسکا ٹکڑا	اس طرح	زندہ کریگا	اللہ	مُردے	اور تمہیں دکھاتا ہے	اپنے نشان	تاکہ تم	غور کرو

نے حکم دیا کہ اسکو اسکے کوئی سے ٹکڑے سے چھوادو اسی طرح حق تعالیٰ مردوں کو زندہ کردیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے نظائر تم کو دکھاتے ہیں اس توقع پر کہ تم عقل سے کام لیا کرو

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ

ثُمَّ	قَسَتْ	قُلُوْبُكُمْ	مِنْ بَعْدِ	ذٰلِكَ	فَهِيَ	كَالْحِجَارَةِ	اَوْ	اَشَدُّ	قَسْوَةً	وَاِنَّ	مِنَ	الْحِجَارَةِ
پھر	سخت ہوگئے	تمہارے دل	بعد	اس	سو وہ	پتھر جیسے	یا	اس سے زیادہ	سخت	اور بیشک	سے	پتھر

ایسے ایسے واقعات کے بعد تمہارے دل پھر بھی سخت ہی رہے تو اُنکی مثال پتھر کی سی ہے یا سختی میں اُن سے زیادہ اور بعضے پتھر تو ایسے ہیں

لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ

لَمَا	يَتَفَجَّرُ	مِنْهُ	الْاَنْهٰرُ	وَاِنَّ	مِنْهَا	لَمَا	يَشَّقَّقُ	فَيَخْرُجُ	مِنْهُ	الْمَآءُ	وَاِنَّ	مِنْهَا	لَمَا يَهْبِطُ
البتہ	پھوٹ نکلتی ہیں	اس سے	نہریں	اور بیشک	اس سے (بعض)	البتہ جو	پھٹ جاتے ہیں	تو نکلتا ہے	اس سے	پانی	اور بیشک	اس سے	البتہ گرتا ہے

جن سے نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور انہیں پتھروں میں بعضے ایسے ہیں کہ جو شق ہوجاتے ہیں پھر ان سے پانی نکل آتا ہے اور انہیں پتھروں میں بعضے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے

مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

مِنْ	خَشْيَةِ	اللّٰهِ	وَ	مَا اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ
سے	ڈر	اللہ	اور	نہیں اللہ	بے خبر	سے جو	تم کرتے ہو

خوف سے اُوپر سے نیچے لڑھک آتے ہیں اور حق تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں

مردے کا زندہ ہونا اور بنی اسرائیل کی سنگ دلی

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ہم نے حکم دیا کہ اس مقتول کی لاش کو اس بقرہ کے کسی گوشت کے ٹکڑے سے چھوادو۔ اس طرح چھوانے سے وہ زندہ ہو کر قاتل کا نام بتادے گا چنانچہ جب گائے کا ٹکڑا مقتول

6 کی لاش پر رکھا گیا تو مقتول نے زندہ ہو کر اپنے بھتیجے کا نام بتا دیا اور اس طرح جس بات کو وہ چھپانا چاہتے تھے ظاہر فرما دیا گیا اور مقتول قاتل کا نام بتا کر پھر گر پڑا اور مر گیا اس پر قاتل کو یعنی مقتول کے بھتیجے کو پکڑا گیا اور قصاص لیا گیا اور میراث سے بھی محروم رکھا گیا اور اسی وقت سے یہ حکم ہو گیا کہ قاتل ہمیشہ میراث سے محروم رہے گا اگرچہ قاتل مقتول کا باپ یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً

یعنی اے بنی اسرائیل چاہیے تو تمہیں یہ تھا کہ ان تمام گزشتہ واقعات، انعامات، احسانات اور آیات و معجزات اور تخویفات اور تبشیرات کے بعد تمہارے دِل نرم ہو جاتے ان میں خوف پیدا ہو جاتا اور پورے اخلاص کے ساتھ اللہ کے احکام کی پیروی کرتے اور سچی نیت سے اس کی اطاعت کرتے مگر اس کے باوجود تمہارے دِل سخت ہو گئے اور تم نے بڑھ چڑھ کر حدود اللہ کو توڑا اور اس کے پیغمبروں کی مخالفت کی اور سخت بھی کیسے پتھر کی طرح بلکہ پتھر سے بھی سخت تم سنگدل ہو بعضے تو پتھر بھی ایسے ہیں کہ ان سے تو کچھ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ ان سے بڑی بڑی نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور ان ہی پتھروں میں سے بعضے ایسے ہیں کہ جوشق ہو جاتے ہیں پھر ان سے اگر زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی پانی نکل آتا ہے اور ان ہی پتھروں میں بعضے ایسے بھی ہیں جو خدا تعالیٰ کے خوف سے اُوپر سے نیچے لڑھک آتے ہیں گویا ہیبتِ الٰہی سے لرز کر سجدہ میں گرتے ہیں اور تمہارے دِلوں میں کسی قسم کا اثر ہی نہیں ہوتا۔

الغرض یہاں آیت میں بتایا گیا کہ بعض انسانوں کے دِل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں پھر کوئی نصیحت اور عبرت ان کے لئے مفید اور سود مند نہیں ہوتی دل کی سختی یعنی قساوتِ قلبی کا خاصہ ہی یہ ہے کہ وہ خدا سے غافل بناتی ہے اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْقَسْوَةِ وَالْغَفْلَةِ ''اے اللہ میں دل کی سختی اور غفلت سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔'' ایک حدیث میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ چار چیزیں بدبختی کی نشانی ہیں۔ ایک خوفِ خدا سے آنکھوں سے آنسو نہ بہنا۔ دوسرے دِل کا سخت ہونا۔ تیسرے امیدوں کا بڑھ جانا۔ چوتھے حرص، طمع اور لالچ کا پیدا ہو جانا۔

قیامت کے دن زندہ ہونے کی دلیل

جس طرح اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت سے عدل و قصاص جاری کرنے کے لئے عارضی طور پر تھوڑی دیر کیلئے ایک خاص ضرورت اور مصلحت کے لئے مردہ کو تمہارے روبرو زندہ فرمایا اور اس مردہ کا کلام تم نے اپنے کانوں سے سنا اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن محض جزا دینے اور عدل قائم کرنے کے لئے اور انصاف کیلئے دوبارہ اپنی قدرتِ کاملہ سے مُردوں کو محض اپنی قدرت سے زندہ فرمائے گا اور سب کا انصاف کرے گا اور مظلوم کا ظالم سے قصاص اور بدلہ لے گا۔

اخیر میں بنی اسرائیل کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اے بنی اسرائیل اگرچہ تم اپنی قساوتِ قلبی کی وجہ سے خدا سے غافل ہو گئے مگر خوب سمجھ لو وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ کہ اللہ تمہارے اعمال و افعال سے بے خبر نہیں۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو قلبِ سلیم عطا فرمائیں اور قساوتِ قلبی کے مرض سے محفوظ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں سے بچائیں جو دل کو سخت کرنے والی ہیں اور اپنے ذکر و فکر کی توفیق عطا فرمائیں کہ جو سعادت کی نشانی ہے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ

اَفَتَطْمَعُوْنَ	اَنْ	يُّؤْمِنُوْا	لَكُمْ	وَقَدْ كَانَ	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ	يَسْمَعُوْنَ	كَلٰمَ اللّٰهِ	ثُمَّ	يُحَرِّفُوْنَهٗ
کیا پھر تم توقع رکھتے ہو	کہ	مان لیں گے	تمہارے لئے	اور تھا	ایک فریق	ان سے	وہ سنتے ہیں	اللہ کا کلام	پھر	وہ بدل ڈالتے ہیں اسکو

کیا اب بھی تم توقع رکھتے ہو کہ یہ تمہارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے حالانکہ ان میں کچھ لوگ ایسے گزرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے تھے اور پھر اسکو کچھ کا کچھ کر ڈالتے تھے

مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا

مِنْۢ بَعْدِ	مَا عَقَلُوْهُ	وَهُمْ	يَعْلَمُوْنَ	وَاِذَا	لَقُوا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	وَاِذَا	خَلَا
بعد	جوانہوں نے سمجھ لیا	اور وہ	جانتے ہیں	اور جب	وہ ملتے ہیں	جولوگ	ایمان لائے	وہ کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	اور جب	اکیلے ہوتے ہیں

اسکو سمجھنے کے بعد اور جانتے تھے اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب تنہائی میں جاتے ہیں بعضے (منافق یہودی) دوسرے بعضے (علانیہ) یہودیوں

بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ

بَعْضُهُمْ	اِلٰى	بَعْضٍ	قَالُوْٓا	اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ	بِمَا	فَتَحَ	اللّٰهُ	عَلَيْكُمْ	لِيُحَآجُّوْكُمْ	بِهٖ	عِنْدَ
انکے بعض	پاس	بعض	کہتے ہیں	کیا بتاتے ہو انہیں	جو	ظاہر کیا	اللہ	تم پر	تاکہ وہ حجت لائیں تم پر	اسکے ذریعہ	سامنے

کے پاس تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کیا مسلمانوں کو وہ باتیں بتا دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر منکشف کر دی ہیں (توراۃ میں) نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ تمکو حجت میں مغلوب کر دینگے کہ دیکھو یہ مضمون

رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾

رَبِّكُمْ	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ	اَوَ	لَا يَعْلَمُوْنَ	اَنَّ	اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا	يُسِرُّوْنَ	وَمَا	يُعْلِنُوْنَ
تمہارا رب	تو کیا تم نہیں سمجھتے	کیا	نہیں وہ جانتے	کہ	اللہ	جانتا ہے	جو	وہ چھپاتے ہیں	اور جو	وہ ظاہر کرتے ہیں

اللہ کے پاس (سے تمہاری کتاب میں آیا ہے) کیا تم (اتنی بات) نہیں سمجھتے کیا انکو اسکا علم نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کو سب خبر ہے ان چیزوں کی بھی جنکو وہ مخفی رکھتے ہیں اور انکی بھی جنکا وہ اظہار کر دیتے ہیں

صحابہ کرامؓ سے خطاب ان سنگدلوں سے ایمان کی امید نہیں ہے
اور یہود کے مختلف گروہوں کی تفصیل

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ اے مسلمانو! کیا یہ سارے قصے سن کر اب بھی تم توقع رکھتے ہو کہ یہ یہودی تمہارے کہنے سے ایمان لے آویں گے یعنی جو لوگ ایسے بے باک اور اغراضِ نفسانیہ کے اسیر ہوں وہ کسی کے کہنے سے کب باز آنے والے اور کسی کی نصیحت کب سننے والے ہیں، ان کی شقاوت قلبی اور خباثت تو اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ان سے ایمان و اسلام کی توقع بیکار ہے۔

یہود اپنی خباثت کے لحاظ سے پانچ گروہ تھے اس لئے ہر گروہ اور ان کی خباثت کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔

پہلا گروہ......احبار و رہبان

اول پہلے گروہ کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے: وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ یہود کے احبار و رہبان یعنی دینی پیشوا یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے آخری رسول ہیں اور توراۃ میں جس آخری پیغمبر کا ذکر ہے وہ آپ ہی ہیں مگر جان بوجھ کر وہ ان آیات میں تحریف کرتے جن میں آپ کے اوصاف مذکور تھے، اور ان کی یہ تحریف کسی غلط فہمی پر مبنی نہ تھی بلکہ وہ دیدہ و دانستہ تھی۔

دوسرا گروہ......منافقین

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہود کی منافقت کا ذکر فرما رہے ہیں، بعض یہود مسلمانوں کی خبریں اور حالات معلوم کرنے اور مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے دب کر رہنے پر جب مجبور ہوئے تو منافقانہ اسلام لائے یہ منافقین جب مسلمانوں سے ملتے جلتے تو مسلمانوں کی خوشامد میں اور اپنے ایمان و اسلام کی سچائی جتانے کے لئے مسلمانوں سے جو تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارت اور پیش گوئیاں اور علامات آئی تھیں بیان کرتے اس پر اُن کے علماء اور سرداران کو ملامت کرتے کہ بیوقوفو! تم اپنے علم اور اپنی کتاب میں سے مسلمانوں کو اسلام اور قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کے ثبوت اور سندکیوں دیتے ہو ایسی باتیں مسلمانوں سے کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ تم کو حجت اور بحث میں مغلوب کر دیں گے اور تم کو قائل کریں گے کہ ہمارے دین، مذہب، رسول اور کتاب کی حقانیت تو تمہاری کتاب میں بھی آئی ہے۔ پس اہل ایمان کو یہ بتایا گیا کہ جو لوگ ایسے عیار و چالاک اور بد باطن دھوکہ باز ہوں وہ تمہاری دعوت اسلام کیسے قبول کریں گے۔

آگے اللہ تعالیٰ ان منافقین اور ان ملامت گروں کی حماقت پر تنبیہ فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں:

أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ

یعنی اگر ان منافقین نے اپنا کفر مسلمانوں سے چھپایا تو کیا اور اگر ان ملامت گروں نے اللہ کے رسول کے متعلق بشارات وغیرہ کے مضامین چھپائے تو کیا۔ حق تعالیٰ کو سب خبر ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے دونوں مضمونوں سے مسلمانوں کو جابجا اسی قرآن کے ذریعہ مطلع کر دیا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو پکا اور سچا مسلمان بن کر زندہ رہنے اور اسی پر مرنے کی سعادت نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام قرآن پاک کی سچی عظمت ہمارے قلوب میں عطا فرمائیں اور اس کا اتباع کامل ہم کو نصیب فرمائیں۔

یا اللہ منافقوں کی خصلت و عادات سے ہم کو محفوظ رکھئے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝۷۸ فَوَيْلٌ

وَمِنْهُمْ	أُمِّيُّونَ	لَا يَعْلَمُونَ	الْكِتَابَ	إِلَّا	أَمَانِيَّ	وَإِنْ	هُمْ	إِلَّا	يَظُنُّونَ	فَوَيْلٌ
اوران میں	اَن پڑھ	وہ نہیں جانتے	کتاب	سوائے	آرزوئیں	اور نہیں	وہ	مگر	گمان سے کام لیتے ہیں	سو خرابی

اور اُن میں بہت سے ناخواندہ ہیں جو کتابی علم نہیں رکھتے لیکن دل خوش کن باتیں اور وہ لوگ اور کچھ نہیں خیالات پکا لیتے ہیں تو بڑی خرابی اُنکی ہوگی

لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ

لِلَّذِينَ	يَكْتُبُونَ	الْكِتَابَ	بِأَيْدِيهِمْ	ثُمَّ	يَقُولُونَ	هَٰذَا	مِنْ	عِنْدِ	اللَّهِ	لِيَشْتَرُوا	بِهِ
ان کیلئے جو	لکھتے ہیں	کتاب	اپنے ہاتھوں سے	پھر	وہ کہتے ہیں	یہ	سے	پاس	اللہ	تاکہ وہ حاصل کریں	اس سے

جو لکھتے ہیں کتاب کو اپنے ہاتھوں سے پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے غرض یہ ہوتی ہے کہ اس ذریعہ سے کچھ نقد قدرے قلیل وصول کرلیں

ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ ۝۷۹ وَقَالُوا

ثَمَنًا	قَلِيلًا	فَوَيْلٌ	لَهُمْ	مِمَّا	كَتَبَتْ	أَيْدِيهِمْ	وَوَيْلٌ	لَهُمْ	مِمَّا	يَكْسِبُونَ	وَقَالُوا
قیمت	تھوڑی	سو خرابی	ان کیلئے	اس سے جو	لکھا	انکے ہاتھ	اور خرابی	ان کیلئے	اس سے جو	وہ کماتے ہیں	اور انہوں نے کہا

سو بڑی خرابی آویگی انکو اسکی بدولت جسکو انکے ہاتھوں نے لکھا تھا اور بڑی خرابی ہوگی انکو اسکی بدولت جسکو وہ وصول کرلیا کرتے تھے اور یہودیوں نے کہا کہ ہرگز

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ

لَنْ تَمَسَّنَا	النَّارُ	إِلَّا	أَيَّامًا	مَعْدُودَةً	قُلْ	أَتَّخَذْتُمْ	عِنْدَ	اللَّهِ	عَهْدًا	فَلَنْ	يُخْلِفَ
ہرگز نہیں چھوئے گی	آگ	سوائے	دن	چند	کہہ دو	کیا تم نے لیا	پاس	اللہ	کوئی وعدہ	کہ ہرگز نہ	خلاف کرے گا

ہمکو آتش چھوئے گی نہیں مگر تھوڑے روز جو شمار کرلئے جاسکیں آپ یوں فرمادیجئے کیا تم لوگوں نے حق تعالیٰ سے کوئی معاہدہ لے لیا ہے جسمیں اللہ تعالیٰ اپنے

اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝۸۰ بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ

اللَّهُ	عَهْدَهُ	أَمْ	تَقُولُونَ	عَلَى	اللَّهِ	مَا	لَا تَعْلَمُونَ	بَلَىٰ	مَنْ	كَسَبَ	سَيِّئَةً	وَأَحَاطَتْ	بِهِ
اللہ	اپنا وعدہ	کیا	تم کہتے ہو	پر	اللہ	جو	تم نہیں جانتے	کیوں نہیں	جس نے	کمائی	کوئی برائی	اور گھیر لیا	اسکو

معاہدہ کے خلاف نہ کریں گے یا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جسکی کوئی علمی سند اپنے پاس نہیں رکھتے کیوں نہیں جو شخص

خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝۸۱ وَالَّذِينَ آمَنُوا

خَطِيئَتُهُ	فَأُولَٰئِكَ	أَصْحَابُ النَّارِ	هُمْ	فِيهَا	خَالِدُونَ	وَالَّذِينَ	آمَنُوا
اسکی خطائیں	پس یہی لوگ	آگ والے (دوزخی)	وہ	اسمیں	ہمیشہ رہیں گے	اور جو لوگ	ایمان لائے

قصداً بری باتیں کرتا رہے اور اُسکو اُسکی خطا احاطہ کرلے سو ایسے لوگ اہل دوزخ ہوتے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو لوگ ایمان لائیں

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾

وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ
اور انہوں نے کیے	اچھے عمل	یہی لوگ	جنت والے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے

اور نیک کام کریں ایسے لوگ اہل بہشت ہوتے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

یہود کا تیسرا گروہ......اَن پڑھ عوام

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ
اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ

یہود چونکہ پیغمبروں کی اولاد میں سے تھے اس لئے خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنی خصوصیت ظاہر کرتے کبھی کہتے کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور محبوب ہیں، کبھی کہتے کہ جنت ہمارے باپ دادا کی میراث ہے، ہمارے سوا اس میں کوئی اور نہیں جائے گا۔ کبھی کہتے کہ ہمارے بڑے ہمیں بخشوا دیں گے اور ہمیں سزا نہیں ہو گی ان بے بنیاد باتوں اور دل خوش کن خوشخبریوں پر ناخواندہ یہود کا طبقہ خوش تھا کیونکہ وہ خود تو کتابی علم رکھتے نہ تھے محض اپنے بڑوں سے سنی سنائی باتوں پر جھوٹی اُمیدیں اور توقع رکھتے تھے اللہ تعالیٰ ان کی جہالت اور حماقت کو ظاہر فرماتے ہیں کہ جو اَن پڑھ اور جاہل یہود نے بلاسند دل خوش کن باتیں یاد کر رکھی ہیں یہ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ جھوٹے اور بے بنیاد خیالات ہیں جس کی وجہ کچھ تو ان کے فہم کی کمی کہ حقائق واقعیہ کی تحقیق کہاں نصیب اور کچھ ان کے علماء کی تعلیم ناقص اور خیانت۔

چوتھا گروہ......خائن علماء

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ......الیٰ......وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ

علمائے یہود اپنے عوام کی رضا جوئی کے واسطے غلط سلط مسائل اور احکام بتا دیتے جس سے انہیں عوام سے کچھ نذرانہ و معاوضہ وصول بھی ہو جاتا اور انکی نظر میں وجاہت اور وقعت بھی رہتی اسی غرض سے لفظاً یا معناً تورات میں کچھ ردّ و بدل اور اُلٹ پھیر بھی کرتے رہتے تھے ان کی اس حرکت پر انہیں وعید سنائی گئی۔

پانچواں گروہ......آرزو پرست

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً

گویا ان یہود کا عقیدہ یہ تھا کہ ان کے اعمالِ بد کے بدلے اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں کوئی سزا دی بھی تو وہ گنتی کے صرف چند روز کے لئے ہوگی وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے۔ یہود کے اس دعوے کی تردید میں حق تعالیٰ اپنے آخری نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہود سے پوچھتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ
عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

یعنی جہنم سے محفوظ رہنے کے لئے تم نے کوئی اللہ سے عہد لیا ہوا ہے تو پھر وہ یقیناً اُسے پورا کرے گا مگر یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے تو اُن سے ایسا کوئی عہد نہیں کیا ہے۔

آگے اُن کی جھوٹی آرزوؤں کی مزید تردید ہے۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ
فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

''جو شخص قصداً بری باتیں کرتا رہے اور اس کو اس کی خطا و قصور اس طرح احاطہ کر لے کہ کہیں نیکی کا اثر تک نہ رہے سو ایسے لوگ اہل جہنم ہوتے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

یہود چونکہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا نبی مانتے تھے اور نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری پیغمبر تسلیم کرتے تھے اور اس طرح دونبیوں کا انکار کرتے تھے اور انکار نبوت کفر ہے پس یہودی کافر ٹھہرے، اس لئے اس آیت میں جو قانون اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اُس کی رُو سے یہودیوں کو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے کی سزا ملے گی، اس کے بعد آگے اللہ تعالیٰ پر اور تمام انبیاء پر ایمان لانے اور اس کے ساتھ عمل صالح کرنے کی جزا بھی فرمادی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

"اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں ایسے لوگ اہلِ جنت ہوتے ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔"

یہاں ان آیات میں کافر اور مومن نیک عمل کا ضابطہ بیان ہوا ہے اور مومن بدعمل کا ضابطہ دوسری آیات اور احادیث میں ہے تو گویا اللہ تعالیٰ نے یہاں یہود کے غلط گمان اور ان کے باطل عقیدہ کی تردید فرمادی اور نجات کامل کا دارومدار اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا اور اعمال صالحہ کو بتایا گیا۔

امت مسلمہ کیلئے مقام فکر

اہلِ اسلام اپنی کتاب اور سنت پر سختی سے عمل پیرا رہیں ورنہ پچھلی قوموں کا جو حشر ہوا اور ان کے متعلق جو وعیدیں قرآن پاک نے بیان کی ہیں وہ کہیں اس امت پر بھی اللہ اور رسول پاک کی نافرمانیوں کی بدولت صادق نہ ٹھہریں۔

بخاری شریف کی حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت نہ قائم ہوگی جب تک کہ نہ کرنے لگے میری امت اگلے زمانوں کے طریقوں کو بالشت بالشت بھر اور ہاتھ ہاتھ بھر یعنی بے تفاوت جو اگلے زمانہ کے کافروں کی رسمیں تھیں سو میری اُمت بھی کرے گی اصحاب نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا مجوسی اور نصاریٰ کی طرح لوگ ہو جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کون لوگ ہیں سوائے ان کے یعنی انہیں کے قدم بقدم چلیں گے۔

دُعاء کیجئے:

کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین سے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اپنی کتاب سے سچی اور پکی محبت نصیب فرمائیں، یہود کی نافرمانیوں اور شرارتوں سے اللہ تعالیٰ ہم کو سبق، عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

وَاِذْ	اَخَذْنَا	مِيْثَاقَ	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	لَا تَعْبُدُوْنَ	اِلَّا	اللّٰهَ	وَ	بِالْوَالِدَيْنِ	اِحْسَانًا
اور جب	ہم نے لیا	پختہ عہد	بنی اسرائیل	تم عبادت نہ کرنا	سوائے	اللہ	اور	ماں باپ سے	حسن سلوک

اور جب لیا ہم نے قول و قرار بنی اسرائیل سے کہ عبادت مت کرنا بجز اللہ تعالیٰ کے اور ماں باپ کی اچھی طرح خدمت گذاری کرنا

وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا

وَذِي الْقُرْبٰى	وَالْيَتٰمٰى	وَالْمَسٰكِيْنِ	وَقُوْلُوْا	لِلنَّاسِ	حُسْنًا	وَاَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَاٰتُوا
اور قرابت دار	اور یتیم (جمع)	اور مسکین (جمع)	اور تم کہنا	لوگوں سے	اچھی بات	اور تم قائم کرنا	نماز	اور دینا

اور اہل قرابت کی بھی اور بے باپ کے بچوں کی بھی اور غریب محتاجوں کی بھی اور عام لوگوں سے بات اچھی طرح کہنا اور پابندی رکھنا نماز کی اور ادا کرتے رہنا

الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۸۳

	الزَّكٰوةَ	ثُمَّ	تَوَلَّيْتُمْ	اِلَّا	قَلِيْلًا	مِّنْكُمْ	وَاَنْتُمْ	مُّعْرِضُوْنَ	
	زکوٰۃ	پھر	تم پھر گئے	سوائے	چند ایک	تم میں سے	اور تم	پھر جانے والے	

زکوٰۃ پھر تم اس سے پھر گئے بجز معدودے چند کے اور تمہاری تو معمولی عادت ہے اقرار کرکے ہٹ جانا

یہودیوں سے لئے گئے عہد:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ "اور وہ زمانہ یاد کرو جب لیا ہم نے توریت میں قول وقرار بنی اسرائیل سے۔"

یہاں بتایا گیا کہ سب سے پہلا عہد جو بنی اسرائیل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے توریت میں احکام کی پابندی کا لیا گیا تھا وہ یہ کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اسی کو کارساز مالک و مختار سمجھیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں توحید چونکہ حق اللہ ہے اور تمام اعمال کی روح و جان ہے اس لئے سب سے پہلے اس کا ذکر فرمایا پھر حق اللہ کے بعد حق العباد ہے اور بندوں میں والدین کے حقوق سب پر مقدم ہیں اس لئے حق اللہ کے بعد ماں باپ سے حسنِ سلوک اور ان کے حقوق کماحقہٗ ادا کرنے کا حکم دیا والدین کے حقوق بہت ہیں مثلاً ان کا اکرام واحترام کرنا اُن کے جائز احکام کی تعمیل کرنا اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں! اگر والدین مشرک ہوں اور شرک کرنے پر مجبور کریں تو اس معاملہ میں اُن کی اطاعت جائز نہیں البتہ اُن سے حسنِ سلوک پھر بھی فرض ہے والدین کے بعد رشتہ داروں، یتیموں اور غریبوں سے حسنِ سلوک یعنی مالی امداد کا حکم دیا گیا اور بنی اسرائیل سے اِس امر کا بھی عہد لیا گیا تھا کہ وہ تمام لوگوں سے حسنِ اخلاق سے پیش آئیں اور ایسی باتیں کریں جو سراپا حسنِ اخلاق ہوں اور بنی اسرائیل سے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا بھی عہد لیا گیا تھا اور یہاں نماز و زکوٰۃ سے وہی نماز و زکوٰۃ مراد ہے جو بنی اسرائیل پر توراۃ کے حکم کے موافق فرض تھی۔

بنی اسرائیل کی عہد شکنی:

بنی اسرائیل نے اس عہد اور اقرار کے ساتھ کیا معاملہ کیا اس کے

متعلق ارشاد ہے: ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ

یعنی تم نے یہ عہد پورے نہ کئے اور اُن سے رُوگردانی کی توحید کو چھوڑ دیا اور شرک اختیار کرلیا۔ حضرت عزیر علیہ السلام اور اپنے دوسرے بزرگوں کو خدا کے نائب اور کارساز مانا، انسانی حقوق بھی پامال کئے اور نماز روزہ سے بھی لاپروائی کی گویا اس طرح حقوق اللہ اور حقوق العباد سب ہی سے منہ موڑا اور تم میں سے بہت تھوڑے اس عہد واقرار پر قائم رہے تو جو یہ جرم کرے وہ ہمیشہ جہنم ہی میں رہنے کے لائق ہے اور یہ اعراض اور عہد شکنی تو تمہاری خصلت اور عادت ہی ہوچکی ہے کہ اللہ سے عہد و پیان کرتے ہو مگر اس پر قائم نہیں رہتے۔

خلاصہ یہ کہ اس آیت میں یہ خبر دی گئی کہ بنی اسرائیل نے اس قول وقرار اور عہد و پیان کو جو انہوں نے حق تعالیٰ سے کئے تھے توڑ دیئے اور اس عہد شکنی کی سزا چند روزہ عذاب نہیں جیسا کہ یہود نے اپنے زعم میں سمجھ رکھا تھا بلکہ دائمی شدید عذاب جہنم ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ اس نافرمان قوم بنی اسرائیل کے واقعات وحالات سے ہم کو عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ! آپ کے احکام سے انحراف واعراض جو یہود کی خصلت تھی اہلِ اسلام کو اس سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم میں سے جن کے والدین موجود ہوں ان کے حقوق ادا کرنے کی توفیق ہم کو نصیب فرما آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ

وَاِذْ	اَخَذْنَا	مِيْثَاقَكُمْ	لَا تَسْفِكُوْنَ	دِمَآءَكُمْ	وَلَا	تُخْرِجُوْنَ	اَنْفُسَكُمْ	مِنْ	دِيَارِكُمْ	ثُمَّ
اور جب	ہم نے لیا	تم سے پختہ عہد	نہ تم بہاؤ گے	اپنوں کے خون	اور نہ	تم نکالو گے	اپنوں	سے	اپنی بستیاں	پھر

اور جب ہم نے تم سے یہ قول وقرار لیا کہ باہم خونریزی مت کرنا اور ایک دوسرے کو ترک وطن مت کرانا پھر تم نے اقرار بھی کرلیا اور اقرار بھی ایسا

اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا

اَقْرَرْتُمْ	وَاَنْتُمْ	تَشْهَدُوْنَ	ثُمَّ	اَنْتُمْ	هٰٓؤُلَآءِ	تَقْتُلُوْنَ	اَنْفُسَكُمْ	وَتُخْرِجُوْنَ	فَرِيْقًا
تم نے اقرار کیا	اور تم	گواہ ہو	پھر	تم	وہ لوگ	قتل کرتے ہو	اپنوں کو	اور تم نکالتے ہو	ایک فریق

جیسے تم شہادت دیتے ہو پھر تم یہ موجود ہو کہ باہم قتل وقتال بھی کرتے ہو اور ایک دوسرے کو ترک وطن بھی کراتے ہو اُن اپنوں کے مقابلے میں امداد کرتے ہو

مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ

مِنْكُمْ	مِنْ	دِيَارِهِمْ	تَظٰهَرُوْنَ	عَلَيْهِمْ	بِالْاِثْمِ	وَالْعُدْوَانِ	وَاِنْ	يَّاْتُوْكُمْ	اُسٰرٰى	تُفٰدُوْهُمْ
اپنے سے	سے	انکے وطن	تم چڑھائی کرتے ہو	ان پر	گناہ سے	اور سرکشی	اور اگر	وہ آئیں تمہارے پاس	قیدی	تم بدلہ دیکر چھڑاتے ہو انہیں

گناہ اور ظلم کیساتھ اور اگر اُن لوگوں میں سے کوئی گرفتار ہو کر تم تک پہنچ جاتا ہے تو ایسوں کو کچھ خرچ کرکرا کر رہا کرا دیتے ہو حالانکہ یہ بات ہے کہ

وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ

وَهُوَ	مُحَرَّمٌ	عَلَيْكُمْ	اِخْرَاجُهُمْ	اَفَتُؤْمِنُوْنَ	بِبَعْضِ	الْكِتٰبِ	وَتَكْفُرُوْنَ	بِبَعْضٍ	فَمَا	جَزَآءُ
حالانکہ وہ	حرام کیا گیا	تم پر	نکالنا انکا	تو کیا تم ایمان لاتے ہو	بعض حصہ	کتاب	اور انکار کرتے ہو	بعض حصہ	سو کیا	سزا

تمکو انکا ترک وطن کرادینا بھی ممنوع ہے کیا تو کتاب کے بعض احکام پر تم ایمان رکھتے ہو اور بعض احکام پر ایمان نہیں رکھتے؟ سو اور کیا سزا ہو ایسے شخص کی

مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى

مَنْ	يَّفْعَلُ	ذٰلِكَ	مِنْكُمْ	اِلَّا	خِزْيٌ	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ	يُرَدُّوْنَ	اِلٰى
جو	کرے	یہ	تم میں سے	سوائے	رسوائی	میں	زندگی	دنیا	اور قیامت کے دن	وہ لوٹائے جائیں گے	طرف

جو تم لوگوں میں سے ایسی حرکت کرے بجز رسوائی کے دنیاوی زندگانی میں اور روز قیامت کو بڑے سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں گے

اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ

اَشَدِّ الْعَذَابِ	وَمَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	اشْتَرَوُا	الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا	بِالْاٰخِرَةِ
سخت عذاب	اور نہیں	اللہ	بےخبر	اس سے جو	تم کرتے ہو	یہی لوگ	وہ جنہوں نے	خرید لی	زندگی	دنیا	آخرت کے بدلے

اور اللہ بے خبر نہیں ہیں تمہارے اعمال سے یہ وہ لوگ ہیں کہ اُنہوں نے دنیوی زندگانی کو لے لیا ہے بعوض آخرت کے

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿۸۶﴾						
فَلَا يُخَفَّفُ	عَنْهُمُ	الْعَذَابُ	وَلَا	هُمْ	يُنْصَرُونَ	
سو ہلکا نہ کیا جائے گا	ان سے	عذاب	اور نہ	وہ	مدد کئے جائیں گے	
سو نہ تو انکی سزا میں تخفیف دی جائے گی اور نہ کوئی انکی طرف دار کرنے پائے گا						

یہود کی کچھ اور عہد شکنیاں

یعنی بنی اسرائیل سے تورات میں یہ بھی عہد لیا گیا تھا کہ وہ آپس میں اتفاق سے رہیں اور خانہ جنگی سے اجتناب کریں اپنے کسی بھائی کو گھر سے نہ نکالیں یا کسی کو آزار پہنچا کر ایسا تنگ نہ کریں کہ وہ ترک وطن پر مجبور ہو اور نہ ہی کسی کو قتل کریں مگر یہود نے ان دونوں مذکورہ عہدوں سے بھی عہد شکنی کی جیسا کہ آگے بتایا گیا: ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ ''پھر اس اقرار صحیح کے بعد تم جیسے ہو یہ آنکھوں کے سامنے موجود ہی ہو کہ باہم قتل وقتال بھی کرتے ہو۔''

یعنی ان پر تین حکم واجب تھے اول قتل نہ کرنا، دوم وطن سے خارج نہ کرنا، سوم اپنی قوم میں سے کسی کو گرفتار اور اسیر دیکھیں تو روپیہ خرچ کر کے چھڑا دینا سو ان لوگوں نے حکم اول و دوم کو تو ضائع کر دیا تھا اور سوم کا اہتمام کرتے تھے اور تفصیل اُن کی اس طرح ہے کہ ابتدائے اسلام میں اہل مدینہ میں دو قومیں آباد تھیں اوس اور خزرج اور ان میں باہم عداوت رہتی تھی اور کبھی کبھی جنگ وقتال کی بھی نوبت آتی تھی اور مدینہ کے گردونواح میں دو قومیں یہود کی آباد تھیں بنی قریظہ اور بنی نضیر۔ اوس اور بنی قریظہ باہم دوست اور حلیف تھے اور خزرج اور بنی نضیر باہم دوست اور حلیف تھے جب اوس اور خزرج کی باہم جنگ ہوتی تو دوستی اور حلیف ہونے کی وجہ سے یہود بنی قریظہ تو اوس کے مددگار ہوتے اور یہود بنی نضیر خزرج کے حامی بنتے تو جنگ وقتال میں جہاں اوس اور خزرج مارے جاتے اور بے گھر ہوتے ان کے دوستوں کو بھی یہ مصیبت پیش آتی اور اس طرح یہود بنی قریظہ کے آدمیوں کے قتل اور اخراج میں بنی نضیر کا ضرور اثر اور دخل ہوتا اور بنی نضیر کے بعض آدمیوں کے قتل واخراج میں بنی قریظہ کا دخل واثر ہوتا البتہ یہود کی دونوں جماعتوں میں سے اگر کوئی جنگ میں اسیر وقیدی ہو جاتا تو ہر جماعت اپنے دوستوں کو مال سے راضی کر کے اسیر کو رہائی دلا دیتے اور جو کوئی پوچھتا تو کہتے کہ اسیر کو رہا کرا دینا ہم پر از روئے مذہب واجب ہے اور اگر قتل و اخراج کے معین بننے پر کوئی اعتراض کرتا تو کہتے کیا کریں اپنے دوستوں کا ساتھ نہ دینے سے عار آتی ہے حق تعالیٰ نے اسی کی شکایت فرمائی ہے کہ اپنوں کے مقابلہ میں امداد کرتے ہو دوسروں کی ظلم وگناہ کے ساتھ دوسروں سے مراد اوس اور خزرج ہیں کہ اوس بنی قریظہ کی موافقت میں بنی نضیر کے مخالف تھے اور خزرج بنی نضیر کی موافقت میں بنی قریظہ کے مخالف تھے اور گناہ و ظلم دو لفظ لانے میں اشارہ ہو سکتا ہے کہ اس میں دو حق ضائع ہوتے ہیں حق اللہ بھی کہ حکم الٰہی کی تعمیل نہ کی اور حق العبد بھی کہ دوسرے کو تکلیف پہنچی۔ ایک طرف تو خدا کی نافرمانی کی کیونکہ اس نے اپنے بھائی بندوں کے قتل واخراج سے منع کیا ہے دوسری طرف قتل واخراج کے ذریعہ اپنے قومی بھائیوں پر ظلم کیا اور ان کی حق تلفی کی۔ چنانچہ یہود کی اسی عہد شکنی پر شکایت و ملامت کی جاتی ہے اور یہود کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ

''تو کیا کتاب توریت کے بعض احکام پر تم ایمان رکھتے ہو اور بعض احکام پر ایمان نہیں رکھتے۔''

یعنی فدیہ دے کر بھائی بندوں کو قید سے چھڑا لینا توریت کے ایک حصہ کو مان لیا اور ایک حصہ کو ٹھکرا دیا کہ بھائی بندوں کے قتل واخراج کی پرواہ نہ کی۔

یہود کے جرم کی سزا:

خدا کے بعض حکموں کو ماننا اور بعض حکموں کو نہ ماننا یہ بڑا جرم ہے اور خدائی احکام کے ساتھ ایک قسم کا استہزا ہے اس لئے آگے اس جرم کی سزا کی تصریح فرمائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

یعنی یہاں یہود کے لئے ان کی بدعہدیوں اور بداعمالیوں کے باعث دو سزاؤں کا ذکر فرمایا ایک دنیا کی سزا کہ ذلت اور رسوائی نصیب ہوگی اور دوسری آخرت کی سزا کہ اَشَدِّ الْعَذَابِ میں گرفتار کیا جائے گا اَشَدِّ الْعَذَابِ سے مراد جہنم کا ابدی عذاب ہے اور وہ نہایت سخت اس لحاظ سے ہوگا کہ وہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ چونکہ دنیا کی سزا یعنی ذلت ورسوائی کا وقوع یہود مدینہ کے لئے اس طرح ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وقت میں مسلمانوں کے ساتھ نقضِ عہد کرنے کے سبب یہود بنی نضیر کو ذلت وخواری کے ساتھ جلاوطن کیا گیا اور بنی قریظہ کے یہود مردوں کو قتل کیا گیا اور اُن کی عورتوں بچوں کو غلام بنایا گیا جیسا کہ ان واقعات کو سورۂ احزاب اور سورۂ حشر میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

یہود کی بداعمالیوں کی وجہ:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ ...... الی ...... وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ یعنی یہود کے تمام جرائم، تمام بداعمالیاں اور بدکرداریاں، خدائی احکام سے نافرمانی، اپنی کتاب پر نہ چلنا، اپنے رسولوں کا کہنا نہ ماننا وغیرہ وغیرہ اس سب کی خاص وجہ یہی تھی کہ وہ دُنیا کی زندگی کو سامنے رکھتے تھے اور آخرت کو پس پشت ڈال دیتے تھے، جہاں دین و دنیا کا مقابلہ پڑتا وہ دُنیا کو ترجیح دیتے اور دین وآخرت کی پروا نہ کرتے قوم بنی اسرائیل کا یہ مرض ایسا تھا گویا یہی جڑ اور بنیاد تھی ان کی تمام بداعمالیوں کی اور یہ مرض اتنا اہم ہے کہ اس کو قرآن پاک میں متعدد جگہ مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے تاکہ یہ بات اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ یہ مرض یعنی دنیا کو آخرۃ پر ترجیح دینا نہایت مہلک ہے۔ اور اسی میں گرفتار ہوکر یہود نے دُنیا میں رسوائی وذلت کی سزا اور آخرت میں ابدی عذاب جہنم کی سزا مول لی اور ان کے عذاب میں قطعاً کوئی تخفیف نہ ہوگی اور نہ مذکورہ عذاب سے بچانے کے لئے انہیں کسی طرف سے کسی قسم کی مدد پہنچے گی نہ دولت دنیا کے ذریعہ انہیں عذاب سے چھڑایا جا سکے گا، نہ اُن کے اسلاف کی وجاہت اور بزرگی ان کے کام آسکے گی اور نہ ہی انہیں اپنے بزرگوں کی سفارش اور کارسازی سے نجات مل سکے گی۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ یہود کی اس خصلت سے کہ بعض خدائی احکام کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا امت مسلمہ کو کامل طور پر بچائیں اور ہم نے کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر جو عہد کرلیا ہے اس کے ایفاء اور ادائیگی حقوق کی توفیق عطا فرمائیں آپس کی خونریزی اور ایک دوسرے پر ظلم وستم جس پر یہود کو آخرت ودنیا میں سزا کی وعید سنائی گئی اللہ تعالیٰ اُمتِ مسلمہ کو ان جرائم سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ

وَلَقَدْ آتَيْنَا	مُوسَى	الْكِتَابَ	وَقَفَّيْنَا	مِنْ بَعْدِهِ	بِالرُّسُلِ	وَآتَيْنَا	عِيسَى	ابْنَ مَرْيَمَ	الْبَيِّنَاتِ
اور البتہ ہم نے دی	موسیٰ	کتاب	اور ہم نے پے درپے بھیجے	اسکے بعد	رسول	اور ہم نے دی	عیسیٰ	مریم کا بیٹا	کھلی نشانیاں

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور انکے بعد یکے بعد دیگرے پیغمبروں کو بھیجتے رہے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح دلائل عطا فرمائے

وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۗ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ

وَأَيَّدْنَاهُ	بِرُوحِ الْقُدُسِ	أَفَكُلَّمَا	جَاءَكُمْ	رَسُولٌ	بِمَا	لَا تَهْوَىٰ	أَنْفُسُكُمُ	اسْتَكْبَرْتُمْ
اور اسکی مدد کی	روح القدس (جبرئیل) کے ذریعہ	کیا پھر جب	آیا تمہارے پاس	کوئی رسول	اسکے ساتھ جو	نہ چاہتے	تمہارے نفس	تم نے تکبر کیا

اور ہم نے انکو روح القدس سے تائید دی کیا جب بھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسے احکام لائے جنکو تمہارا دل نہ چاہتا تھا تم نے تکبر کرنا شروع کر دیا

فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ﴿٨٧﴾	فَفَرِيقًا	كَذَّبْتُمْ	وَفَرِيقًا	تَقْتُلُونَ
سو بعضوں کو تم نے جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو قتل ہی کر ڈالتے تھے۔	سوایک گروہ	تم نے جھٹلایا	اور ایک گروہ	تم قتل کرنے لگے

یہود کی راہنمائی کیلئے ہزاروں انبیاء کی بعثت:

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ یعنی تمہاری ہدایت و رہنمائی کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شریعت کا ایک دستور دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنے اور شرک سے بچنے کا قطعی حکم دیا گیا اور اس کے علاوہ بہت سے احکام دیئے گئے اور پھر موسیٰ علیہ السلام کے دُنیا سے چلے جانے کے بعد وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ یعنی موسیٰ علیہ السلام اپنی زندگی میں توریت پر عمل کرنے کی تلقین کرتے رہے اور اُن کی وفات کے بعد بھی انبیاء و رسل کا سلسلہ جاری رکھا کہ اللہ کے عہدوں کو یاد دلاتے رہیں اور شریعت موسویہ کی پیروی اور اس پر استقامت کی تلقین کرتے رہیں حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہزاروں کی تعداد میں بنی اسرائیل میں پیغمبر آئے مثلاً حضرت یوشع، حضرت شمعون، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت عزیر، حضرت حزقیل، حضرت الیاس، حضرت یونس، حضرت زکریا اور حضرت یحیٰی علیہم السلام وغیرہ یہ سب حضرات موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر تھے اور بنی اسرائیل کی اصلاح و تربیت کیلئے تلقین کرتے رہے۔

پھر خاندان بنی اسرائیل کے اخیر میں

وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ

یعنی حضرت عیسیٰ کو رشد و ہدایات کی واضح کتاب انجیل عطا فرمائی گئی تھی اور کھلے ہوئے روشن معجزات دیئے گئے تا کہ ان کی نبوت میں کسی کو شک وشبہ نہ رہے مثلاً مردوں کو باذن الٰہی زندہ کرنا، کوڑھی اور مادر زاد اندھے کو تندرست کرنا وغیرہ اور اللہ تعالیٰ نے روح القدس جن سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں سے تائید دی تھی جو ہر وقت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے اور دشمنوں سے اُن کی حفاظت کرتے تھے ولادت سے لے کر آسمان پر چڑھنے کے وقت تک آپ کے محافظ رہے۔

یہودیوں کی سنگدلی کی انتہاء:

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ......الٰی...... وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ

یعنی اے یہود ہم نے تمہارے اسلاف کو سمجھانے کے لئے ہزاروں پیغمبر بھیجے تورات وانجیل میں واضح دلائل کے ساتھ انہیں مسئلہ توحید سمجھایا ان کے اطمینانِ قلب کی خاطر پیغمبروں نے معجزات دکھائے مگر اس کے باوجود بھی جب کوئی پیغمبر دعوتِ توحید لے کر آیا اور خدا کی طرف سے دوسرے احکام پہنچائے جو ان کی خواہش اور منشاء کے مطابق نہ ہوئے تو فوراً ان کا انکار کیا اور غرور سے ان کو حقیر سمجھا اور اے یہود تمہارا یہ رویہ کسی ایک پیغمبر کے ساتھ نہ تھا بلکہ تم نے ہر پیغمبر کی آمد پر یہی کچھ کیا کہ ڈٹ کر اس کی مخالفت اور تکذیب کرتے اور یہ ان کی انتہائی خباثت اور سنگدلی تھی کہ جب موقع مل جاتا تو خدا کے پیغمبر کو قتل کرنے سے بھی نہ چوکتے چنانچہ یہود نے حضرت یحییٰ وزکریا علیہما السلام کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کے ساتھ اپنی دانست میں یہود نے تو ان کو سولی پر چڑھا دیا مگر حقیقت میں تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور ان کی شبیہ کا ایک دوسرا شخص بنا دیا جس کو یہود نے دار پر چڑھا دیا پھر ان کا یہ ایذا رسانی کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ختم نہ ہوا بلکہ نبی آخرالزمان سید الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک تک جاری رہا یہود نے ایک بار آپ پر سحر کیا ایک بار بکری کے گوشت میں ملا کر زہر دیا ایک بار دیوار کے نیچے فریب سے بٹھا کر چاہا کہ ایک بھاری پتھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر گرا دیں جس سے آپ شہید ہو جائیں مگر حق تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا خیبر میں یہود کے زہر آلود کئے ہوئے بکری کے گوشت کا ایک لقمہ آپ نے چکھ لیا تھا جس کے متعلق صحیح حدیث میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض الموت میں فرمایا کرتے تھے کہ میں اس زہر آلود لقمہ کا اثر ہمیشہ محسوس کرتا تھا جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب وہ وقت ہے کہ زہر کے اثر نے میری رگِ جان کاٹ دی۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ اس نافرمان قوم یہود کے واقعات سے ہم کو بھی عبرت ونصیحت عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ یہود کی اس خصلت سے کہ احکام الٰہیہ میں سے جس کو دل چاہا مانا اور جس کو دل نہ چاہا نہ مانا اُمتِ مسلمہ کو بچائیں اور ہمیں دینِ حنیف اور شریعتِ اسلامیہ کا اتباع کامل نصیب فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ط بَلْ لَّعَنَہُمُ اللّٰہُ بِکُفْرِہِمْ فَقَلِیْلًا مَّا یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَمَّا جَآءَہُمْ کِتٰبٌ

وَقَالُوْا	قُلُوْبُنَا	غُلْفٌ	بَلْ	لَّعَنَہُمُ	اللّٰہُ	بِکُفْرِہِمْ	فَقَلِیْلًا	مَّا یُؤْمِنُوْنَ	وَلَمَّا	جَآءَہُمْ	کِتٰبٌ
اورانہوں نے کہا	ہمارے دل	پردہ میں	بلکہ	ان پرلعنت	اللہ	انکے کفر کے سبب	سوتھوڑے	جوایمان لاتے ہیں	اور جب	انکے پاس آئی	کتاب

اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں بلکہ انکے کفر کے سبب ان پر خدا کی مار ہے سو بہت ہی تھوڑا سا ایمان رکھتے ہیں اور جب انکو ایک ایسی کتاب پہنچی

مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَہُمْ لا وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ج

مِنْ	عِنْدِ	اللّٰہِ	مُصَدِّقٌ	لِمَا	مَعَہُمْ	وَکَانُوْا	مِنْ قَبْلُ	یَسْتَفْتِحُوْنَ	عَلٰی	الَّذِیْنَ کَفَرُوْا
سے	پاس	اللہ	تصدیق کرنے والی	اسکی جو	انکے پاس	اور وہ تھے	اس سے پہلے	فتح مانگتے	پر	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)

جو من جانب اللہ ہے اُسکی تصدیق کرنے والی ہے جو انکے پاس ہے حالانکہ اس سے پہلے بیان کرتے تھے کفار سے

فَلَمَّا جَآءَہُمْ مَّا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِہٖ ز فَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ۝ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِہٖٓ اَنْفُسَہُمْ

فَلَمَّا	جَآءَہُمْ	مَا	عَرَفُوْا	کَفَرُوْا بِہٖ	فَلَعْنَۃُ	اللّٰہِ	عَلٰی	الْکٰفِرِیْنَ	بِئْسَمَا	اشْتَرَوْا	بِہٖ	اَنْفُسَہُمْ
سو جب	آیا انکے پاس	جو	وہ پہچانتے تھے	اسکے منکر ہوگئے	سولعنت	اللہ	پر	کافر (جمع)	بُرا ہے جو	بیچ ڈالا انہوں نے	اسکے بدلے	اپنے آپ

پھر جب وہ چیز آپہنچی جسکو وہ پہچانتے ہیں تو اُسکا انکار کر بیٹھے سو خدا کی مار ہوایسے منکروں پر وہ حالت بُری ہے جسکو اختیار کر کے وہ اپنی جانوں کو چھڑانا چاہتے ہیں

اَنْ یَّکْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ج

اَنْ	یَکْفُرُوْا	بِمَا	اَنْزَلَ	اللّٰہُ	بَغْیًا	اَنْ	یُنَزِّلَ	اللّٰہُ	مِنْ	فَضْلِہٖ	عَلٰی	مَنْ یَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِہٖ
کہ	وہ منکر ہوئے	اس سے جو	نازل کیا	اللہ	ضد	کہ	نازل کرتا ہے	اللہ	سے	اپنا فضل	پر	جو وہ چاہتا ہے	سے	اپنے بندے

یہ کہ انکار کرتے ہیں ایسی چیز کا جو حق تعالیٰ نے نازل فرمائی محض ضد پر کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس بندہ پر اسکو منظور ہو نازل فرما دے

فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰی غَضَبٍ ط وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّہِیْنٌ ۝

فَبَآءُوْ	بِغَضَبٍ	عَلٰی	غَضَبٍ	وَلِلْکٰفِرِیْنَ	عَذَابٌ	مُّہِیْنٌ
سو وہ کمالائے	غضب	پر	غضب	اور کافروں کیلئے	عذاب	رسوا کرنے والا

سو وہ لوگ غضب بالائے غضب کے مستحق ہوگئے اور ان کفر کرنے والوں کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کر کے یہود دوگنے غضب کے مستحق بنے

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ط یعنی جب قرآن کریم میں یہود کے عقائد فاسدہ اور شبہاتِ باطلہ کا بالکل استیصال فرما دیا اور کوئی معقول جواب اور قابلِ قبول دلیل ان کے پاس نہ رہی تو جاہلانہ جواب پر اُتر آئے اور از راہِ غرور و تکبر خدا کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بطورِ فخریہ

کہتے کہ ہمارے دِل غلاف میں محفوظ ہیں۔ ہمارے دل تو پہلے ہی علم وحکمت سے بھرے ہوئے ہیں ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن کی ضرورت نہیں اس کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں بَل لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ یعنی اسلام اور قرآن سے ان کی نفرت اور انکار کی وجہ وہ نہیں جو یہ یہود بیان کرتے ہیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ ان کے مسلسل انکار اور ضد وعناد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں راندۂ درگاہ کر دیا ہے انہیں اپنی رحمت سے دُور کر کے ان سے ایمان کی توفیق چھین لی ہے اس لئے حق بات اُن پر اثر نہیں کرتی یہ غلاف نہیں بلکہ اللہ کی لعنت کی نشانی ہے کفر اور لعنت کے زنگ نے ان کے دلوں کو سیاہ اور زنگ آلود کر دیا ہے اس لئے یہ لوگ بہت ہی قلیل ایمان لاتے ہیں۔

آگے انہی یہود کے متعلق ارشاد ہے:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ ...... الیٰ ...... فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب پہچانتے تھے کہ یہی نبی آخر الزماں ہیں مگر عناد اور حسد کی وجہ سے مِنْ خُبْثِ الْقَوْمِ آپ پر ایمان نہیں لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل جب کبھی یہود اور مشرکین عرب میں لڑائی ہوتی تو یہود کہا کرتے تھے کہ عنقریب خدا کی سچی کتاب لے کر خدا کے عظیم الشان پیغمبر تشریف لانے والے ہیں ہم ان کے ساتھ ہو کر تمہیں ایسا تباہ و برباد کریں گے کہ تمہارا نام ونشان مٹا دیں گے۔

لیکن جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تمام نشانیاں آپ میں دیکھ لیں اور پہچان لیا مگر چونکہ آپ عرب میں سے تھے اور بنی اسرائیل کے خاندان سے نہ تھے حسد کیا اور اپنی ریاست و سیادت کھوئے جانے کے خیال سے باوجود آپ کو پہچان لیا پھر بھی آپ کی نبوت کا انکار کرنے لگے۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ...... الیٰ ...... وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

یعنی یہود نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بجائے تکذیب کی اور آپ پر ایمان لانے کی بجائے کفر کیا اور آپ کی نصرت وامداد کے بدلہ مخالفت اور دشمنی کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جن اوصاف کو ظاہر کرنے کا حکم ان کو تورات میں دیا گیا تھا ان اوصاف کو چھپایا اور خود غرضی اور نفس پرستی کی وجہ سے حق کو چھوڑ کر باطل کو اختیار کیا اور ضد اور حسد کی وجہ سے کفر پر اڑے رہے تو اس وجہ سے اپنے آپ کو غضب الٰہی کا سزاوار بنایا، اسی کی طرف آیت میں اشارہ فرمایا گیا کہ بہت ہی بُری حالت ہے جس کو ان یہود نے اختیار کیا اور وہ حالت یہ ہے کہ یہ ایسی چیز کا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے پیغمبر پر نازل فرمائی یعنی قرآن مجید، اس کا انکار کرتے ہیں اور انکار بھی محض اس ضد پر کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نسل عربی سے پیدا فرما کر اپنی نبوت اور وحی سے کیوں سرفراز فرمایا گویا ان کے اندر یہ حسد کی آگ بھڑکی کہ نبوت ان کی قوم بنی اسرائیل سے نکل کر بنی اسمٰعیل میں کیوں چلی گئی اور اس ضد میں آپ کی نبوت ورسالت کا انکار کر دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ مالک ومختار ہے وہ نبوت ورسالت کے حقدار کو خوب جانتا ہے اور وہ اپنا فضل وکرم جس بندہ کو چاہے عطا فرماتا ہے تو یہود پر ایک تو توراۃ کے احکام کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے ان پر غضب تھا ہی اب دوسرا غضب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرنے پر نازل ہوا۔

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ یعنی ایسا عذاب کہ جس میں ذلت ورسوائی ہو یہ قیامت میں کفار کیلئے مخصوص ہوگا جس سے علاوہ جسمانی تکلیف کے ذلت وخواری بھی ہوگی اور برخلاف کفار کے مؤمن گناہ گار کے لئے عذاب گناہوں کی نجاست کو دُور کرنے کے لئے ہوگا جلانے کیلئے نہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ

وَاِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	اٰمِنُوْا	بِمَآ	اَنْزَلَ اللّٰهُ	قَالُوْا	نُؤْمِنُ	بِمَآ	اُنْزِلَ عَلَيْنَا	وَيَكْفُرُوْنَ	بِمَا	وَرَآءَهٗ
اور جب	کہا جاتا ہے	انہیں	تم ایمان لاؤ	اس پر جو	نازل کیا اللہ نے	وہ کہتے ہیں	ہم ایمان لاتے ہیں	اسپر	جو نازل کیا گیا ہم پر	اور انکار کرتے ہیں	اس سے جو	اسکے علاوہ

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تم ایمان لاؤ ان تمام کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں تو کہتے ہیں ہم اس کتاب پر ایمان لائینگے جو ہم پر نازل کی گئی ہے اور جتنی اُسکے علاوہ ہیں

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ

وَهُوَ	الْحَقُّ	مُصَدِّقًا	لِمَا	مَعَهُمْ	قُلْ	فَلِمَ	تَقْتُلُوْنَ	اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ	مِنْ قَبْلُ	اِنْ	كُنْتُمْ
حالانکہ وہ	حق	تصدیق کرنیوالا	اسکی جو	انکے پاس	کہدیں	سو کیوں	تم قتل کرتے رہے	اللہ کے نبی (جمع)	اس سے پہلے	اگر	تم ہو

انکا وہ انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی حق ہیں اور تصدیق کرنے والی بھی ہیں اسکی جو اُنکے پاس ہے آپ کہیئے کہ پھر کیوں قتل کیا کرتے تھے اللہ کے پیغمبروں کو اس سے قبل کے

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩١﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ

مُؤْمِنِيْنَ	وَلَقَدْ	جَآءَكُمْ	مُّوْسٰى	بِالْبَيِّنٰتِ	ثُمَّ	اتَّخَذْتُمُ	الْعِجْلَ	مِنْۢ بَعْدِهٖ	وَاَنْتُمْ
مومن (جمع)	اور البتہ	تمہارے پاس آئے	موسیٰ	کھلی نشانیوں کیساتھ	پھر	تم نے بنالیا	بچھڑا	اسکے بعد	اور تم

زمانے میں اگر تم ایمان رکھنے والے تھے اور موسیٰ تم لوگوں کے پاس صاف صاف دلیلیں لائے اسپر بھی تم لوگوں نے گوسالہ کو تجویز کرلیا موسیٰ علیہ السلام کے بعد اور تم ستم

ظٰلِمُوْنَ ﴿٩٢﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا

ظٰلِمُوْنَ	وَاِذْ	اَخَذْنَا	مِيْثَاقَكُمْ	وَرَفَعْنَا	فَوْقَكُمُ	الطُّوْرَ	خُذُوْا	مَآ اٰتَيْنٰكُمْ	بِقُوَّةٍ	وَاسْمَعُوْا
ظالم (جمع)	اور جب	ہم نے لیا	تم سے پختہ عہد	اور ہم نے بلند کیا	تمہارے اوپر	کوہِ طور	پکڑو	جو ہم نے دیا تمہیں	مضبوطی سے	اور سنو

ڈھارہے تھے اور جب ہم نے تمہارا قول وقرار لیا تھا اور طور کو تمہارے اوپر لا کھڑا کیا تھا اور جو کچھ ہم تمکو دیتے ہیں ہمت کیساتھ اور سنو اُنہوں نے کہہ دیا

قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ

قَالُوْا	سَمِعْنَا	وَعَصَيْنَا	وَاُشْرِبُوْا	فِيْ	قُلُوْبِهِمُ	الْعِجْلَ	بِكُفْرِهِمْ	قُلْ	بِئْسَمَا	يَاْمُرُكُمْ	بِهٖٓ
وہ بولے	ہم نے سنا	اور نافرمانی کی	اور رچا دیا گیا	میں	انکے دل	بچھڑا	بسبب انکے کفر	کہدیں	کیا ہی برا جو	تمہیں حکم دیتا ہے	اسکا

کہ ہم نے سن لیا اور ہم سے عمل نہ ہوگا اور انکے قلوب میں وہی گوسالہ پیوست ہوگیا تھا اُنکے کفر کی وجہ سے آپ فرمادیجئے کہ یہ افعال تو بہت برے ہیں

	بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩٣﴾	اِيْمَانُكُمْ	اِنْ كُنْتُمْ	مُؤْمِنِيْنَ	
	جن کی تعلیم تمہارا ایمان تم کو دے رہا ہے اگر تم اہل ایمان ہو۔	ایمان تمہارا	اگر تم ہو	مومن	

7

یہود کے دعوائے ایمان کی حقیقت

وَاِذَا قِیۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ یعنی خواہ تورات ہو یا انجیل ہو یا قرآن ہو جو کتاب بھی اللہ نے نازل کی خواہ وہ کسی پیغمبر پر ہو اس پر ایمان لاؤ تو یہود اُس کے جواب میں کہتے ہیں:

قَالُوۡا نُؤۡمِنُ......الی......لِمَا مَعَهُمۡ

ہم تو فقط اسی کتاب پر ایمان لائیں گے جو خاص ہم پر ہمارے نبی کے واسطے سے نازل کی گئی ہے اس شرط اور قید لگانے سے ان کا حسد بھی علاوہ کفر کے صاف ظاہر ہے کہ جو کتاب بنی اسرائیل پر اُتری اس پر تو ایمان لائیں گے اور جو کتاب بنی اسمٰعیل پر اُتری اس پر ایمان نہیں لائیں گے یہ محض حسد کی بنا پر اپنی کتاب کے سوا تمام کتابوں کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ تورات کے سوا اور جو کتابیں خدا تعالیٰ نے نازل کیں وہ سب فی نفسہٖ حق ہیں یعنی سچی اور واقعہ کے مطابق ہیں اور اس کتاب کی تصدیق بھی کرنے والی ہیں جو ان یہود کے ہاتھ میں ہے یعنی توراۃ مثلاً قرآن مجید جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا وہ اصولِ دین میں پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اور وہی دعوتِ توحید پیش کرتا ہے جو اُن کی توراۃ میں موجود ہے تو قرآن کا انکار توراۃ کا بھی انکار ہے۔

آگے یہود کے توراۃ پر دعوئے ایمان کو ایک اور طرح رد فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

قُلۡ فَلِمَ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ

یعنی تم اللہ کے پیغمبروں کو قتل کرتے چلے آئے ہو حالانکہ وہ پیغمبر تو تورات ہی کے مطابق حکم دیتے تھے اور شریعتِ موسویہ کی تائید اور تجدید کے لئے مبعوث ہوئے تھے جیسے شعیا اور حضرت زکریا اور یحییٰ علیہم السلام تو توراۃ نے تو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی تھی بلکہ وہ تو انبیاء کی اطاعت کا حکم دیتی ہے۔ اس لئے تمہارا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ تم اپنی قوم کے انبیاء کو مانتے ہو اور اس کتاب اور وحی کو مانتے ہو جو تم پر نازل ہوئی اگر تمہارا اپنی قوم کے انبیاء اور کتاب پر ایمان ہوتا تو تم اللہ کے پیغمبروں کو کیوں قتل کرتے تو معلوم ہوا کہ نہ توریت پر تمہارا ایمان ہے نہ شریعتِ موسویہ پر۔

یہاں آیت میں جو یہود کا یہ قول نقل کیا گیا کہ ہم صرف تورات پر ایمان لائیں گے اور دوسری کتاب پر ایمان نہ لائیں گے یہ صریح کفر ہے اور اس قول کے ساتھ ان کا یہ دعویٰ کہ ہم ایمان والے ہیں اپنی کتاب اور اپنے انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں تو یہاں اللہ تعالیٰ نے یہود کے اس دعوے کو تین طرح رد فرمایا ہے۔

اول یہ کہ جب دوسری کتاب کی حقانیت اور واقعیت بھی دلیل قطعی سے ثابت ہے اور ان کا بھی منجانب اللہ ہونا ثابت ہے تو پھر انکار کی کیا وجہ اور ایسا کرنے سے ایمان کہاں رہا۔

دوسرے یہ کہ ایک نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی کتاب قرآن کریم کی خبر اور اس پر ایمان لانے کا حکم خود توراۃ میں موجود ہے تو پھر قرآن کے انکار سے خود توراۃ کا انکار لازم آتا ہے تو اپنے ایمان کا دعویٰ کیسے کرتے ہو۔

تیسرے یہ کہ انبیاء علیہم السلام کا قتل کرنا تمام کتب سماویہ میں کفر ہے تو تمہارے اسلاف نے جو بعض نبیوں کو قتل کیا اور قاتلین کو تم اپنا مقتدا اور پیشوا جانتے ہو گویا ان کے اس فعل سے تم راضی ہو تو اس طرح بھی تورات کے ساتھ تمہارا کفر ہوا۔ ان تین دلائل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت فرمایا کہ یہود کا دعوئے ایمان بالکل غلط ہے اور وہ قرآن کا نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے کفر میں مبتلا ہیں۔

یہود کے کفر کی اور دلیل

آگے یہود کے دعوئے ایمان میں جھوٹا ہونے کی اور دلیل

دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى......اِلٰی...... وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ

یعنی تم تو خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کفر کر چکے ہو اور وہ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس توحید و رسالت کی نہایت واضح اور روشن دلیلیں لے کر آئے جو اس بات پر صاف طور پر دلالت کرتی تھیں کہ عبادت اور بندگی اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ پھر بھی تم نے یعنی تمہارے قوم یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد ہی ایک بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا تو اگر چہ بچھڑے کو معبود بنانے کا معاملہ ان یہود مدینہ کے ساتھ پیش نہیں آیا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نزولِ قرآن کے وقت موجود تھے اور جن سے آیات میں خطاب ہو رہا ہے مگر چونکہ یہ یہود مدینہ اپنے اجداد کے حامی اور طرف دار رہتے تھے اس لئے فی الجملہ یہ بھی ردّ میں شامل ہیں۔

آگے یہود کے دعویٰ ایمان میں جھوٹا ہونے کی ایک اور دلیل ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ......اِلٰی...... فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ

یعنی تمہارے اسلاف نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کی جیسی فرمانبرداری کی اور جیسا ایمان لائے وہ تو ان واقعات سے ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تو انہوں نے گائے کے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی اور جب تورات کے احکام کی تعمیل سے تمہارے اسلاف نے انکار کیا اور ان کے سروں پر پہاڑ معلق کر دیا تو اس وقت ڈر کے مارے ظاہر میں تو کہہ دیا کہ ہم نے احکام سن لئے مگر باطن میں یہی کہا کہ ہم سے ان پر عمل نہ ہو گا تو یہ تھیں تمہارے اسلاف کے ایمان کی صفات۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ اگر تم واقعی مؤمن ہو تو یہ خوب ایمان ہے جو تم سے ایسے ناشائستہ اور بُرے افعال کا ارتکاب کراتا رہا، یعنی قتل انبیاء، شرک، گوسالہ پرستی اور تورات کا انکار، یہ تمام امور قبیحہ اور افعالِ شنیعہ تو حقیقی ایمان کے بالکل خلاف ہیں لہٰذا تمہارا اپنے انبیاء اور اپنی کتاب پر بھی ایمان نہیں۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! ہم کو ان قرآنی واقعات سے عبرت حاصل کرنے والا دل اور دماغ عطا فرما اور ہم کو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچا۔

اے اللہ! ہم نے بھی کلمہ اسلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر ایک قول و قرار کر لیا ہے ہمیں اس قول و قرار پر استقامت اور اُس کی پابندی نصیب فرما اور اس اقرار کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ إِن كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِندَ اللَّهِ خَالِصَةً مِّن دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ

قُلْ	إِن كَانَتْ	لَكُمُ	الدَّارُ الْآخِرَةُ	عِندَ	اللَّهِ	خَالِصَةً	مِّن دُونِ	النَّاسِ	فَتَمَنَّوُا	الْمَوْتَ
کہدیں	اگر ہے	تمہارے لئے	آخرت کا گھر	پاس	اللہ	خاص طور پر	سوائے	لوگ	تو تم آرزو کرو	موت

آپ کہہ دیجئے کہ اگر عالم آخرت محض تمہارے ہی لئے نافع ہے بلا شرکت غیرے تو تم موت کی تمنا کر کے دکھا دو

إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٩٤﴾ وَلَن يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٩٥﴾

إِن	كُنتُمْ	صَادِقِينَ	وَلَن يَتَمَنَّوْهُ	أَبَدًا	بِمَا قَدَّمَتْ	أَيْدِيهِمْ	وَاللَّهُ	عَلِيمٌ	بِالظَّالِمِينَ
اگر	تم ہو	سچے	اور وہ ہرگز اسکی آرزو نہ کرینگے	کبھی	بسبب جو آگے بھیجا	انکے ہاتھ	اور اللہ	جاننے والا	ظالموں کو

اگر تم سچے ہو اور وہ ہرگز کبھی اسکی تمنا نہ کریں گے بوجہ ان کے اعمال کے جو اپنے ہاتھوں میں سمیٹے ہیں اور حق تعالیٰ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں کی

وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَىٰ حَيَاةٍ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا ۚ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ

وَلَتَجِدَنَّهُمْ	أَحْرَصَ	النَّاسِ	عَلَىٰ حَيَاةٍ	وَمِنَ	الَّذِينَ أَشْرَكُوا	يَوَدُّ	أَحَدُهُمْ	لَوْ يُعَمَّرُ	أَلْفَ
اور البتہ تم پاؤ گے انہیں	زیادہ حریص	لوگ	زندگی پر	اور سے	جن لوگوں نے شرک کیا (مشرک)	چاہتا ہے	انکا ہر ایک	کاش وہ عمر پائے	ہزار

اور آپ انکو حیات کا حریص اور آدمیوں سے بڑھ کر پائیں گے اور مشرکین سے بھی بڑھ کر ان میں کا ایک ایک اس ہوس میں ہے کہ اسکی عمر ہزار

سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَن يُعَمَّرَ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾

سَنَةٍ	وَمَا هُوَ	بِمُزَحْزِحِهِ	مِنَ	الْعَذَابِ	أَن يُعَمَّرَ	وَاللَّهُ	بَصِيرٌ	بِمَا	يَعْمَلُونَ	
سال	اور وہ نہیں	اسے دور کرنے والا	سے	عذاب	کہ وہ عمر دیا جائے	اور اللہ	دیکھنے والا	جو	وہ کرتے ہیں	

برس کی ہو جائے اور یہ امر عذاب سے تو نہیں بچا سکتا کہ کسی کی بڑی عمر ہو جائے اور حق تعالیٰ کے سب پیش نظر ہیں انکے اعمال

یہود کے اس دعویٰ کی تردید کہ جنت ہمارے لئے ہی ہے

قُلْ إِن كَانَتْ...... الیٰ...... إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ

آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ ان یہود سے جو یہ دعوے کرتے ہیں کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی نہیں جائے گا اور آخرت کی نعمتیں ہمارے لئے مخصوص ہیں یہ کہہ دیجئے کہ تم موت کی تمنا کر کے دکھاؤ کیونکہ جس کو یہ یقین ہو کہ مرنے کے بعد وہ لازمی طور پر جنت میں جائیگا تو اُسے موت کی تمنا کرنے میں کوئی ڈر نہ ہونا چاہئے۔ اُسے چاہئے کہ موت کی تمنا کرے تا کہ یہاں کے مصائب سے نجات پا کر ہمیشہ کیلئے راحت و آرام کی زندگی حاصل کر سکے جس تک پہنچنے کا راستہ سوائے موت کے اور کوئی نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ دار آخرت

صرف تمہارے لئے ہے تو ایک بار زبان سے کہو اَللّٰھُمَّ اَمِتْنَا "اے اللہ ہم کو موت دے دے۔" اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ جو یہودی بھی دُعاء کرے گا اس کے حلق کا لعاب مہلک ہو جائے گا اور اس کے گلے کو بند کردے گا اور وہ فی الفور مر جائے گا چنانچہ یہودیوں نے اس کلمہ کے کہنے سے انکار کیا اور ڈر گئے۔

واضح رہے کہ یہ خطاب اور چیلنج اُن یہود کے لئے مخصوص تھا کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے اور خوب جانتے تھے کہ یہی وہ نبی برحق ہیں جن کی پیشین گوئی توراۃ میں ہے اور چونکہ ان کو یقین تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کے چیلنج کے بعد اگر ہم نے موت کی تمنا کی تو موت ضرور آئے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہو جائے گا اس لئے ڈر کے مارے موت کی تمنا نہ کی۔ جیسا کہ اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ

یعنی اگرچہ وہ موت کی تمنا نہ کریں اور موت سے کتنا ہی بھاگیں لیکن ایک نہ ایک دن موت ضرور آئے گی اور ان سب اعمال کفریہ پر ان کو سزا ملے گی یعنی جو کفر اور بدکاریاں مثلاً تحریف تورات، اخفائے حق، انکار قرآن، عداوت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وغیرہ افعال ذمیمہ ان سے سرزد ہوئے ہیں اور یہ اپنا باطل وکفر پر اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کا حق اور ایمان پر ہونا خوب جانتے تھے اور آخرت میں سزا اور پکڑ سے ڈرتے ہیں اس وجہ سے یہ ہرگز موت کی تمنا نہ کریں گے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَيٰوةٍ ...... اِلٰی ...... بِمَا يَعْمَلُوْنَ

یعنی ان یہودیوں کو تمام لوگوں سے زیادہ اس دنیوی زندگی کی آرزو و چاہت ہے یہاں تک کہ جو لوگ مشرک ہیں جیسے عرب کے بت پرست اور فارس کے مجوس آتش پرست اُن سے بھی زیادہ ان کو دُنیا میں جینے کی حرص ہے مشرک تو آخرت کے قائل ہی نہیں اس لئے ان کے لئے جو کچھ ہے وہ یہی دُنیا کی زندگی ہے اور ساری سعادت و فلاح اسی حیاتِ فانی سے وہ وابستہ سمجھتے ہیں اسی بناء پر ان کو دُنیوی زندگی کی حرص زیادہ ہوتی ہے لیکن ان یہودیوں کا عجیب حال ہے کہ باوجود اقرار آخرت کے اور باوجود دعویٰ ان کو مشرکین سے بھی زیادہ دُنیا کی زندگی کی آرزو و خواہش ہے اور ہزاروں برس جینے کی حرص ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں، اور یہ طویل عمر کے اس لئے آرزومند ہیں کہ جہاں تک ہو سکے دنیوی لذائذ سے بہرہ اندوز ہوتے رہیں اور جہاں تک ممکن ہو عذابِ آخرت سے بچے رہیں اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی کتنی ہی عمر ہو لیکن ان کی درازی عمر ان کو عذاب آخرت سے بچا نہیں سکتی۔ بالآخر ان کو مر کر عذابِ الٰہی میں گرفتار ہونا پڑے گا اور اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنی ہو گی کیونکہ اللہ اُنکے اعمال وافعال سے بخوبی واقف ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! آخرت میں اپنے مقبولین کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرمایئے، اور آخرت کی سزا اور گرفت سے اپنی رحمت سے محفوظ فرمایئے۔ یا اللہ! ایمان اور اسلام کی موت کے ساتھ ہمیں اس دار فانی سے دار آخرت کی طرف کوچ کرنا نصیب فرما، اور جب تک کی زندگی اِس دُنیا میں ہمارے لئے مقدر فرمائی ہے ہمیں ایمان کے ساتھ عمل صالح کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! ہمیں اس دُنیوی زندگی کی قدر کرنا نصیب فرما اور ایک ایک لمحہ اپنی مرضیات میں گذارنا نصیب فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

۞۞ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞۞

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

قُلْ	مَنْ	كَانَ	عَدُوًّا	لِّجِبْرِيْلَ	فَاِنَّهٗ	نَزَّلَهٗ	عَلٰى قَلْبِكَ	بِاِذْنِ	اللّٰهِ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	بَيْنَ يَدَيْهِ
کہدیں	جو	ہو	دشمن	جبرئیل کا	تو بیشک اسنے	یہ نازل کیا	تیرے دل پر	حکم سے	اللہ	تصدیق کرنیوالا	اسکی جو	اس سے پہلے

آپ یہ کہئے کہ جو شخص جبریل سے عداوت رکھے (وہ جانے) سو انہوں نے یہ قرآن آپ کے قلب تک پہنچا دیا ہے خداوندی حکم سے اسکی یعنی قرآن کی یہ حالت ہے کہ تصدیق کر رہا ہے

وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ

وَهُدًى	وَبُشْرٰى	لِلْمُؤْمِنِيْنَ	مَنْ	كَانَ	عَدُوًّا	لِّلّٰهِ	وَمَلٰٓئِكَتِهٖ	وَرُسُلِهٖ	وَجِبْرِيْلَ
اور ہدایت	اور خوشخبری	ایمان والوں کیلئے	جو	ہو	دشمن	اللہ کا	اور اسکے فرشتے	اور اسکے رسول	اور جبرئیل

اپنے سے قبل والی کتابوں کی اور رہنمائی کر رہا ہے اور خوشخبری سنا رہا ہے ایمان والوں کو جو شخص خدا تعالیٰ کا دشمن ہو اور فرشتوں کا اور پیغمبروں کا اور جبریل کا

وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ

وَمِيْكٰلَ	فَاِنَّ اللّٰهَ	عَدُوٌّ	لِّلْكٰفِرِيْنَ	وَلَقَدْ	اَنْزَلْنَآ	اِلَيْكَ	اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ	وَمَا يَكْفُرُ	بِهَآ
اور میکائیل	تو بیشک اللہ	دشمن	کافروں کا	اور البتہ	ہم نے اتاری	آپکی طرف	نشانیاں واضح	اور نہیں انکار کرتے	اس کا

اور میکائیل کا تو اللہ تعالیٰ دشمن ہے ایسے کافروں کا اور ہم نے تو آپکے پاس بہت سے دلائل واضحہ نازل کئے ہیں اور کوئی انکا انکار نہیں کرتا

اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

اِلَّا	الْفٰسِقُوْنَ	اَوَ	كُلَّمَا	عٰهَدُوْا	عَهْدًا	نَّبَذَهٗ	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ	بَلْ	اَكْثَرُهُمْ	لَا يُؤْمِنُوْنَ
مگر	نافرمان	کیا	جب بھی	انہوں نے عہد کیا	کوئی عہد	توڑ دیا اسکو	ایک فریق	ان سے	بلکہ	اکثر انکے	ایمان نہیں رکھتے

مگر صرف وہی لوگ جو عدول حکمی کے عادی ہیں اور جب کبھی بھی ان لوگوں نے کوئی عہد کیا ہوگا اسکو ان میں سے کسی نہ کسی فریق نے نظر انداز کر دیا ہوگا بلکہ اُن میں زیادہ تو ایسے ہی نکلیں گے

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ

وَلَمَّا	جَآءَهُمْ	رَسُوْلٌ	مِّنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	مُصَدِّقٌ	لِّمَا	مَعَهُمْ	نَبَذَ	فَرِيْقٌ	مِّنَ	الَّذِيْنَ
اور جب	آیا اُن	ایک رسول	سے	طرف	اللہ	تصدیق کرنیوالا	اسکی جو	اُنکے پاس	پھینک دیا	ایک فریق	سے	جنہیں

جو یقین نہیں رکھتے اور جب اُنکے پاس ایک پیغمبر آئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تصدیق بھی کر رہے ہیں اس کتاب کی جو ان لوگوں کے پاس ہے ان اہل کتاب میں کے

اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	كِتٰبَ اللّٰهِ	وَرَآءَ	ظُهُوْرِهِمْ	كَاَنَّهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ	
	کتاب دی گئی (اہل کتاب)	اللہ کی کتاب	پیچھے	اپنی پیٹھ	گویا کہ وہ	جانتے نہیں	

ایک فریق نے خود اس کتاب اللہ ہی کو پس پشت ڈال دیا جیسے انکو گویا اصلاً علم ہی نہیں

یہود کی جبریل علیہ السلام سے دشمنی

ان آیات کے شانِ نزول کے سلسلہ میں مشہور روایت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور یہود کو ہدایت کرنی شروع فرمائی تو یہودیوں نے اپنے چند علماء آپ کے پاس بھیجے ان علمائے یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم آپ سے چند وہ باتیں پوچھتے ہیں کہ جن کو سوائے انبیاء کے اور کوئی نہیں جانتا اگر آپ نے صحیح جواب دے دیا تو آپ قطعی وہ نبی ہیں جن کی موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے چنانچہ انہوں نے چار سوال کئے۔

۱- سب سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر کس چیز کو حرام کیا تھا؟

۲- نبی اُمی جن کا ذکر تورات میں ہے ان کی کیا علامت ہے؟

۳- پیٹ کے اندر بچہ لڑکا یا لڑکی کس طرح ہو جاتا ہے؟

۴- آپ کے پاس وحی یا خبر کون لاتا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم کو معلوم ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ایک شدید مرض لاحق ہوا تھا اور جب مرض طویل ہو گیا تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے صحت عطا فرمائیں تو میں اپنا بہترین کھانا پینا ترک کر دوں گا یعنی اونٹ کا گوشت اور دودھ، خدائے تعالیٰ نے انہیں صحت عطا فرمائی اور انہوں نے اپنی نذر پوری کی اور اونٹ کا گوشت کھانا چھوڑ دیا وہ نبی اُمی جس کا تورات میں ذکر ہے اسکے صفات میں سے یہ بات ہوگی کہ اس کی آنکھیں سوئیں گی لیکن دل بیدار رہے گا تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ تم لوگ جانتے ہو کہ مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی رقیق اور زرد ان دونوں پانیوں میں جو پانی اللہ کے حکم سے غالب آ جاتا ہے بچہ ایسا ہی ہو جاتا ہے چوتھے سوال کا جواب آپ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس وحی لاتے ہیں اور ہر نبی کے پاس جبرئیل ہی وحی لے کر جاتے تھے یہود بولے کہ آپ نے سب کچھ صحیح بتایا لیکن جبرئیل ہمارا جانی دشمن ہے وہی عذاب لے کر آتے ہیں اور ہمارے باپ دادا کو انہی نے ہلاک کیا ہے۔ اگر میکائیل آپ کے پاس وحی لاتے تو بیشک ہم آپ پر ایمان لے آتے کیونکہ میکائیل خوب ہیں کہ بارش رحمت ان کے متعلق ہے تو اس بہانہ سے یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے انکار کر دیا چنانچہ اس قصہ کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ ...... الٰى ...... وَبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ

نزولِ قرآن کا طریقہ

مفسرین نے لکھا ہے کہ کسی کلام کے نازل ہونے کے دو طریقہ ہیں، ایک یہ کہ وہ کلام اول کان پر پہنچے اور پھر کان سے دل تک پہنچے، یہ طریقہ تو عام اور متعارف ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اول لفظ و معنیٰ سب سے پہلے دِل میں اُتریں اور پھر دل سے کان اور زبان تک پہنچیں یہ طریقہ اہل اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ قرآن کریم کا نزول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طریق پر ہوتا تھا اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے یاد کرنے میں بار بار پڑھنے کی حاجت نہ ہوتی تھی اور قرآن آپ کے قلب میں ایسا محفوظ ہو جاتا کہ پھر آپ اس کو بھولتے نہیں اور ایک ہی مرتبہ نازل ہو کر آپ کو یاد ہو جاتا تھا اس لئے فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ فرمایا تو مطلب یہ ہے کہ قرآن لانے والے کی خصوصیت کیوں دیکھی جاتی ہے۔ البتہ خود قرآن کو دیکھو کہ کیسا ہے سو اس کی خود یہ حالت ہے کہ تصدیق کر

رہا ہے اپنے سے قبل والی آسمانی کتابوں کی اور رہنمائی کر رہا ہے اور خوشخبری سنا رہا ہے ایمان والوں کو پس قرآن ہر حال میں کتاب سماوی قابلِ اتباع ٹھہرا پھر جبریل علیہ السلام کی عداوت سے اس کو نہ ماننا پوری حماقت ہے۔

اب رہا خود مسئلہ عداوت جبریل کا سو اس کا فیصلہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک خود اللہ تعالیٰ سے عداوت رکھنا یا اس کے دوسرے ملائکہ سے یا اُس کے رسولوں سے یا خود میکائیل سے جن کی دوستی کا یہ یہود دم بھرتے ہیں ان سب سے عداوت رکھنا اور جبرئیل علیہ السلام سے عداوت رکھنا یہ سب ہم پلہ شمار کئے جاتے ہیں اور ان سب عداوتوں کا قانون ارشاد ہوتا ہے۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ یعنی صرف یہود ہی اللہ کی دشمنی کے مصداق نہیں اور نہ صرف حضرت جبرئیل کی عداوت ہی موجب کفر و بال ہے بلکہ جو شخص بھی خدا کا دشمن ہو اللہ کی ذات و صفات کا منکر ہو وہ کافر ہے اور اس کفر کا نتیجہ اس کو بھگتنا پڑے گا، کیونکہ اللہ کافروں کا دشمن ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ ...... الیٰ ...... بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے واضح دلائل اور کھلی نشانیاں دی ہیں کہ ان کا انکار صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے ضد و عناد کی وجہ سے فسق و فجور کو اپنا شیوہ بنا رکھا ہے اور یہ یہود تو ضد و عناد اور تمرد و سرکشی میں اس حد تک بڑھ چکے ہیں کہ ایسے واضح دلائل کا بے کھٹکے انکار کر دیتے ہیں اور ان کا تو یہ حال ہے کہ انہوں نے جب کبھی کوئی عہد دین کے معاملہ میں کیا اُسے پورا نہ کیا بلکہ ان میں ہمیشہ ایک جماعت عہد شکنی پر کمر بستہ رہی۔ گویا عہد شکنی غداری اور نافرمانی اُن کی قومی خصوصیت ہے تو جن کی خبثِ باطن کا یہ حال ہو کہ وہ اپنی کتاب اور اپنے رسول کو بھی مخلصانہ نہ مانیں تو بھلا دوسرے قوم کے نبی اور اس کی کتاب کو کیوں ماننے لگے اور یہاں جو آیت میں نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ فرمایا یعنی ان میں سے کسی نہ کسی فریق نے اس عہد کو نظر انداز کر دیا ہوگا تو ایک جماعت اور فریق کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ ان یہود میں بعض نے تورات کے عہد کو پورا کیا حتیٰ کہ اخیر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی بعض مخلصانہ اور صادقانہ ایمان لے آئے مگر چونکہ یہود قوم کی اکثریت بد عہد اور نافرمان تھی اس لئے پوری قوم ہی بد عہد اور نافرمان بتائی گئی۔ اگلی آیت میں بھی اسی وجہ سے ایک فریق کی تخصیص ہے۔

یہود نے خود تورات کو پس پشت ڈال دیا:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ ...... الیٰ ...... كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کا مطلب یہ ہے کہ یہود خود اپنی کتاب یعنی تورات کو بھی پس پشت ڈال رہے ہیں کیونکہ توراۃ میں آپ کی نبوت کی خبر موجود تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق بھی کر رہے ہیں تو اس حالت میں آپ پر ایمان لانا تو عین تورات پر بھی عمل تھا جس کو یہود بھی کتاب اللہ جانتے ہیں مگر باوجود اس کے بھی ان اہل کتاب کے ایک فریق نے خود اپنی کتاب اللہ یعنی تورات کو اس طرح پس پشت ڈال دیا یعنی ان تمام خبروں سے جو تورات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق تھیں ایسے انجان بن گئے جیسے کہ ان کو اس کا کوئی علم ہی نہیں۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو سچائی اور وفاداری کے ساتھ اسلام سے وابستہ رکھیں۔ ہم نے جو عہد کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر کیا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو سچائی کے ساتھ اس عہد پر قائم رکھیں اور تا زیست اس عہد کا حق پورا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ

وَاتَّبَعُوْا	مَا	تَتْلُوا	الشَّيٰطِيْنُ	عَلٰى	مُلْكِ	سُلَيْمٰنَ	وَمَا كَفَرَ	سُلَيْمٰنُ	وَلٰكِنَّ	الشَّيٰطِيْنَ
اور انہوں نے پیروی کی	جو	پڑھتے تھے	شیطان	میں	بادشاہت	سلیمانؑ	اور کفر نہ کیا	سلیمانؑ	لیکن	شیطان (جمع)

اور انہوں نے ایسی چیز کا اتباع کیا جسکا چرچا کیا کرتے تھے شیاطین سلیمان علیہ السلام کی سلطنت میں اور حضرت سلیمانؑ نے کفر نہیں کیا مگر شیاطین کفر کیا کرتے تھے

كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ

كَفَرُوْا	يُعَلِّمُوْنَ	النَّاسَ	السِّحْرَ	وَمَا أُنْزِلَ	عَلَى	الْمَلَكَيْنِ	بِبَابِلَ	هَارُوْتَ	وَمَارُوْتَ
کفر کیا	وہ سکھاتے	لوگ	جادو	اور جو نازل کیا گیا	پر	دو فرشتے	بابل میں	ہاروت	اور ماروت

اور حالت یہ تھی کہ آدمیوں کو بھی سحر کی تعلیم کیا کرتے تھے اور اس سحر کا بھی یہ لوگ اتباع کرتے ہیں کہ اُن دونوں فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا بابل میں جنکا نام ہاروت و ماروت تھا

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ أَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۖ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ

وَمَا يُعَلِّمٰنِ	مِنْ أَحَدٍ	حَتّٰى	يَقُوْلَا	إِنَّمَا	نَحْنُ	فِتْنَةٌ	فَلَا تَكْفُرْ	فَيَتَعَلَّمُوْنَ	مِنْهُمَا	مَا يُفَرِّقُوْنَ	
اور وہ نہ سکھاتے	کسی کو	یہاں تک	وہ کہہ دیتے	صرف	ہم	آزمائش	پس تو کفر نہ کر	سو وہ سیکھتے	ان دونوں سے	جس سے جدائی ڈالتے	

اور وہ دونوں کسی کو نہ بتلاتے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہمارا وجود بھی ایک امتحان ہے سو تو کہیں کافر مت بن جانا سو لوگ ان دونوں سے اس قسم کا سحر سیکھ لیتے تھے

بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ

بِهٖ	بَيْنَ	الْمَرْءِ	وَزَوْجِهٖ	وَمَا هُمْ	بِضَآرِّيْنَ	بِهٖ	مِنْ أَحَدٍ	إِلَّا	بِإِذْنِ	اللّٰهِ	وَيَتَعَلَّمُوْنَ
اس سے	درمیان	خاوند	اور اسکی بیوی	اور وہ نہیں	نقصان پہنچانے والے	اس سے	کسی کو	مگر	حکم سے	اللہ	اور وہ سیکھتے ہیں

جسکے ذریعہ سے کسی مرد اور اسکی بیوی میں تفریق پیدا کر دیتے تھے اور یہ لوگ اسکے ذریعہ سے کسی کو بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے مگر خدا ہی کے حکم سے اور ایسی چیزیں سیکھ لیتے ہیں

مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۣ قف

مَا يَضُرُّهُمْ	وَلَا	يَنْفَعُهُمْ	وَلَقَدْ	عَلِمُوْا	لَمَنِ	اشْتَرٰىهُ	مَا لَهٗ	فِي الْاٰخِرَةِ	مِنْ خَلَاقٍ
جو انہیں نقصان پہنچائے	اور نہ	انہیں نفع دے	اور البتہ	وہ جان چکے	جس نے	یہ خریدا	نہیں اس کیلئے	آخرت میں	کوئی حصہ

جو ان کو ضرر رساں ہیں اور انکو نافع نہیں ہیں اور ضرور یہ بھی اتنا جانتے ہیں کہ جو شخص اسکو اختیار کرے ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ أَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ

وَ	لَبِئْسَ	مَا شَرَوْا	بِهٖ	أَنْفُسَهُمْ	لَوْ	كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ	وَلَوْ	أَنَّهُمْ	اٰمَنُوْا	وَاتَّقَوْا	لَمَثُوْبَةٌ
اور	البتہ بُرا	جو انہوں نے بیچ دیا	اس سے	اپنے آپ کو	کاش	وہ جانتے ہوتے	اور اگر	وہ	وہ ایمان لاتے	اور پرہیزگار بن جاتے	تو ٹھکانہ پاتے

اور بیشک بُری ہے وہ چیز جس میں وہ لوگ اپنی جان دے رہے ہیں کاش انکو عقل ہوتی اور اگر وہ لوگ ایمان اور تقویٰ اختیار کرتے تو خدا تعالیٰ کے

کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ	لَوْ	خَیْرٌ	اللّٰهِ	عِنْدِ	مِنْ	مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَیْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾
وہ جانتے ہوتے	کاش	بہتر	اللہ	پاس	سے	یہاں کا معاوضہ بہتر تھا کاش انکو عقل ہوتی۔

یہود کتاب اللہ کو چھوڑ کر جادو کے پیچھے لگ گئے

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوْا...... اِلٰی...... یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں شیاطین اور جنات حسبِ معمول آسمان تک چڑھ جاتے اور فرشتوں میں باہم احکامِ الٰہی کا تذکرہ جو ہوتا اس کو غور سے سنتے اور جب ان کو معلوم ہو جاتا کہ فلاں تاریخ کو فلاں وقت میں یہ حادثہ یا واقعہ دُنیا میں پیش آئے گا تو نیچے واپس آ کر کاہنوں کو ان تمام واقعات کی اطلاع کر دیتے یہ کاہن اس میں کچھ اور جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر لوگوں سے بیان کرتے اور لوگ ان باتوں کو اپنی کتابوں میں لکھ لیتے رفتہ رفتہ بنی اسرائیل میں یہ اس بات نے اعتقادی شکل اختیار کر لی کہ جنات وشیاطین غیب داں ہوتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس قسم کی سب کتابوں کو جمع کرا کے ایک صندوق میں رکھ کے اپنے تخت کے نیچے دفن کرا دیا اور لوگوں میں اس قسم کی کفر آمیز باتیں کہنے کی ممانعت کرا دی حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جنات وشیاطین نے جاہلوں کو ورغلایا اور دفن شدہ کتابیں نکلوا کر کہا کہ انہی کتابوں کی بدولت سلیمان جن وانس پر حکومت کرتے تھے اور درحقیقت نبی نہ تھے بلکہ جادوگر تھے اور جادو سے ہی انہوں نے سب کو مسخر کر رکھا تھا۔ بنی اسرائیل نے اُن کتابوں کا مطالعہ کر کے کفریات کی پیروی کی اور برابر حضرت سلیمان علیہ السلام کو جادوگر جانتے رہے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا نبی ہونا بیان فرمایا تو یہود مدینہ کہنے لگے کہ آپ سلیمان علیہ السلام کو بھی انبیاء کی فہرست میں شمار کرتے ہیں، حالانکہ وہ جادوگر تھے نبی نہ تھے، یہود کے اس خیال کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل نے اس سحر وکفر کی پیروی کی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہدِ حکومت میں شیاطین جن وانس پڑھا کرتے تھے معارف نبوت اور احکامِ الٰہیہ سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا صرف شیاطین کا شائع کردہ باطل خیال تھا کہ سلیمان علیہ السلام جادوگر تھے جادو کے زور سے انہوں نے سب کو مسخر کر رکھا تھا حالانکہ سلیمان علیہ السلام نے نہ کفر کیا نہ سحر کے زور سے کسی کو مسخر کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا تھا کہ لوگوں کو سحر اور جادو کی تعلیم دیتے تھے اور لوگ ان کی پیروی کرتے تھے اور اسی طرح وہی سحر متوارث چلا آ رہا ہے جس کا چرچا یہود مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھا حتی کہ ان یہود نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کر دیا تھا جس کے اثر سے آپ کو مرض کی سی حالت عارض ہوگئی تھی آپ نے حق تعالیٰ سے دُعاء کی اس پر آپ کو وحی سے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ورد کرنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ آپ کو بالکل شفا ہوگئی۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہود ایک دوسری قسم کے سحر کا بھی اتباع کرتے ہیں جو کہ ان دو فرشتوں کو ایک خاص حکمت کی بنا پر دیا گیا تھا جو شہر بابل میں رہتے تھے اور جن کا نام ہاروت و ماروت تھا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَی...... اِلٰی...... اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ

"اور یہ یہود اس سحر کا بھی اتباع کرتے ہیں جو کہ ان دونوں فرشتوں پر ایک خاص حکمت کے واسطے نازل کیا گیا جو شہر بابل

میں رہتے تھے جن کا نام ہاروت و ماروت تھا۔"

ایک زمانہ میں دُنیا میں بالخصوص بابل میں جادو کا بہت چرچا ہو گیا تھا اور اس کے عجیب وغریب اثرات کو دیکھ کر عوام کو اس کی حقیقت اور معجزات انبیاء علیہم السلام کی حقیقت میں خلط اور اشتباہ ہونے لگا اور بعضے ساحروں کو مقدس سمجھنے لگے اور بعضے اس کو نیک عمل سمجھ کر سیکھ سیکھ کر اس پر عمل کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس غلطی کو دفع کرنے کے لئے بابل میں دو فرشتے انسانی جامہ میں ہاروت و ماروت نام کے اس کام کے لئے بھیجے کہ وہ لوگوں کو سحر کی حقیقت اور اس کے اصول وفروع سے مطلع کر دیں تا کہ نبی کے معجزے اور جادو گر کے جادو میں اشتباہ رفع ہو جاوے اور سحر پر عمل کرنے سے اور ساحروں کی اتباع کرنے سے لوگ بچیں۔ انہوں نے بابل میں آ کر اپنا کام شروع کیا اور سحر کے اصول فروع ظاہر کر کے اس عمل بد سے بچنے اور ساحرین سے نفرت اور دُوری رکھنے کی تنبیہ و تاکید کی اور بنظر اصلاح اور احتیاط یہ طریقہ اختیار کیا کہ وہ لوگوں کو سحر کے اصول و فروع بتانے سے قبل یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ دیکھو ہمارے یہ بتانے کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی آزمائش بھی مقصود ہے کہ دیکھیں ان چیزوں پر مطلع ہو کر کون شخص اپنے دین کی حفاظت و اصلاح کرتا ہے کہ شر سے آگاہ ہو کر اس سے بچے اور کون اپنا دین خراب کرتا ہے ایسا نہ ہو کہ ہم سے تو یہ کہہ کر سیکھ لو کہ میں بچنے کے لئے پوچھ رہا ہوں اور پھر اس کی خرابی میں خود ہی مبتلا ہو جاؤ اور ایمان برباد کر لو ان یہود نے اس سحر کا بھی اتباع کیا۔

لیکن ان فرشتوں کی تنبیہ کے باوجود لوگ اس جادو کو ناجائز طور پر استعمال کرنے لگے اور زیادہ تر خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی ڈالنے کے لئے اسے استعمال کرتے۔

ساحرین کی اس حرکت کو ظاہر فرمانے کے بعد اس حقیقت کو بھی بتلا دیا گیا کہ اس سحر اور جادو کے عمل سے جو بھی آثار ظاہر ہوتے ہیں وہ اللہ کے حکم اور اس کی قضا سے ہوتے ہیں اس سحر و جادو سے کسی کو کوئی ضرر و نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔

اخیر میں یہود کو ایمان و تقویٰ کی تعلیم فرماتے ہوئے مقصود کو ظاہر فرمایا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ ...... الی ...... لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

خلاصہ یہ کہ یہود جنہوں نے کتاب اللہ کا اتباع چھوڑ کر سحر کا اتباع اختیار کر رکھا تھا ان کو بتایا گیا کہ یہ سحر کا اتباع جس کے عوض انہوں نے اپنی آخرت کو بیچ ڈالا بہت ہی بُری چیز ہے اگر یہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے اور اللہ کے ڈر وخوف کی زندگی گزارتے تو انہیں اللہ کی طرف سے اجر و ثواب ملتا جو یقیناً اس کفر و سحر سے بہتر ہے کاش کہ ان یہود کو عقل ہوتی کہ وہ اس حقیقت کو سمجھتے۔

جادو کی حقیقت اور حکم

اصطلاح قرآن وسنت میں سحر ہر ایسے امر عجیب کو کہا جاتا ہے جس میں شیاطین کو خوش کر کے ان کی مدد حاصل کی گئی ہو مثلاً ایسے منتر جن میں کفر وشرک کے کلمات ہوں یا کواکب و نجوم کی عبادت ہو کسی کو ناحق قتل کر کے اس کا خون استعمال کرنا یا جنابت و نجاست کی حالت میں رہنا اور طہارت و پاکیزگی سے اجتناب کرنا اس لئے اس کا سیکھنا سکھانا بھی حرام ہوا اس پر عمل کرنا بھی حرام ہے، البتہ اگر مسلمانوں سے دفع ضرر کے لئے بقدر ضرورت سیکھا جائے تو بعض فقہاء نے اجازت دی ہے۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اپنی کتاب قرآن کریم کا پورا پورا اتباع نصیب فرمائیں اور ہر طرح کی گمراہی اور کفر وشرک کی باتوں سے کامل طور پر بچنا اور علیحدہ رہنا نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے باطل اور شیطانی خیالات سے ہماری حفاظت فرمائیں اور ہم کو ایمان و تقویٰ کی دولت عطا فرما کر اپنی رضا والی زندگی گزارنا نصیب فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا تَقُوْلُوْا	رَاعِنَا	وَقُوْلُوا	انْظُرْنَا	وَاسْمَعُوْا	وَلِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	نہ کہو	راعنا	اور کہو	انظرنا	اور سنو	اور کافروں کیلئے	عذاب	دردناک

اے ایمان والو! تم ''راعنا'' مت کہا کرو اور ''انظرنا'' کہہ دیا کرو اور سن لیجیو اور کافروں کو سزا دردناک ہوگی

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ

مَا يَوَدُّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	وَلَا	الْمُشْرِكِيْنَ	اَنْ	يُّنَزَّلَ	عَلَيْكُمْ	مِنْ	خَيْرٍ	مِّنْ
نہیں چاہتے	جن لوگوں نے	کفر کیا	سے	اہلِ کتاب	اور نہ	مشرک (جمع)	کہ	نازل کی جائے	تم پر	سے	بھلائی	سے

ذرا بھی پسند نہیں کرتے کافر لوگ ان اہلِ کتاب میں سے اور مشرکین میں سے اس امر کو کہ تم کو تمہارے پروردگار کی طرف سے کسی طرح کی بہتری نصیب ہو

رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾

رَّبِّكُمْ	وَاللّٰهُ	يَخْتَصُّ	بِرَحْمَتِهٖ	مَنْ يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	ذُو الْفَضْلِ	الْعَظِيْمِ
تمہارا رب	اور اللہ	خاص کر لیتا ہے	اپنی رحمت سے	جسے چاہتا ہے	اور اللہ	فضل والا	بڑا

اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کیساتھ جسکو منظور ہوتا ہے مخصوص فرما لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں

یہودِ مدینہ کی ایک شرارت کے متعلق مسلمانوں کو تنبیہ

یہودِ مدینہ نے ایک شرارت ایجاد کی تھی کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آ کر لفظ رَاعِنَا سے آپ کو خطاب کرتے۔ لفظ رَاعِنَا کے معنے یہود کی عبرانی زبان میں بیوقوف اور شیخی باز کے تھے مگر عربی زبان میں رَاعِنَا کا مطلب ہے کہ ہماری طرف متوجہ ہو یا ہماری رعایت کیجئے یا ہمارے حال پر توجہ فرمائیے۔ اس لئے عربی داں اس شرارت کو نہ سمجھ سکتے تھے اور شرارتاً یہود کبھی زبان دبا کر رَاعِيْنَا کہتے جس کے معنی ہوئے ہمارا چرواہا۔ مسلمانوں کو اس فاسد معنی اور یہود کی اس گندی ذہنیت کا علم نہ تھا کہ جس نیت اور جس معنی میں وہ اس لفظ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے تھے بلکہ مسلمان یہ سمجھ کر کہ علمائے اہلِ کتاب حضرات انبیاء کے آداب سے بخوبی واقف ہیں جب ان کے علماء یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں تو مسلمانوں نے سمجھا یہ لفظ تعظیم کا ہے اس لئے مسلمانوں نے بھی اس لفظ کا استعمال شروع کر دیا اس سے ان شریر یہود کو اور گنجائش ملی آپس میں بیٹھ کر ہنستے کہ اب تک تو ہم ان کو خفیہ ہی برا کہتے تھے اب علانیہ کہنے کی تدبیر ایسی ہاتھ آ گئی کہ مسلمان بھی اس میں شریک ہو گئے حق تعالیٰ نے اس گنجائش کے قطع کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور اہلِ ایمان کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا ...... الیٰ ...... عَذَابٌ اَلِيْمٌ

یہاں ایمان والوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے لفظ رَاعِنَا کہنے سے منع فرما دیا اور اس کی جگہ اگر ضرورت ہو تو لفظ

اُنْظُرْنَا کہنے کی ہدایت فرمائی مقصد اس ممانعت سے یہی ہے کہ اگرچہ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اس لفظ رَاعِنَا کو اچھے معنی میں بولتے ہیں لیکن یہود کو اس لفظ کے دوسرے معنی میں استعمال کرنے کا موقع مل جاتا ہے لہٰذا حکم ہوا کہ مسلمان اس لفظ کا استعمال ہی چھوڑ دیں اور اس کے ہم مطلب اور مرادف دوسرا لفظ اُنْظُرْنَا استعمال کریں تا کہ کافروں کو بدتہذیبی کا حیلہ ہی نہ ملے۔

یہاں آیت میں اہلِ ایمان کو لفظ رَاعِنَا کے استعمال کی ممانعت فرما کر وَاسْمَعُوْا کا حکم فرمایا، جس کے لفظی معنی ہیں اور سن لو۔ اس سے مراد بعض مفسرین نے یہ لیا ہے کہ یہ حکم جو اس آیت میں دیا جا رہا ہے اس کو اچھی طرح سن لو اور یاد رکھو اور بعض مفسرین نے وَاسْمَعُوْا سے یہ مراد لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشاد فرمائیں اس کو نہایت غور و توجہ سے سنو کہ تم کو طلبِ سوال اور طلبِ رعایت کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ آگے فرمایا: وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے یعنی یہ یہود جو دلوں میں کینہ اور دشمنی رکھتے ہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرتے ہیں یہ اپنی اس حرکت کی وجہ سے کافر ہیں اور ان کی سزا کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

امتِ محمدیہ کی خصوصیت

قرآنِ کریم میں یہ پہلا موقع ہے کہ جہاں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے الفاظ سے براہِ راست مسلمانوں کو خطاب فرمایا گیا ہے

قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے الفاظ سے ۸۸ جگہ خطاب فرمایا ہے چنانچہ اس آیت میں یہ پہلا موقع ہے سابقہ آسمانی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کا خطاب صرف انبیاءِ کرام سے ہوتا تھا کہ اپنی امت کو یہ احکام پہنچا دیں اللہ تعالیٰ نے اس امتِ مسلمہ کو یہ شرف عطا فرمایا کہ بلا واسطہ براہِ راست اس امت کو مخاطب فرمایا۔

یہود کا مسلمانوں سے حسد

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ...... الی ...... مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

یعنی مشرکین بت پرست یا دہریئے ہوں یا اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ ہوں ان میں کوئی نہیں چاہتا اور پسند نہیں کرتا کہ پروردگار کی طرف سے مسلمانوں پر کسی طرح کی خیر و بھلائی برکت و نعمت نازل ہو، مشرکین عرب تو جہالت سے حسد کرتے اور جلن سے کہتے کہ بنی ہاشم میں ایک پیغمبر ہو اور تمام عرب کے ہاتھ اسکی طرف پھیلے ہوں ہم اس کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے اہل کتاب یہود اگرچہ بعثتِ رسول کے منتظر تھے لیکن ان کا خیال تھا کہ بنی اسرائیل میں سے ہوگا کیونکہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں برابر نبوت چلی آئی ہے۔ جب اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ان کو حسد ہوا کہ غیر قوم میں سے نبی کیوں ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے کیونکہ وہ بڑے فضل والا ہے یعنی خاندانی وجاہت اور نسلی امتیاز کو فضلِ الٰہی میں کیا دخل ہے اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اور حکیم ہے اس کی حکمت و مشیت میں کسی کو دخل نہیں جس کو چاہتا ہے اپنی رسالت سے سرفراز فرماتا ہے۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ کا یہ بڑا فضل و احسان ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا اور ہم کو اس پر ایمان رکھنے کی دولت عطا فرمائی کفار مشرکین جو مسلمانوں کے کبھی خیر خواہ نہیں ہو سکتے حق تعالیٰ ہمیں ان کی مشابہت اور متابعت سے بچائیں اور ہمیں جو احکام قرآن و حدیث کے پہنچیں ان پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى

مَا نَنْسَخْ	مِنْ اٰيَةٍ	اَوْ نُنْسِهَا	نَاْتِ	بِخَيْرٍ	مِنْهَا	اَوْ مِثْلِهَا	اَلَمْ	تَعْلَمْ	اَنَّ اللّٰهَ	عَلٰى
جو ہم منسوخ کرتے ہیں	کوئی آیت	یا اسے بھلا دیتے ہیں	لے آتے ہیں	بہتر	اس سے	یا اس جیسا	کیا نہیں	تو جانتا	کہ اللہ	پر

ہم کسی آیت کا حکم جو موقوف کردیتے ہیں یا اس آیت کو فراموش کردیتے ہیں تو ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کی مثل لے آتے ہیں کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ	اَلَمْ تَعْلَمْ	اَنَّ	اللّٰهَ	لَهٗ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَمَا	لَكُمْ	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ
ہر شے	قادر	کیا تو نہیں جانتا	کہ	اللہ	اس کیلئے	بادشاہت	آسمانوں	اور زمین	اور نہیں	تمہارے لئے	سے	اللہ کے سوا

ہر شے پر قدرت رکھتے ہیں کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ایسے ہیں کہ خاص انہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور تمہارا حق تعالیٰ کے سوا

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

مِنْ	وَلِيٍّ	وَلَا نَصِيْرٍ
کوئی	حامی	اور نہ مددگار

کوئی یار و مددگار بھی نہیں۔

یہود کا قرآن کریم پر اعتراض

یہود مسلمانوں سے کہتے کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے اور تمہاری شریعت الہامی ہے تو احکام تورات وغیرہ کو اس نے کیوں منسوخ کیا اور پھر خود ہی اپنی شریعت کے بعض احکام کو ایک وقت نافذ کیا اور پھر دوسرے وقت موقوف کیا جیسے پہلے تمہارا قبلہ بیت المقدس کی طرف تھا پھر مسجد الحرام کی طرف ہو گیا۔

یہود کے اعتراض کا جواب

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے اعتراض کے جواب میں بتلایا کہ ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یعنی اس کے حکم یا حکم و تلاوت دونوں کو منسوخ و موقوف کرتے ہیں یا بالکل لوگوں کے ذہنوں سے اس کے الفاظ ہی فراموش کر دیتے ہیں تو اس میں اللہ تعالیٰ کی خاص مصلحت و حکمت ہوتی ہے۔

اس آیت میں کسی آیت قرآنی کے منسوخ ہونے کی جتنی صورتیں ہوسکتی ہیں سب کو جمع کر دیا ہے نسخ کے معنی لغت میں مٹانا، بدلنا، بے کار کرنا، زائل کرنا اور لکھنے کے آتے ہیں لیکن اصطلاح کتاب و سنت میں نسخ ایک حکم کی بجائے کوئی دوسرا حکم جاری کرنے کو کہا جاتا ہے خواہ وہ دوسرا حکم یہی ہو کہ سابق حکم بالکل ختم کر دیا جائے یا یہ ہو کہ اسکی جگہ دوسرا عمل بتلایا جائے اس پر امت کے جمہور مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہاں اس آیت میں نسخ سے مراد کسی حکم کا زائل کرنا یعنی منسوخ و موقوف کرنا ہے۔ جس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم یہ کہ حکم منسوخ کی جگہ دوسرا حکم نازل کیا جائے جیسے ایک سال کی عدت کا حکم منسوخ کر کے چار ماہ اور دس دن کا حکم نازل کر دیا دوسری قسم یہ ہے کہ پہلا حکم اٹھا لیا جائے اور کوئی جدید حکم اس کی جگہ نہ اُتارا جائے جیسے ابتداء میں مہاجر عورتوں کے امتحان کا حکم تھا بعد میں اُٹھا لیا گیا تو اس طرح نسخ احکام صرف اوامر و نواہی میں جاری ہوتا ہے اخبار یعنی جو باتیں

خبر سے متعلق ہیں ان میں نسخ جاری نہیں ہوتا اور اوامر ونواہی میں باقتضائے مصلحت تغییر وتبدیل تمام عقلائے عالم کے نزدیک مسلم ہے دنیا کی حکومتوں اور اداروں میں کسی حکم کو منسوخ کر کے دوسرا حکم جاری کر دینا مشہور ومعروف ہے لیکن انسانوں کے احکام میں نسخ کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ پہلے کسی غلط فہمی سے ایک حکم جاری کر دیا بعد میں حقیقت معلوم ہوئی تو حکم بدل دیا کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ جس وقت یہ حکم جاری کیا گیا اُس وقت کے حالات کے مناسب تھا اور آگے آنے والے واقعات وحالات کا اندازہ نہ تھا جب حالات بدلیں گے اس وقت یہ حکم مناسب نہیں ہوگا دوسرا حکم دینا ہوگا یہ جانتے ہوئے آج ایک حکم دے دیا اور جب اپنے علم کے مطابق حالات بدلے تو اپنی قرارداد سابق کے مطابق حکم بھی بدل دیا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ مریض کے موجودہ حالات کو دیکھ کر حکیم یا ڈاکٹر ایک دوا تجویز کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ دو روز اس دوا کے استعمال کرنے کے بعد مریض کا حال بدلے گا اس وقت مجھے دوسری دوا تجویز کرنا ہوگی یہ سب کچھ جانتے ہوئے وہ پہلے دن اپنی دوا تجویز کرتا ہے جو اس دن کے مناسب ہے دو دن کے بعد حالات بدلنے پر دوسری دوا تجویز کرتا ہے اللہ جل شانہٗ کے احکام میں اور اس کی نازل کی ہوئی کتابوں میں صرف یہی آخری صورت نسخ کی ہو سکتی ہے اور ہوتی رہی ہے ہر آنے والی نبوت اور ہر جدید نازل ہونے والی کتاب نے پچھلی نبوت اور کتاب کے بہت سے احکام منسوخ کر کے نئے احکام جاری کئے اور اسی طرح ایک ہی نبوت و شریعت میں ایسا بھی ہوتا رہا کہ کچھ عرصہ تک ایک حکم جاری رہا پھر بتقاضائے حکم خداوندی اس کو بدل کر دوسرا حکم نافذ کر دیا گیا اس لئے ایسے نسخ میں کوئی اشکال یا اعتراض عقلی ونقلی نہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا گیا:

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

یعنی اے معترض کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتے ہیں بس ایسے قادر کو رعایت مصالح کیا مشکل ہے آگے ارشاد ہے:

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ

اور اے معترض کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ایسے ہیں کہ خاص انہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی یعنی جب ان کی قدرت و سلطنت میں کوئی شریک و سہیم نہیں ہے تو مصلحت کی رعایت کر کے ایک حکم بدل دینے اور دوسرا حکم دے دینے میں کون مزاحمت کر سکتا ہے اور اسے حکم جاری کر دینے سے بھی مانع نہیں اور یہ بھی سمجھ رکھو کہ تمہارا حق تعالیٰ کے سوا کوئی یار و مددگار بھی نہیں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ اپنے احکام پر ہم کو ایمان صادق اور یقین کامل نصیب فرمائیں اور اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں اور ان میں شکوک وشبہات کی باتوں سے بچائیں اے اللہ! آپ ہر حال میں ہمارے حامی ومددگار ہیں اور آپ کی نصرت وحمایت سے ہمارے دین ودنیا کے تمام معاملات درست وراست ہو جائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ

اَمْ تُرِيْدُوْنَ	اَنْ	تَسْـَٔلُوْا	رَسُوْلَكُمْ	كَمَا	سُئِلَ	مُوْسٰى	مِنْ قَبْلُ	وَمَنْ	يَّتَبَدَّلِ	الْكُفْرَ
کیاتم چاہتے ہو	کہ	سوال کرو	اپنارسول	جیسے	سوال کیے گئے	موسیٰ	اس سے پہلے	اور جو	اختیار کرلے	کفر

ہاں کیاتم مسلمان یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے وہ درخواستیں کرو جیسا کہ اسکے قبل حضرت موسیٰ سے بھی درخواستیں کی جاچکی ہیں اور جو شخص بجائے ایمان لانے کے کفر کرے

بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝۱۰۸ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ

بِالْاِيْمَانِ	فَقَدْ ضَلَّ	سَوَآءَ	السَّبِيْلِ	وَدَّ	كَثِيْرٌ	مِّنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ	مِّنْ	بَعْدِ
ایمان کے بدلے	سو وہ بھٹک گیا	سیدھا	راستہ	چاہا	بہت	سے	اہل کتاب	کاش تمہیں لوٹادیں	سے	بعد

بلاشک وہ شخص راہِ راست سے دور جا پڑا ان اہل کتاب میں سے بہتیرے دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تمکو تمہارے ایمان لائے پیچھے

اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا

اِيْمَانِكُمْ	كُفَّارًا	حَسَدًا	مِّنْ عِنْدِ	اَنْفُسِهِمْ	مِّنْ بَعْدِ	مَا	تَبَيَّنَ	لَهُمُ	الْحَقُّ	فَاعْفُوْا
تمہارے ایمان	کفر میں	حسد	وجہ سے	اپنے دل	بعد	جبکہ	واضح ہوگیا	ان پر	حق	پس تم معاف کردو

پھر کافر کر ڈالیں محض حسد کی وجہ سے جو کہ خود انکے دلوں ہی سے ہے حق واضح ہوئے پیچھے خیر معاف کرو

وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۰۹ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا

وَاصْفَحُوْا	حَتّٰى	يَاْتِيَ	اللّٰهُ	بِاَمْرِهٖ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ	وَاَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَاٰتُوا
اور درگزر کرو	یہاں تک	لائے	اللہ	اپنا حکم	بیشک	اللہ	پر	ہر	چیز	قادر	اور تم قائم کرو	نماز	اور دیتے رہو

اور درگزر کرو جب تک حق تعالیٰ اپنا حکم بھیجیں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں اور نمازیں پابندی سے پڑھے جاؤ اور

الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۱۱۰

الزَّكٰوةَ	وَمَا	تُقَدِّمُوْا	لِاَنْفُسِكُمْ	مِّنْ خَيْرٍ	تَجِدُوْهُ	عِنْدَ اللّٰهِ	اِنَّ	اللّٰهَ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ
زکوٰۃ	اور جو	آگے بھیجو گے	اپنے لئے	بھلائی	تم پالوگے اسے	اللہ کے پاس	بیشک	اللہ	جو کچھ تم کرتے ہو	دیکھنے والا

زکوٰۃ دیئے جاؤ اور جو نیک کام بھی اپنی بھلائی کے واسطے جمع کرتے رہوگے حق تعالیٰ کے پاس اسکو پالوگے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کیے ہوئے کاموں کو دیکھ بھال رہے ہیں

کثرتِ سوال کی ممانعت

یہود مدینہ کو اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بشارات اور معجزات سے یقین ہوچکا تھا مگر حسد وعناد کی وجہ سے برابر ایسی حرکتیں کرتے رہتے کہ اہل اسلام کو طرح طرح کے شکوک اور شبہات دین میں پیدا ہوں یہود کے کہنے سننے سے بعض سیدھے سادے مسلمان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُلٹے سیدھے سوالات کرتے تھے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ اسلام کو فضول اور کثرت سوالات سے روک دیا جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کرتے تھے کیونکہ کثرت سوال کی عادت بہت بُری ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ

یعنی کیا تم بھی اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سوالات کرنا چاہتے ہو جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام سے ان یہود کے بڑوں نے سوالات کر کے غضب الٰہی اپنے اوپر بلایا تھا۔ مثلاً یہود نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ جب تک ہم اپنے رب کو ان آنکھوں سے اپنے سامنے نہ دیکھ لیں گے ایمان نہ لائیں گے جس گستاخی کی سزا میں ان پر بجلی گری اور ان کو ہلاک کر دیا الغرض غیر ضروری اور فضول سوال کی خصلت نہایت مذموم ہے۔ مسلم و بخاری کی ایک حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فضول کلام کثرتِ سوال اور اضاعتِ مال سے منع فرمایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے کی ممانعت ایک اور مقصد سے بھی ہوئی ہے۔ بار بار سوال کرنے سے اپنے اوپر خود پابندی اور مشکلات کا اضافہ کرنا ہے آسان حکم مشکل ہو جاتا ہے جن باتوں میں آزادی ہوتی ہے حکم آنے سے ان باتوں میں پابندی لگ جاتی ہے جیسا کہ یہود کے ساتھ ہوا۔

تو جب اہلِ اسلام کو بھی غیر ضروری اور کثرت سوال سے منع فرما دیا گیا تو غیروں کا تکبر سرکشی اور عناد سے سوال کرنا گویا کفر کو ایمان کے بدلے مول لینا ہے اور سیدھی راہ سے ہٹ کر جہالت اور گمراہی میں گھر جانا ہے۔ اسی کو ارشاد فرمایا گیا:

وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ

اور جو شخص بجائے ایمان لانے کے کفر کی باتیں کرے بلاشک وہ شخص راہِ راست سے دُور جا پڑا یعنی احکامِ خداوندی میں حجتیں نکالنا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اُلجھنا اور لایعنی سوالات کرنا۔ یا اللہ کے کسی حکم کو غیر مناسب سمجھنا یہ سب کفر کی بات ہے مؤمن اور مسلمان کا تو یہ فریضہ ہے کہ جو حکم اللہ اور اسکے رسول کا پہنچا اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور اسکی اطاعت پر کمربستہ ہو گیا۔

یہود کی طرف سے مسلمانوں کو برگشتہ کرنے کی کوششیں:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ......الیٰ...... عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

جب جنگِ احد میں مسلمانوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے شکست اور نقصان اُٹھایا تو یہود جو شب و روز مختلف تدبیروں سے دوستی اور خیر خواہی کے پیرایہ میں مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ اور حضرت عمار بن یاسر کو بہکانا شروع کیا اور کہنے لگے کہ اگر تم دین برحق پر ہوتے تو شکست کیوں کھاتے اب اگر تم ہمارے دین کی طرف رجوع کرو گے تو زیادہ ہدایت پاؤ گے حضرت عمارؓ نے جواب دیا کہ تم لوگ واقف ہو کہ عہد شکنی کا کیا حکم ہے یہود بولے کہ ہاں عہد توڑنے کا بڑا گناہ ہے اس پر حضرت عمارؓ نے فرمایا تو میں نے اللہ سے عہد کر لیا ہے کہ جب تک زندہ ہوں دین اسلام پر قائم رہوں گا اور رسول برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پھروں گا لیکن تم لوگ بدعہد ہو کر معاہدہ توراۃ کو توڑ بیٹھے اس کے بعد حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا کہ میں اس بات پر راضی ہو چکا کہ اللہ میرا رب ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیغمبر ہیں۔ اسلام میرا دین ہے، قرآن میری کتاب ہے۔ کعبہ میرا قبلہ ہے مؤمنین میرے بھائی ہیں اور کفار میرے دشمن ہیں اس کے بعد ہر دو حضرات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض

8 کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد ہوا کہ اے مسلمانو! یہ یہود قرآن اور دین میں طرح طرح کے شبہات نکالتے ہیں اور مسلمانوں کو بہکاتے ہیں جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اکثر اہل کتاب کی دلی خواہش اور تمنا یہ ہے کہ کسی طرح تم کو ایمان و اسلام سے پھیر کر کافر بنا دیں اور اس غرض فاسد کا کوئی محرک اور باعث تمہاری جانب سے وقوع میں نہیں آیا بلکہ بلا وجہ محض حسد کی بنا پر کہ جو خود اُن کے ناپاک اور گندے نفسوں سے پیدا ہوا ہے اور پھر تعجب یہ ہے کہ اُن کی یہ کوشش اور حسد کسی شک وشبہ کی بناء پر نہیں بلکہ اس کے بعد کہ حق ان کو خوب واضح ہو چکا ہے کہ مسلمانوں کا دین ان کی کتاب اور ان کا رسول سب سچے ہیں تورات اور دیگر کتب سابقہ میں خاتم النبیین کے جو فضائل اور صفات بیان کئے گئے ہیں وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں وہ دیکھ چکے ہیں لیکن اس کے باوجود جیسے خود کافر ہیں مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمان ان یہود کے حسد وعناد کے مقابلہ میں حتی الامکان ان سے درگزر کریں اور انتقامی شکل نہ اختیار کریں یعنی نہ زبان سے فی الحال ان کو برا بھلا کہو اور نہ فی الحال ان سے کوئی جنگ وجدال اور قتل وقتال کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُن کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ اور حکم دے دے (مراد اس سے جہاد اور قتال اور جزیہ کا حکم ہے) اور فی الحال جو جہاد وقتال کے حکم میں تاخیر کی گئی ہے تو یہ کسی عجز اور کمزوری کی بناء پر نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے لیکن اس تاخیر میں کچھ حکمتیں ہیں چنانچہ بعد میں جب آیاتِ جہاد نازل ہوئیں تو مسلمانوں نے کچھ یہود کو تو جنگ میں قتل کیا اور کچھ کو جلاوطن کر کے نکال بھگایا۔

دشمنانِ دین کے حملوں سے تحفظ

آگے اہلِ اسلام کو ہدایت کی جاتی ہے کہ تم دشمنانِ دین کے مقابلہ میں سرِ دست نمازیں پابندی سے پڑھے جاؤ اور جن پر زکوٰۃ فرض ہے زکوٰۃ دیئے جاؤ چنانچہ ارشاد ہے:

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ...... الٰی ...... اِنَّ اللہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ

یہاں سے معلوم ہوا کہ دشمنانِ اسلام کی سازشوں اور ان کے حسد وعناد کی مضرتوں سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں کو دو چیزوں کی خاص طور پر تلقین فرمائی۔ ایک تو نماز کی پابندی دوسرے زکوٰۃ کی ادائیگی۔ اگر ان دونوں چیزوں کی پابندی اہل اسلام میں ہوگی تو دشمنانِ اسلام کی کوشش اہل اسلام کو دین سے ہٹانے کی کامیاب وکارگر نہ ہو سکیں گی۔ اسی سے اِس کی ضد بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اگر اہلِ اسلام میں ان دو چیزوں کی پابندی نہ ہوگی تو پھر دشمنوں کی سازشیں اور حملے کارگر ہو جائیں گے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ دین میں شک وشبہات سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے اہلِ اسلام کو محفوظ فرمائیں اور ان کے تمام حربے ناکام فرمائیں۔ اور اسلام وایمان کی برکت سے ہمارے تمام معاملات کو درست فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

وَقَالُوْا	لَنْ يَّدْخُلَ	الْجَنَّةَ	اِلَّا	مَنْ	كَانَ	هُوْدًا	اَوْ	نَصٰرٰى	تِلْكَ	اَمَانِيُّهُمْ	قُلْ	هَاتُوْا	بُرْهَانَكُمْ
اور انہوں نے کہا	ہرگز داخل نہ ہوگا	جنت	سوائے	جو	ہو	یہودی	یا	نصرانی	یہ	جھوٹی آرزوئیں	کہہ دیجئے	تم لاؤ	اپنی دلیل

اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ بہشت میں ہرگز کوئی نہ جانے پائے گا علاوہ ان لوگوں کے جو یہودی ہوں یا ان لوگوں کے جو نصرانی ہوں یہ دل بہلانے کی باتیں ہیں آپ کہئے کہ اپنی دلیل لاؤ

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۤ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ

اِنْ كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ	بَلٰى	مَنْ	اَسْلَمَ	وَجْهَهٗ	لِلّٰهِ	وَهُوَ	مُحْسِنٌ	فَلَهٗٓ	اَجْرُهٗ	عِنْدَ
اگر تم ہو	سچے	کیوں نہیں	جس	جھکا دیا	اپنا چہرہ	اللہ کیلئے	اور وہ	نیکوکار	تو اسکے لئے	اسکا اجر	پاس

اگر تم سچے ہو ضرور دوسرے لوگ جاویں گے جو کوئی شخص بھی اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو ایسے شخص کو اس کا عوض ملتا ہے

رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰي شَيْءٍ ۠

رَبِّهٖ	وَلَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَ	لَا هُمْ	يَحْزَنُوْنَ	وَقَالَتِ	الْيَهُوْدُ	لَيْسَتِ	النَّصٰرٰى	عَلٰي	شَيْءٍ
اسکارب	اور نہ	کوئی خوف	ان پر	اور	نہ وہ	غمگین ہوں گے	اور کہا	یہود	نہیں	نصاریٰ	پر	کسی چیز

پروردگار کے پاس پہنچ کر اور نہ ایسے لوگوں پر کوئی اندیشہ ہے اور نہ ایسے لوگ مغموم ہونے والے ہیں اور یہود کہنے لگے کہ نصاریٰ کسی بنیاد پر نہیں

وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰي شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ

وَقَالَتِ	النَّصٰرٰى	لَيْسَتِ	الْيَهُوْدُ	عَلٰي شَيْءٍ	وَّهُمْ	يَتْلُوْنَ	الْكِتٰبَ	كَذٰلِكَ	قَالَ	الَّذِيْنَ
اور کہا	نصاریٰ	نہیں	یہود	کسی چیز پر	حالانکہ وہ	پڑھتے ہیں	کتاب	اسی طرح	کہا	جو لوگ

اور نصاریٰ کہنے لگے کہ یہود کسی بنیاد پر نہیں حالانکہ یہ سب کتابیں پڑھتے ہیں اسی طرح یہ لوگ جو کہ

لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

لَا يَعْلَمُوْنَ	مِثْلَ	قَوْلِهِمْ	فَاللّٰهُ	يَحْكُمُ	بَيْنَهُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	فِيْمَا	كَانُوْا	فِيْهِ	يَخْتَلِفُوْنَ
علم نہیں رکھتے	جیسی	انکی بات	سو اللہ	فیصلہ کریگا	انکے درمیان	قیامت کے دن	جس میں	وہ تھے	اسمیں	اختلاف کرتے

بے علم ہیں انکا سا قول کہنے لگے سو اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان فیصلہ کریں گے قیامت کے دن ان تمام مقدمات میں جن میں وہ باہم اختلاف کر رہے تھے

یہود و نصاریٰ کے دعووں کی تردید

اہلِ کتاب کہتے ہیں کہ جنت ہمارا ہی حصہ ہے ہمارے سوا اور کسی کو سعادتِ اخروی اور نجات حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس مضمون میں یہود کے ساتھ نصاریٰ بھی شریک تھے وہ بھی یہ دعویٰ کرتے تھے کہ سچائی صرف اُن کے پاس ہے اور نجات حاصل کر کے وہی جنت میں جائیں گے اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کے اس دعوے کو رد فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے یہ تو کہئے کہ اچھا اپنی دلیل لاؤ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو، آگے ارشاد ہوتا ہے:

بَلٰی یہ یہود و نصاریٰ تو کیا دلیل لائیں گے کیونکہ دلیل ہے ہی نہیں البتہ ہم اس کے خلاف کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ضرور دوسرے لوگ جنت میں جائیں گے پھر اس پر دلیل ارشاد ہے کہ ہمارا قانون یہ ہے کہ جو کوئی شخص اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے یعنی فرمانبرداری اختیار کرے عقائد میں بھی اعمال میں بھی اور اس کے ساتھ وہ مخلص بھی ہو کہ دل سے فرمانبرداری اختیار کی ہو محض کسی مصلحت سے ظاہر داری نہ ہو تو ایسے شخص کو اُس کی اس فرمانبرداری کا عوض ملتا ہے پروردگار کے پاس پہنچ کر اور نہ ایسے لوگوں پر قیامت میں کوئی اندیشہ ناک واقعہ پڑنے والا ہے اور نہ ایسے لوگ اُس روز مغموم ہونے والے ہیں کیونکہ فرشتے اُن کو بشارتیں سنا کر بے فکر کر دیں گے حاصل اس دلیل کا یہ ہوا کہ جب یہ قانون بالا مسلم ہے تو اب صرف یہ دیکھ لو کہ یہ مضمون کس پر صادق آتا ہے سو یہ ظاہر ہے کہ کسی حکم کے منسوخ ہو جانے کے بعد اُس پر چلنے والا کسی طرح فرمانبردار نہیں کہا جا سکتا پس یہودی و نصرانی نزول قرآن کے بعد توراۃ اور انجیل کے حکم پر چل کر فرمانبردار نہیں ہو سکتے اور یہ شان صرف مسلمانوں کی ہے کہ نبوت اور شریعت محمدیہ کو قبول کر لیا پس یہی جنت میں داخل ہونے والے ثابت ہوئے اور مخلص کی شرط اس وجہ سے لگائی کہ منافقین نکل گئے کہ وہ شرعاً کفار ہی میں داخل ہیں اور مستحق نار ہیں، آگے ارشاد ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ......الٰی...... فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ

نجران کے عیسائیوں کی ایک جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور یہود کے بھی بڑے بڑے علماء حاضر ہوئے علمائے یہود میں سے ایک نے اللہ تعالیٰ کی کتاب انجیل کا انکار کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کے کلمات کہے اور صاف کہہ دیا کہ عیسائیو تمہارا کچھ بھی مذہب نہیں ہے۔ اس پر عیسائیوں میں سے ایک شخص نے توراۃ کے آسمانی کتاب ہونے سے انکار کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں بے ادبی کی اور یہود کے مذہب کو بیہودہ بتلایا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ یہودی تو عیسائیوں کو گمراہ اور بدراہ بتلاتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے اور عیسائی یہودیوں کو بدراہ اور گمراہ کہتے ہیں اور حضرت موسیٰ کو نہیں مانتے حالانکہ ہر ایک فرقہ اپنی اپنی کتاب پڑھتا ہے یہود توراۃ پڑھتے ہیں جس میں آئندہ آنے والے روح القدس کی تصدیق موجود ہے اور عیسائی انجیل پڑھتے ہیں جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق موجود ہے لیکن محض نفسانیت سے ایک دوسرے کو گمراہ بتلاتے ہیں اور اسی طرح عرب کے مشرکین اور بت پرست جن کو آسمانی کتاب کا کوئی علم نہیں وہ بھی اسی خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ یہود و نصاریٰ سب کا دین بے بنیاد ہے اور ہم ہی حق پر ہیں ان سب کے اقوال کا رد فرمایا گیا اور بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان قیامت کے روز عملی فیصلہ فرما دیں گے اور عملی فیصلہ یہ ہوگا کہ اہل حق کو جنت میں اور اہلِ باطل کو جہنم میں داخل کر دیا جائے گا اور سب کو معلوم ہو جائے گا کہ کون حق پر تھا کون ناحق پر۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو حقیقی ایمان اور اسلام نصیب فرمائیں اور اس کی برکات سے دین و دنیا میں متمتع فرمائیں۔
اللہ تعالیٰ ہم کو اسلامی تعلیمات اور شریعتِ اسلامیہ کا پورا پورا اتباع نصیب فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ

وَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنْ	مَنَعَ	مَسٰجِدَ اللّٰهِ	اَنْ	يُّذْكَرَ	فِيْهَا	اسْمُهٗ	وَسَعٰى	فِيْ	خَرَابِهَا
اور کون	بڑا ظالم	سے۔ جو	روکا	اللہ کی مسجدیں	کہ	ذکر کیا جائے	اُنمیں	اسکا نام	اور کوشش کی	میں	اسکی ویرانی

اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں انکا ذکر کیے جانے سے بندش کرے اور اُنکے ویران ہونے میں کوشش کرے

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ

اُولٰٓئِكَ	مَا كَانَ	لَهُمْ	اَنْ	يَّدْخُلُوْهَا	اِلَّا	خَآئِفِيْنَ	لَهُمْ	فِي الدُّنْيَا	خِزْيٌ	وَّلَهُمْ
یہ لوگ	نہ تھا	ان کیلئے	کہ	وہاں داخل ہوتے	مگر	ڈرتے ہوئے	ان کیلئے	دنیا میں	رسوائی	اور ان کیلئے

ان لوگوں کو تو کبھی بے ہیبت ہو کر ان میں قدم بھی نہ رکھنا چاہئے تھا ان لوگوں کو دُنیا میں بھی رُسوائی ہوگی اور ان کو

فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ

فِي الْاٰخِرَةِ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ	وَلِلّٰهِ	الْمَشْرِقُ	وَالْمَغْرِبُ	فَاَيْنَمَا	تُوَلُّوْا	فَثَمَّ	وَجْهُ اللّٰهِ
آخرت میں	عذاب	بڑا	اور اللہ کیلئے	مشرق	اور مغرب	سو جس طرف	تم منہ کرو	تو اس طرف	اللہ کا سامنا

آخرت میں بھی سزائے عظیم ہوگی اور اللہ ہی کی مملوک ہیں مشرق بھی اور مغرب بھی تو تم لوگ جس طرف بھی منہ کرو اُدھر اللہ تعالیٰ کا رُخ ہے

اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

اِنَّ	اللّٰهَ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ
بیشک	اللہ	وسعت والا	جاننے والا

کیونکہ اللہ تعالیٰ محیط ہیں کامل العلم ہیں۔

مشرکین کے دعوائے حق پرستی کی تردید

اہل عرب میں یہود و نصاریٰ کے علاوہ مشرکین بھی تھے یہ مشرکین بھی اہل کتاب کی طرح یہی دعویٰ کرتے کہ ہم ہی حق پر ہیں اور ہمارے سوا سب بے دین و گمراہ ہیں۔

حق تعالیٰ ان کی مذمت فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ.....الٰی.....عَذَابٌ عَظِيْمٌ

سنہ ٦ ہجری ماہ ذی قعدہ کے پہلے ہفتہ میں دوشنبہ کے دِن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بمعہ صحابہ کرامؓ مدینہ منورہ سے مکہ پہنچ کر عمرہ کرنا چاہا لیکن مشرکین مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر آپ کو روک دیا اور مکہ میں داخل نہ ہونے دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے فرمایا کہ بَیْتُ الْعَتِیْقِ خانہ کعبہ سے تو کسی کو روکا نہیں جاتا پھر تم مجھے کیوں روکتے ہو؟ مشرکین کہنے لگے کہ ہم ایسے لوگوں کو نہیں آنے دیں گے جنہوں نے بدر کے روز ہمارے باپ، چچا اور بھائیوں کو قتل کیا ہے۔ بہر حال مشرکین سے ایک صلح نامہ پر راضی نامہ ہوگیا اور اُس سال مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی صحابہؓ کو عمرہ نہ کرنے دیا۔ انہی کفار و مشرکین کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کی طرح یہ مشرکین عرب بھی مسلمانوں سے دِلی عداوت رکھتے ہیں اور ظلم کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ مذہبی

فریضہ سے روکتے ہیں اور مسجد حرام جیسی مقدس جگہ میں مسلمانوں کو اللہ کا نام نہیں لینے دیتے اور اس طرح خانہ خدا کو بے رونق اور ویران کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ خود ان لوگوں کو ان مقامات مقدسہ میں انتہائی ادب اور خوف سے جانا چاہئے تھا نہ یہ کہ ایسے متبرک مقام میں گندگی اور مرے ہوئے جانوروں کی انتڑیاں وغیرہ ڈالتے تو یہ حق پر تو کیا ہوئے جیسا کہ دعویٰ کرتے ہیں بلکہ ایسے ظالم لوگوں کے لئے اس دُنیا میں بھی ذلت اور رسوائی ہوگی اور آخرت میں تو عذاب عظیم ہوگا ہی۔

یہاں اس آیت میں مشرکین اور کفار مکہ کے متعلق جو دُنیوی ذلت اور رسوائی کی پیشینگوئی فرمائی گئی تھی وہ بحمد اللہ ان کے حق میں پوری ہوئی اور وہ اس طرح کہ جب مکہ فتح ہوگیا تو ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمادیا کہ اس سال کے بعد حج میں کوئی مشرک نہ آنے پائے چنانچہ سرزمین عرب کفار و مشرکین سے پاک ہوگئی اور سب وہاں سے نکال دیئے گئے۔

جمہور مفسرین نے لکھا ہے کہ حکم اس آیت کا عام ہے ہر شخص جو مسجد میں ذکر اللہ سے منع کرے اور خانہ خدا کو ویران کرنے کی کوشش کرے اس آیت کے حکم میں داخل ہے اس لئے مسلمانوں کے لئے یہ آیت اور بھی زیادہ ڈرنے کی چیز ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کی حقیقی آبادی اور رونق صرف ظاہری عمارت کی شان و شوکت اور زیب و زینت اور رنگ و روغن سے نہیں بلکہ حقیقی آبادی ذکر اللہ سے ہے۔

مسلمانوں کو تسلی:

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ایسے مسلمان جنہیں مسجد الحرام میں جانے اور اللہ کے ذکر و عبادت سے روکا گیا تھا اُن کی تسلی و تسکین کیلئے ارشاد فرمایا گیا کہ بسبب روک دینے مسجد حرام سے ملول نہ ہوں کیونکہ تمام مشرق و مغرب اللہ ہی کے لئے ہے جس جگہ بھی اُس کی عبادت و بندگی کریں گے اللہ تعالیٰ وہیں حاضر و ناظر ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک بار مسلمان کسی سفر جہاد میں تھے شب کے وقت نماز پڑھنے کا ارادہ کیا لیکن تاریکی کی وجہ سے قبلہ کی سمت محسوس نہ ہوئی ہر چند کوشش کی مگر قبلہ کا صحیح رُخ معلوم نہ ہوسکا آخر کار سب نے اپنے اپنے گمان اور خیال کے اعتبار سے جدھر قبلہ سمجھا اُسی طرف کو رُخ کر کے نماز پڑھ لی صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ قصہ عرض کیا اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اس بنا پر حاصل مطلب آیت کا یہ ہوا کہ مشرق و مغرب سب اللہ کے لئے ہے ہر طرف اسی کا جلوہ ہے اگر تاریکی وغیرہ کے عذر سے سمتِ قبلہ معلوم نہ ہوسکے تو جدھر کو بھی منہ کر کے اللہ کو سجدہ کرلو گے سجدہ ہو جائے گا کیونکہ اللہ ہر طرف ہے کسی خاص سمت و جہت میں محدود نہیں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو شرک و کفر کی گمراہیوں سے بچا کر ایمان و اسلام کی ہدایت و نعمت نصیب فرمائی۔

یا اللہ! ہمیں اپنی مساجد کی عزت و عظمت عطا فرما اور ہمیں ان کے آباد رکھنے والوں میں بنا آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

وَقَالُوا	اتَّخَذَ	اللّٰهُ	وَلَدًا	سُبْحٰنَهٗ	بَلْ لَّهٗ	مَا	فِی السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	كُلٌّ	لَّهٗ	قٰنِتُوْنَ
اور انہوں نے کہا	بنالیا	اللہ	بیٹا	وہ پاک ہے	بلکہ اس کیلئے	جو	آسمانوں میں	اور زمین	سب	اس کیلئے	زیر فرمان

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ بلکہ خاص اللہ کے مملوک ہیں جو کچھ بھی آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب اُنکے محکوم ہیں

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

بَدِیْعُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَاِذَا	قَضٰٓی	اَمْرًا	فَاِنَّمَا	یَقُوْلُ	لَهٗ	كُنْ	فَیَكُوْنُ
پیدا کرنے والا	آسمانوں	اور زمین	اور جب	وہ فیصلہ کرتا ہے	کوئی کام	تو یہی	کہتا ہے	اسے	"ہوجا"	تو وہ ہوجاتا ہے

موجد ہیں آسمانوں اور زمین کے اور جب کسی کام کا پورا کرنا چاہتے ہیں تو بس اسکو فرمادیتے ہیں کہ ہوجا بس وہ ہوجاتا ہے

یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے ایک غلط عقیدے کا رد

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا "اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے"

بعض یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اسی طرح عیسائی یعنی نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ یعنی خدا کا بیٹا کہتے اور مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے جیسا کہ قرآن کریم کی دوسری آیات میں اس کی خبر دی گئی ہے۔

پانچ دلیلیں، اس غلط قول اور باطل عقیدہ کے ردّ میں بیان فرمائی جاتی ہیں۔

پہلی دلیل لفظ سُبْحٰنَهٗ میں دی گئی یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین (معاذ اللہ) یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اولاد بنا رکھی ہے حالانکہ یہ سراسر بہتان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس بات سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد کا ہونا عقلاً بھی ناممکن ہے اس لئے کہ بیٹا باپ کے مماثل اور مشابہ اور ہم جنس ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ بے مثل اور بیچون و چگون ہے ورنہ بیٹا اگر باپ کے ہم جنس نہ ہو تو پھر وہ بیٹا اُس باپ کا فرزند نہ ہوگا نیز بیٹے کا باپ کے ہم جنس نہ ہونا ایک عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے، نیز باپ اولاد کا محتاج ہوتا ہے اور اولاد سے پہلے بیوی کا محتاج ہوتا ہے کہ اولاد بغیر زوجہ کے عادۃً ممکن نہیں اور اللہ تعالیٰ صَمَدْ یعنی بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں۔

دوسری دلیل بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں فرمائی یعنی اُس کے لئے کوئی اولاد نہیں بلکہ آسمان و زمین کی تمام چیزیں خاص اُسی کی مملوک ہیں یعنی تمام کائنات کا وہی مالک ہے اور جب وہ مالک و خالق ٹھہرا تو والد اور ولد کا تعلق کس طرح ہوسکتا ہے کیونکہ ملکیت اور ابنیت جمع نہیں ہوسکتی اس لئے کہ یہ امر ظاہر ہے کہ مملوک و مخلوق مالک اور خالق کے ہم جنس نہیں اور فرزند باپ کے ہم جنس ہوتا ہے۔

تیسری دلیل كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ فرمائی یعنی آسمان و زمین کے رہنے والے تمام کے تمام جن میں فرشتے، جنات اور انسان سب ہی شامل ہیں اور جن میں حضرت عزیر اور حضرت مسیح بھی داخل ہیں سب اللہ کے مطیع اور فرمانبردار ہیں، بعضے برضا و رغبت

جیسے فرشتے اور انبیاء کرام اور مؤمنین صالحین اور بعضے جبراً و قہراً جیسے شیاطین الانس والجن اور کفار و فجار یہ کسی کی مجال نہیں کہ کوئی اس کے ارادہ اور مشیت کو ٹال سکے اور اس کے حکم سے سرتابی کر سکے اور کافر و فاجر جو ظاہراً حق تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کرتے ہیں وہ تکوینی اور باطنی طور پر اللہ ہی کی دی ہوئی قدرت سے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت و مصلحت سے اُن کو معصیت کی قدرت دی ہے ورنہ اگر وہ قدرت نہ دیتا تو کوئی معصیت نہ کر سکتا غرض یہ کہ تمام موجودات اُسی کے قبضہ و تصرف میں ہے جس کو چاہے مارے جس کو چاہے جلا دے کوئی اُس کے تصرف سے باہر نہیں نکل سکتا اور جس کی یہ شان ہو اس کا کوئی ہم جنس اور مماثل نہیں ہو سکتا اس سے معلوم ہوا کہ وہ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ ہے۔ نہ اُس کی نظیر ہے، نہ شبیہ، نہ مثل، نہ مانند۔

چوتھی دلیل یہ فرمائی کہ وہ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے یعنی اللہ نے تمام عالم کو عدم سے وجود کا جامہ پہنایا کوئی مادہ اور صورت پہلے سے موجود نہ تھا بغیر کسی تشبیہ اور تمثیل کے محض اپنی قدرت سے تمام کائنات کو پردہ عدم سے وجود میں لایا تو جس کی قدرت اتنی عظیم اور عجیب ہو اس کو کسی معاون و مددگار جس میں اولاد بھی داخل ہے کی کیا ضرورت؟

پانچویں دلیل یہ فرمائی وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ یعنی اللہ تعالیٰ کو کائنات کی تخلیق اور ایجاد میں اسباب اور وسائل کی ضرورت نہیں صرف اُس کا حکم اور اشارہ کافی ہے ارادۂ الٰہی کے ساتھ ساتھ فوراً اس چیز کا وجود ہو جاتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے تو جو اللہ اتنا زبردست قادر ہو اور ایسی عظیم قدرت والا ہو اس کو نہ کسی شریک کار کی ضرورت ہے نہ کسی نائب نہ معاون نہ مددگار کی۔ لہٰذا نہ اُس کے کوئی وَلَدْ ہے نہ نائب۔

الغرض یہاں ان پانچ دلائل سے یہود کا عقیدہ کہ حضرت عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ کا عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور مشرکین عرب کا عقیدہ کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں سب کا رَدّ ہو گیا اور ان عقائد کی وجہ سے یہ تینوں فرقے باطل ٹھہرے نہ کہ حق پر جیسا کہ ان تینوں میں سے ہر فرقہ دعویٰ کرتا تھا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو توحید پر ایمان والا بنایا۔
یا اللہ! ہر حال میں ہم کو صحیح اسلامی اور ایمانی عقائد پر قائم رکھنا اور اپنی ذات عالی اور قدرت کا یقین کامل نصیب فرما اور ہر طرح کے کفر و شرک اور گمراہی کی باتوں سے ہماری حفاظت فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ

وَقَالَ	الَّذِيْنَ	لَا يَعْلَمُوْنَ	لَوْلَا	يُكَلِّمُنَا	اللّٰهُ	اَوْ	تَاْتِيْنَآ	اٰيَةٌ	كَذٰلِكَ	قَالَ	الَّذِيْنَ
اور کہا	جو لوگ	علم نہیں رکھتے	کیوں نہیں	ہم سے کلام کرتا ہے	اللہ	یا	ہمارے پاس آتی	کوئی نشانی	اسی طرح	کہا	جو لوگ

اور جاہل یوں کہتے ہیں کہ ہم سے کیوں نہیں کلام فرماتے اللہ تعالیٰ یا ہمارے پاس کوئی اور ہی دلیل آجائے اسی طرح وہ لوگ بھی کہتے چلے آئے ہیں

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿١١٨﴾ اِنَّآ

مِنْ قَبْلِهِمْ	مِّثْلَ	قَوْلِهِمْ	تَشَابَهَتْ	قُلُوْبُهُمْ	قَدْ بَيَّنَّا	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يُّوْقِنُوْنَ	اِنَّآ
ان سے پہلے	جیسی	انکی بات	ایک جیسے ہوگئے	انکے دل	ہم نے واضح کردیں	نشانیاں	لوگوں کیلئے	یقین رکھتے ہیں	بیشک ہم

جو ان سے پہلے ہوگزرے ہیں ان ہی کا سا قول ان سب کے قلوب باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہیں ہم نے تو بہت سی دلیلیں صاف صاف بیان کردی ہیں ان لوگوں کیلئے جو یقین چاہتے ہیں

اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿١١٩﴾

اَرْسَلْنٰكَ	بِالْحَقِّ	بَشِيْرًا	وَّنَذِيْرًا	وَّلَا تُسْـَٔلُ	عَنْ	اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ
آپ کو بھیجا	حق کیساتھ	خوشخبری دینے والا	اور ڈرانے والا	اور نہ آپ سے پوچھا جائے گا	سے	دوزخ والے

ہم نے آپکو ایک سچا دین دے کر بھیجا ہے کہ خوشخبری سناتے رہیئے اور ڈراتے رہیئے اور آپ سے دوزخ میں جانے والوں کی باز پُرس نہ ہوگی۔

رسالت کے متعلق کافروں کے شبہات کا ازالہ

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ

یعنی جاہل یہود و نصاریٰ اور مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کرتے کہ خود اللہ تعالیٰ ہم سے کلام کیوں نہیں فرماتے خواہ فرشتوں کے بغیر جیسے خود فرشتوں سے کلام فرماتے ہیں یا فرشتوں کے واسطے سے جیسے پیغمبروں سے بطور وحی بات کرتے ہیں اور اس کلام میں یا تو خود ہم کو احکام بتادیں کہ دوسرے رسول کی ہم کو ضرورت ہی نہ رہے یا کم از کم اتنا ہی کہہ دیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے رسول ہیں تو ہم آپ کی رسالت کے قائل ہوکر آپ کی اطاعت کرنے لگیں یا اگر کلام نہیں فرماتے تو ہمارے پاس کوئی اور ہی دلیل نبوت و رسالت کی آجائے۔

پس جو یہود و نصاریٰ اور مشرکین اپنے جہل سے یہ مطالبات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے ان کے متعلق حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ ...... الیٰ ...... لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ

یعنی یہ منکرین جیسی جہل و گمراہی کی باتیں نبوت و رسالت کے متعلق کہتے ہیں ایسی ہی جاہلانہ باتیں ان سے پہلے لوگوں نے بھی اپنے پیغمبروں کے متعلق کہی تھیں اور یونہی سرکشی و کفر کیا تھا ہٹ دھرمی، عناد اور سرکشی ان سب ہی کا شیوہ تھا۔ ان کے قلوب ہی ٹیڑھے ہیں یہ حسب مطالبہ معجزہ اور نشانی دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے اور یہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین تو کوئی ایک ہی دلیل یا نشانی رسالت محمدیہ کے ثبوت میں مانگتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے تو بہت سی دلیلیں اور نشانیاں رسالت محمدیہ کے ثبوت میں ظاہر فرمادی ہیں اور کھلے کھلے معجزات اپنے رسول کو عطا

فرمائے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچائی، امانت، پاکبازی اور عقل وفہم میں بے مثال ہونا۔ قرآن کریم کا ہر طرح سے بے مثال ہونا۔ مخالفین کا اُس کے مقابلہ میں عاجز رہنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج میں تشریف لے جانا۔ لکڑی کے ستون کا آپ کی جدائی سے رونا۔ آپ کے دست مبارک میں سنگریزوں کا تسبیح کرنا' دست مبارک کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ بہہ نکلنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے پھیرنے سے سخت بیماریوں کا دور ہو جانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاء سے بادل کا فوراً اُٹھ آنا اور بارش ہونا اور پھر آپ کے اشارہ سے بادل کا ہٹ جانا وغیرہ وغیرہ۔

پھر آیت کے اخیر میں حق تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ ہماری بیان کی ہوئی نشانیاں اور دلائل اُن ہی لوگوں کے لئے مفید اور نافع ہو سکتی ہیں جو یقین اور اطمینان حاصل کرنا چاہتے ہیں اور چونکہ ان معترضین کو محض ضد وعناد ہے۔ حق طلبی ان کو منظور ہی نہیں سوایسوں کو تسلی وتشفی نہ ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے اور یہ معجزات اور نشانیاں دیکھتے بھی ہیں تو اُس کو سحر پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار ومشرکین جن میں یہود ونصاریٰ بھی شامل تھے کی جہالت اور عناد سے تنگی ہوتی اور ان کے ایمان نہ لانے سے آپ کو غم ہوتا اس لئے آگے حق تعالیٰ آپ کی تسلی فرماتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْــَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو ایک سچا دین دے کر خلق کی طرف بھیجا ہے کہ ماننے والوں کو خوشخبری سناتے رہئے اور نہ ماننے والوں کو سزا سے ڈراتے رہئے اور آپ سے دوزخ میں جانے والوں کی باز پرس نہیں ہوگی (کہ ان لوگوں نے کیوں دین حق قبول نہیں کیا اور کیوں جہنم میں گئے، اس لئے آپ اپنا کام کرتے رہئے آپ کو کسی کے ماننے نہ ماننے کی کیا فکر، آپ کا کام تو پیغامِ الٰہی پہنچادینا ہے ماننا نہ ماننا بندوں کا کام ہے اس کا حساب اللہ تعالیٰ خود کرے گا۔)"

اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیات قرآن پاک میں آئی ہیں۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! ہم کو اپنا سچا بندہ اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا امتی بن کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہمارے قلوب میں یقین کی دولت عطا فرما۔ اور اپنی رضا کے مقام یعنی جنت میں ہمارا ٹھکانا بنا اور غصہ اور غضب کے مقام جہنم سے ہم کو بچنا نصیب فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ

وَلَنْ تَرْضٰى	عَنْكَ	الْيَهُوْدُ	وَلَا	النَّصٰرٰى	حَتّٰى	تَتَّبِعَ	مِلَّتَهُمْ	قُلْ	اِنَّ	هُدَى	اللّٰهِ
اور ہرگز راضی نہ ہونگے	آپ سے	یہودی	اور نہ	نصاریٰ	جب تک	آپ پیروی (نہ) کریں	انکا دین	کہدیں	بیشک	ہدایت	اللہ

اور کبھی خوش نہ ہوں گے آپ سے یہ یہود اور نہ یہ نصاریٰ جب تک کہ آپ انکے مذہب کے پیرو نہ ہو جائیں آپ کہہ دیجئے کہ حقیقت میں تو ہدایت کا وہی راستہ ہے

هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ

هُوَ	الْهُدٰى	وَلَئِنِ	اتَّبَعْتَ	اَهْوَآءَهُمْ	بَعْدَ	الَّذِىْ	جَآءَكَ	مِنَ	الْعِلْمِ	مَا لَكَ	مِنَ اللّٰهِ
وہی	ہدایت	اور اگر	آپ نے پیروی کی	اُن کی خواہشات	بعد	وہ جو کہ (جبکہ)	آپ کے پاس آگیا	سے	علم	نہیں آپ کیلئے	اللہ سے

جسکو خدا نے بتایا ہے اور اگر آپ اتباع کرنے لگیں انکے غلط خیالات کا علم آچکنے کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے

مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ

مِنْ	وَلِىٍّ	وَلَا	نَصِيْرٍ	اَلَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ	يَتْلُوْنَهٗ	حَقَّ	تِلَاوَتِهٖ	اُولٰٓئِكَ
کوئی	حمایت کرنیوالا	اور نہ	مددگار	جنہیں	ہم نے دی	کتاب	اسکی تلاوت کرتے ہیں	حق	اسکی تلاوت	وہی لوگ

نہ مددگار جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی بشرطیکہ وہ اسکی تلاوت کرتے رہے جس طرح کہ تلاوت کا حق ہے

يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ	وَمَنْ	يَّكْفُرْ بِهٖ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ
ایمان رکھتے ہیں اس پر	اور جو	انکار کریں اسکا	وہی	وہ	خسارہ پانے والے

ایسے لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جو شخص نہ مانے گا خود ہی ایسے لوگ خسارہ میں رہیں گے

یہود و نصاریٰ کی ہٹ دھرمی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے:

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ

قُلْ اِنَّ هُدَى یعنی ان یہود و نصاریٰ میں سے ضدی اور معاند اور متعصب لوگوں کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کے اتباع کی تو ان کو کیا توفیق ہوتی وہ تو یہاں تک اپنے باطل خیالات میں بلند پروازی کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ کو اپنی راہ پر چلانے کی فکر میں ہیں شروع شروع میں بعض مباح امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت فرما لیتے تھے اس غرض سے کہ یہ کچھ نرم ہو کر اسلام لے آئیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ آپ اس خواہش کو چھوڑ دیجئے کہ جس سے یہ یہود و نصاریٰ راضی ہو کر موافق ہو جائیں ان کا آپ سے راضی ہونا محال اور ناممکن ہے وہ اس غرور میں ہیں کہ ہم کتب الٰہیہ کے علوم کے حامل اور علمبردار ہیں ہم کسی کا کیوں اتباع کریں۔ ہم تو سب کے مقتداء اور سردار ہیں لہٰذا جو شخص اپنے آپ کو مقتداء سمجھتا ہو وہ مقتدی بننے پر کب راضی ہو سکتا ہے یہود و نصاریٰ کے اس خیال

خام کے جواب میں تلقین فرمائی گئی کہ ان سے یہ کہہ دیا جائے کہ تحقیق اللہ کی ہدایت ہر زمانہ میں وہی ہدایت ہے جو اُس زمانہ کا نبی اور رسول لے کر آئے اور گزشتہ ہدایتیں اگرچہ اپنے اپنے وقت پر ہدایتیں تھیں مگر منسوخ ہو جانے کے بعد وہ ہُدیٰ ہُدیٰ نہیں رہتی بلکہ ہوائے نفس بن جاتی ہے اور نفسانی خواہشات کا اتباع بھی ہدایت نہیں ہوسکتا اسی سلسلہ میں آگے ارشاد ہے:

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ......الی...... مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

"اور اگر آپ بعد اس علم کے جو آپ کو پہنچ چکا ہے اُن کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگیں تو آپ کے لئے اللہ کے مقابلہ میں نہ کوئی یار ہوگا نہ مددگار" یہاں یہ خطاب ظاہراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ مقصود سنانا معاندین کو ہے عناد کی بناء پر ان کو مخاطب بھی نہیں بنایا اور بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ گو یہاں خطاب لفظاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر مراد اُمت ہی ہے اور اصل حکم اسی کو ہے اور اس طرز مخاطبت سے مقصود مسئلہ کی اہمیت پر زور دینا ہے کہ منکروں کی طرف میلان پر ایسا معاملہ بفرض محال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے تو دوسروں کا تو کیا ذکر، یہاں تک تو اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے ایسے لوگوں کا ذکر تھا جو اسلام کی مخالفت کرتے تھے اور بوجہ تعصب و عناد و حسد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاتے تھے۔ آگے ان اہلِ کتاب کا ذکر ہے جو حق پرست تھے۔

یہود و نصاریٰ کے حق پرست لوگ

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ......الی...... هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

یعنی وہ یہود و نصاریٰ جن کو اللہ تعالیٰ نے کتاب تورات و انجیل دی اور وہ اسکی تلاوت اس طرح کرتے رہے جس طرح کہ تلاوت کا حق ہے یعنی اُس کے احکامات کو دل سے مانا اور اس میں کسی قسم کی کوئی تحریف اور رَدّ و بدل لفظی یا معنوی نہیں کی تو ایسے لوگ البتہ دین حق پر ایمان لے آتے ہیں یعنی اسلام قبول کر لیتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتے ہیں اور جو لوگ نبی آخر الزماں پر ایمان نہیں لاتے وہ درحقیقت اپنی اپنی کتاب پر بھی ایمان نہیں رکھتے اور توریت و انجیل میں تحریف کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی جو بشارتیں اُن کی کتاب میں مذکور ہیں ان کا انکار کرتے ہیں پس یہی لوگ خسارہ والے ہیں کہ اپنی کتاب پر جو ایمان رکھتے تھے وہ بھی ہاتھ سے گیا اور جو ثمرات و انعامات الٰہیہ دین حق پر ایمان سے عطا ہوتے اُن سے بھی محروم رہے اور اس طرح اپنا ہی نقصان کیا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر اہل کتاب نیک نیتی اور اخلاص سے کام لیں اور ضد و نفسانیت اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ دیں اور قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے قائل ہو جائیں تو ان کو دوگنا اجر ملے گا جس کی مثالیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لے کر اب تک ظاہر ہوتی آئی ہیں اور آئندہ بھی ان شاء اللہ ہوتی رہیں گی اللہ تعالیٰ اس دین محمدی کی حفاظت فرمائیں اور دُنیا میں اس کی شوکت اور غلبہ کو بلند فرمائیں آمین۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ ہمیں اور تمام اُمتِ مسلمہ کو ایمان و اسلام پر مضبوطی سے جمے رہنا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ اس دور میں امت مسلمہ میں یہود و نصاریٰ کی معاشرت، تہذیب و تمدن کی طرف جو میلان پیدا ہو گیا ہے اس سب سے اس امت کو بچا لیجئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِيَ الَّتِيۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّيۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿٤٧﴾

يٰبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ	اذۡكُرُوۡا	نِعۡمَتِيَ	الَّتِيۡٓ	اَنۡعَمۡتُ	عَلَيۡكُمۡ	وَاَنِّيۡ	فَضَّلۡتُكُمۡ	عَلَى	الۡعٰلَمِيۡنَ
اے بنی اسرائیل	تم یاد کرو	میری نعمت	جو کہ	میں نے انعام کی	تم پر	اور یہ کہ میں نے	تمہیں فضیلت دی	پر	زمانے والے

اے اولاد یعقوبؑ میری اُن نعمتوں کو یاد کرو جنکا میں نے تم پر انعام کیا اور اسکو کہ میں نے تمکو بہت لوگوں پر فوقیت دی اور تم ڈرو ایسے دن سے جسمیں کوئی شخص کسی شخص کیطرف

وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا لَّا تَجۡزِىۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَيۡـئًا وَّلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّلَا تَنۡفَعُهَا شَفَاعَةٌ

وَاتَّقُوۡا	يَوۡمًا	لَّا تَجۡزِىۡ	نَفۡسٌ	عَنۡ نَّفۡسٍ	شَيۡـئًا	وَّلَا يُقۡبَلُ	مِنۡهَا	عَدۡلٌ	وَّلَا	تَنۡفَعُهَا	شَفَاعَةٌ
اور ڈرو	وہ دن	بدلہ نہ ہوگا	کوئی شخص	کسی شخص سے	کچھ	اور نہ قبول کیا جائے گا	اس سے	کوئی معاوضہ	اور نہ	اسے نفع دے گی	کوئی سفارش

سے نہ کوئی مطالبہ ادا کرنے پائے گا اور نہ کسی کی طرف سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائیگا اور نہ کسی کو کوئی سفارش مفید ہوگی

وَّلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿٤٨﴾	وَّلَا	هُمۡ	يُنۡصَرُوۡنَ
اور نہ ان لوگوں کو کوئی بچا سکے گا۔	اور نہ	ان	مدد کی جائے گی

بنی اسرائیل کو انعاماتِ الٰہیہ کی پھر یاد دہانی

يٰبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِيَ الَّتِيۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ

"اے بنی اسرائیل یاد کرو میرے ان احسانوں کو جو میں نے تم پر کیے ہیں"

بنی اسرائیل کو اس سورت میں تین مرتبہ يٰبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ کے معزز خطاب سے مخاطب فرمایا اور اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہونے کی حیثیت سے ان کو اپنے خطاب سے مشرف و سرفراز فرمایا اور اس نسبت کو یاد دلا کر شکر اور اطاعت کی دعوت دی اور ارشاد فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میری نعمتوں کو اس حیثیت سے یاد کرو کہ وہ میرا عطیہ تھیں میری نسبت کے شرف و عزت کو دیکھو اور یاد کرو اور پھر اس حیثیت کو دیکھو کہ اس نعمت کا میں نے تم پر محض اپنی مہربانی سے انعام کیا تھا تمہارا کوئی استحقاق نہ تھا اور اس امر کو یاد کرو کہ میں نے تم کو محض اپنے فضل سے سارے جہان کے لوگوں پر فضیلت اور بزرگی دی تھی یہ بزرگی میرا عطیہ تھا تمہاری ذاتی شے نہ تھی کہ تم سے جدا نہ ہو سکے تم اس دھوکہ میں نہ رہنا کہ یہ بزرگی تم سے چھینی نہیں جا سکتی اگر اس فضیلت اور بزرگی کو باقی رکھنا چاہتے ہو تو ہمارے رسول کی اطاعت کرو اور قیامت کے دن سے ڈرو۔ گویا اس قوم کو آخرت کے نتائج سے پھر آگاہ کیا جا رہا ہے کہ دنیا میں تو انسان کسی کی مدد سے بدلہ یا معاوضہ سے سفارش یا زور سے بچ سکتا ہے لیکن قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ہاں ان میں سے کوئی چیز بھی کام نہ دے گی۔ وہاں صرف ایمان اور عمل صالح کام آئیں گے۔

نعمتوں کی یاد دہانی کا مقصد

مقصود وہی دعوتِ اسلام اور حقانیت اسلام کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات کی شکر گزاری میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ ورنہ پھر انکار کی صورت میں تم عذاب قیامت سے بچ نہیں سکتے۔

اہل ایمان کیلئے شفاعت ثابت ہے

یہاں جس سفارش اور شفاعت کا ذکر ہے کہ قیامت میں کارآمد اور مفید نہ ہوگی وہ ان کے لئے ہے جو صاحب ایمان نہ ہوں اہلِ ایمان کو انبیاء اولیاء وغیرہ کی شفاعت سے قیامت میں ضرور نفع ہوگا جیسا کہ قرآن کریم کے دوسرے مواقع اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور جو اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

﴿﴾ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿﴾

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ

وَاِذِ	ابْتَلٰٓى	اِبْرٰهٖمَ	رَبُّهٗ	بِكَلِمٰتٍ	فَاَتَمَّهُنَّ	قَالَ	اِنِّىْ	جَاعِلُكَ	لِلنَّاسِ	اِمَامًا	قَالَ	وَمِنْ	ذُرِّيَّتِىْ
اور جب	آزمایا	ابراہیم	انکا رب	چند باتوں سے	تو وہ پوری کردیں	اسنے فرمایا	بیشک میں	تمہیں بنانے والا ہوں	لوگوں کا	امام	اسنے کہا	اور سے	میری اولاد

اور جس وقت امتحان کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انکے پروردگار نے چند باتوں میں اور وہ انکو پورے طور سے بجالائے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمکولوگوں کا مقتدا بناؤں گا

قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

قَالَ	لَا يَنَالُ	عَهْدِى	الظّٰلِمِيْنَ
اس نے فرمایا	نہیں پہنچتا	میرا عہد	ظالم (جمع)

انہوں نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے بھی کسی کسی کو ارشاد ہوا کہ میرا عہد خلاف ورزی کرنے والوں کو نہ ملے گا۔

ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ اور اسکے مقاصد

اول: یہ کہ امامت اور پیشوائی کا مرتبہ جب ہی ملتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے امتحان میں کامیاب اور درست نکلے ظالم اور فاسق ہو کر امامت اور دینی سرداری و پیشوائی کا خیال بالکل غلط ہے۔

دوم: یہ بتانا ہے کہ خانہ کعبہ جو اہلِ اسلام کا قبلہ ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کا بنایا ہوا ہے۔ اس کی فضیلت اور بزرگی میں کوئی کلام نہیں کیا جاسکتا اور اہلِ اسلام کا قبلہ وہی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا۔

سوم: یہ ملت اسلام وہی ملت ابراہیمی ہے۔

چہارم: یہ کہ اُمتِ مسلمہ اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور بعثت کی دُعاء سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی۔ لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر وہی ہوسکتا ہے کہ جو ملتِ اسلام کو قبول کرے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

پنجم: یہ کہ بنی اسرائیل کا یہ خیال کرنا کہ نبی آخر الزماں ہمارے خاندان سے نہیں اس لئے ہم اُن پر ایمان نہیں لائیں گے یہ خیال بالکل غلط اور باطل ہے اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو صاحبزادے تھے ایک اسحاق علیہ السلام جن کے بیٹے اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔

ایک مدت تک نبوت و رسالت حضرت اسحٰق اور یعقوب علیہما السلام کی اولاد میں رہی اب وہ فضیلت حضرت اسمٰعیل کی اولاد کو پہنچی یعنی نبوت و رسالت اب بنی اسرائیل سے بنی اسمٰعیل کی طرف منتقل ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دونوں ہی بیٹوں کے لئے برکت کی دُعاء مانگی تھی پس یہود کو چاہئے کہ اب نبی آخر الزماں پر ایمان لائیں کہ جو ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں اور جن کا ظہور دُعاءِ ابراہیمی کی برکت و ثمرہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائشیں:

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ

یہاں اس آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مختلف امتحانات اور ان میں اُن کی کامیابی اور پھر اس کے انعام وصلہ کا بیان فرمایا ہے پھر جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے ازراہِ شفقت اپنی اولاد کے لئے بھی اسی انعام کی درخواست کی تو انعام پانے کا ایک ضابطہ ارشاد فرما دیا گیا جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی درخواست کی منظوری مشروط صورت میں دی گئی کہ یہ انعام آپ کی ذریت کو بھی ملے گا مگر جو لوگ ذرّیت میں

نافرمان فاسق اور ظالم ہوں گے وہ یہ انعام نہ پاسکیں گے۔

ان آزمائشوں کے ذریعے اپنے خلیل علیہ السلام کی تربیت کر کے آپ کے درجات و مقاماتِ عالیہ تک پہنچانا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جلالت شان کو نمایاں فرمانا مقصود تھا۔

پہلا امتحان تو یہی تھا کہ پوری قوم حتیٰ کہ اپنا خاندان اور گھرانہ سب بت پرستی میں مبتلا تھے سب کے عقائد ورسوم سے مختلف ایک دین حنیف اُن کو عطا کیا گیا اور اس کی تبلیغ اور قوم کو اس کی طرف دعوت دینے کا بارگراں آپ پر ڈالا گیا آپ نے پیغمبرانہ جرأت و ہمت کے ساتھ بے خوف وخطر قوم کو خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی طرف بلایا بت پرستی کی شرمناک رسم کی خرابیاں مختلف عنوانات سے بیان کیں۔ عملی طور پر بتوں کے خلاف جہاد کیا اور بادشاہِ وقت نمرود اور اس کی قوم نے آپ کو آگ میں ڈال کر زندہ جلا دینے کا فیصلہ کیا اللہ کے خلیل نے ان سب بلاؤں پر راضی ہو کر اپنے آپ کو آگ میں ڈال دینے کے لئے پیش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امتحان میں اپنے خلیل کو کامیاب پایا تو آگ کو حکم فرما دیا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ ۔''اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور ذریعۂ سلامتی بن جا''

دوسرا امتحان یہ لیا گیا کہ اپنے اصلی وطن کو چھوڑ کر شام کی طرف ہجرت کر جائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رضائے خداوندی کی تڑپ میں قوم و وطن کو بھی خیر باد کہہ دیا اور ملک شام میں چلے آئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد یہ حکم ملا جو تیسرا امتحان تھا کہ بی بی ہاجرہؓ اور ان کے شیر خوار بچہ اسمٰعیل کو ساتھ لے کر شام سے کوچ کر جائیں۔ آپ دونوں کو ساتھ لے کر چلے جب چٹیل میدان اور گرم ریگستان اور بے آب ودانہ سنسان بیابان جہاں نہ آدم نہ حیوان، نہ چرند پرند، آجاتا ہے جہاں اب بَیْتُ اللّٰہ کی تعمیر اور شہر مکہ معظمہ آباد ہے تو اس بے آب وگیاہ میدان میں آپ کو اُتار دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ملتا ہے کہ بی بی اور بچہ کو یہیں چھوڑیں اور خود ملک شام کو واپس ہو جائیں۔ اللہ کے خلیل حکم پاتے ہی تعمیل ارشاد میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایک تھیلی کھجوروں کی اور ایک مشکیزہ پانی کا دے کر بیوی بچہ کو چھوڑ کر شام کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں تعمیل حکم میں اتنی تاخیر بھی گوارا نہیں کہ بیوی کو یہ اطلاع ہی دے دیں۔ حضرت ہاجرہ جب آپ کو جاتے ہوئے دیکھتی ہیں تو پکارتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اس لق ودق میدان میں چھوڑ کر ہم کو آپ کہاں جارہے ہیں؟ مگر آپ کچھ جواب نہیں دیتے مگر وہ بی بی بھی حضرت خلیل اللہ کی بیوی تھیں سمجھ گئیں کہ یہ ماجرا کیا ہے اور کہنے لگیں کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ کا ایسا حکم ملا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، حضرت ہاجرہؓ کو جب حکمِ خداوندی کا علم ہو گیا تو فرمایا کہ اچھا جایئے جس مالک نے آپ کو چلے جانے کا حکم فرمایا ہے وہ ہمیں بھی ضائع نہیں کرے گا۔ پھر رحمتِ خداوندی نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو پالا اور خشک زمین سے پانی کا ایک چشمہ جس کو آج تک زم زم کہتے ہیں نکال دیا پھر آبادی کا سامان ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کبھی کبھی تشریف لاتے اور حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو دیکھ جاتے جب حضرت اسمٰعیل بڑے اور سمجھدار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ چوتھا امتحان لیتے ہیں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حکم خداوندی ہوتا ہے کہ بچہ کو ہمارے نام پر قربان کر دو اور اپنے ہاتھ سے اپنے پیارے بچہ کو ذبح کر دو پھر اس خواب کی تعمیل میں جو واقعہ پیش آیا وہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل سے اپنا یہ خواب بیان فرمایا تو فرزند سعید نے بخوشی اپنی جان قربان کرنے کی آمادگی ظاہر فرمائی۔ اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صاحبزادے کو منیٰ کے جنگل میں لے جانا اور اپنی طرف

سے حکم حق جل وعلا کی پوری تعمیل میں حضرت اسمٰعیل کے گلے پر پوری طاقت سے چھری پھیر دینا مگر چھری کا ایک بال بھی نہ کاٹنا اور پھر جنت سے ایک فدیہ کا آنا اور اُس کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذبح کرنا اور اس سنتِ ابراہیمی کا آنے والی دنیا کے لئے دائمی سنتِ قربانی بن جانا اور حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا سے ارشاد فرمانا کہ خواب میں جو کچھ آپ نے دیکھا تھا اس کو پورا کردیا۔

ان امتحانات کی تکمیل اور کامیابی کا انعام اور صلہ یہ ملا اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں آپ کو لوگوں کا امام و پیشوا بنانے والا ہوں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے متعلق یہ خوشخبری سنائی گئی تو اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے درخواست پیش فرمائی قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ (میری اولاد میں بھی) یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ میری اولاد اور نسل سے بھی امام و نبی بنایئے۔ اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے جواب ارشاد ہوا قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ یعنی آپ کی یہ درخواست منظور ہے مگر اس کا ضابطہ سن لیجئے کہ میرا یہ عہدہ ظالموں اور خلاف ورزی کرنے والوں کو نہیں ملے گا۔

چنانچہ ایک مدتِ دراز تک امامت و قیادت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کے اندر حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد یعنی بنی اسرائیل میں رہی لیکن جب وہ ظلم کے مرتکب ہوئے اور شرک اور تحریف تورات و انجیل اور قتل انبیاء اور نافرمانی احکام وغیرہ وغیرہ میں مبتلا ہوئے اور منصب امامت کے بالکل اہل نہ رہے تو یہ امامت بنی اسرائیل سے بدل کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہوگئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہود جو دعویدار تھے کہ نبوت ہمارا ہی ورثہ ہے اور امامت و نبوت و رسالت بنی اسرائیل ہی میں ہوتی چلی آئی ہے اس لئے ہم اسمٰعیلی نبی کا اتباع نہیں کرسکتے تو اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا اور یہ ثابت فرمایا گیا کہ امامت اور پیشوائی کا منصب و مرتبہ جب ہی ملتا ہے کہ جب اللہ کی کامل اطاعت و فرمانبرداری ہو اور اللہ کے امتحان میں کامیاب نکلے ظالم اور فاسق ہو کر نہ امامت اور دینی پیشوائی کسی کو ملی ہے نہ آئندہ ملے گی خدا پرست انسانوں ہی کے لئے امامت و نبوت مخصوص رہی خواہ وہ اسرائیلی ہوں یا اسمٰعیلی۔ سلسلہ نسب کو کوئی دخل نہیں ہے پھر دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد ہیں۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ظالمین و فاسقین کے گروہ میں شامل ہونے سے بچالیں۔ ہر حال میں ہمارے دین کی حفاظت فرمائیں اور اسلام پر ہم کو استقامت بخشیں۔ اے اللہ! ہماری حالتوں پر رحم و کرم فرما اور ہم کو اسلام سے سچی محبت عطا فرما اور اسلام کی بدولت دین و دنیا میں عزت، غلبہ اور شوکت نصیب فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّی ؕ وَعَھِدْنَآ

وَاِذْ	جَعَلْنَا	الْبَیْتَ	مَثَابَۃً	لِّلنَّاسِ	وَاَمْنًا	وَاتَّخِذُوْا	مِنْ	مَقَامِ اِبْرٰھٖمَ	مُصَلًّی	وَعَھِدْنَآ
اور جب	بنایا ہم نے	خانہ کعبہ	اجتماع کی جگہ	لوگوں کیلئے	اور امن کی جگہ	اور تم بناؤ	سے	"مقام ابراہیمؑ"	نماز کی جگہ	اور ہم نے حکم دیا

اور جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد اور امن مقرر رکھا اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیا کرو اور ہم نے

اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَھِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ۝

اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ	وَاِسْمٰعِیْلَ	اَنْ	طَھِّرَا	بَیْتِیَ	لِلطَّآئِفِیْنَ	وَالْعٰکِفِیْنَ	وَالرُّکَّعِ	السُّجُوْدِ
ابراہیم کو	اور اسمٰعیل کو	کہ وہ	پاک رکھیں	میرا گھر	طواف کرنے والوں کیلئے	اور اعتکاف کرنیوالے	اور رکوع کرنیوالے	سجدہ کرنیوالے

حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی طرف حکم بھیجا کہ میرے گھر کو خوب پاک رکھا کرو بیرونی اور مقامی لوگوں کے واسطے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے واسطے

خانہ کعبہ کی فضیلت

یہود خانہ کعبہ کی بزرگی اور فضیلت کے قائل نہ تھے اور حج بیت اللہ کو بھی ایک فضول حرکت جانتے تھے اور کہتے کہ یہ صرف عرب کے جاہلوں کا طریقہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ نہیں اور نہ اس کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا اور نہ حاجیوں اور طواف کرنے والوں کے لئے مقرر فرمایا ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہود کے اس خیالِ باطل کا رد فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد اور مرجع خلائق اور مقام امن ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا

"اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد اور مقام امن ہمیشہ سے مقرر رکھا۔"

یہاں آیت کے اس جملہ میں اَلْبَیْتَ جس کے لفظی معنی گھر کے ہیں اس سے مراد بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ ہے جو مکہ معظمہ میں مَسْجِدُ الْحَرَامُ میں واقع ہے۔

یہاں اس آیت میں بَیْتُ اللّٰہ یعنی خانہ کعبہ کی فضیلت کے سلسلہ میں دو باتیں فرمائی گئیں ایک تو مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ فرمایا دوسرے وَاَمْنًا۔

مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ کے معنی ہیں آدمیوں کے لئے بار بار لوٹنے یا رجوع کرنے کی جگہ۔ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو یہ خاص فضیلت بخشی ہے کہ وہ ہمیشہ مرجع خلائق بنا رہے گا اور لوگ بار بار اُس کی طرف جانے کے آرزومند رہیں گے چنانچہ اہلِ ایمان کبھی اس کی زیارت سے سیر نہیں ہوتے بلکہ ہر مرتبہ پہلے سے زیادہ زیارت و طواف کا شوق لے کر جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کے دِل میں خانہ کعبہ کا شوق جذبِ مقناطیسی کی طرح ڈال دیا ہے اس لئے لاکھوں آدمی دور دراز سے وہاں آتے ہیں اور بیت اللہ ہی کا وصف ہے کہ بار بار حج کرتے ہیں اور دل نہیں بھرتا۔

دوسری صفت بیت اللہ کی وَاَمْنًا فرمائی یعنی امن کی جگہ، خانہ کعبہ کی عمارت اور اس کے اِردگرد کا علاقہ جو حرم میں داخل ہے اُس میں خونریزی یا جانوروں کا شکار قطعاً ممنوع ہے، زمانہ جاہلیت میں بھی عربوں میں دستور تھا کہ حرم میں اپنے باپ اور بھائی کا قاتل بھی کسی کو ملتا تو انتقام نہیں لیتے تھے اور عام جنگ و

9 قتال کو بھی حرم میں حرام سمجھتے تھے۔ شریعت اسلام میں بھی یہ حکم اسی طرح باقی رکھا گیا۔

فتح مکہ کے دن صرف چند گھنٹوں کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ارض حرم میں قتال کو جائز کیا گیا تھا مگر اسی وقت پھر ہمیشہ کیلئے حرام کر دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے خطبہ میں اس کا اعلان فرما دیا تھا الغرض اس درجہ خانہ کعبہ کو اللہ تعالیٰ نے امن کی جگہ بنایا۔

مقامِ ابراہیم

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى "اور بناؤ مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ" یہاں مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے کہ جس پر چڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کی دیواریں چنتے تھے اور جوں جوں دیواریں بلند ہوتی جاتی تھیں وہ پتھر بھی بلند ہوتا جاتا تھا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نیچے سے پتھر اور گارا دیتے اور دُعاء کرتے جاتے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدمِ مبارک کا نشان بطور معجزہ پڑ گیا تھا۔ اب سعودی عرب کے شاہ فیصل کے زمانہ میں موٹے شیشے کے اندر یہ پتھر محفوظ کر دیا ہے خانہ کعبہ کے طواف کے بعد دو رکعت نماز طواف اس مقامِ ابراہیم کے پیچھے ادا کی جاتی ہے۔ جسے طواف کے نفل کہتے ہیں۔

خانہ کعبہ کی پاکی کا حکم

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ یعنی یہود و نصاریٰ جو حج بیت اللہ کے منکر تھے اُن کو یہاں جتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ بَيْتُ الْعَتِيْق کو طواف کرنے والوں اور حج وعمرہ میں آنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کے لئے خوب پاک صاف رکھا کرو یعنی خانہ کعبہ ہر طرح کی نجاست و گندگی خواہ ظاہری ہو یا باطنی اس سے پاک صاف رہنا چاہئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کعبہ کی طہارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہے صرف شریعت محمدیہ ہی میں نہیں ہے۔

اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ میں سوائے عبادت و بندگی اور خدا پرستی کے دنیوی مشاغل ناجائز ہیں نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ کوئی مشرک اور کافر شرک و کفر کی نجاست باطنی کے ساتھ بیت اللہ میں داخل نہ ہو۔

دُعاء کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے گھر بیت اللہ شریف کی عزت و بزرگی کو اور بلند فرمائیں اور اپنے اس مقدس گھر کی حاضری کی توفیق ہم کو نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنے حرم محترم بیت اللہ کی سچی محبت وعظمت عطا فرما اور ہم میں سے ہر ایک کو مرنے سے پہلے اپنے بیت الحرام کی زیارت کا شرف نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ

وَاِذْ	قَالَ	اِبْرٰهٖمُ	رَبِّ	اجْعَلْ	هٰذَا بَلَدًا	اٰمِنًا	وَّارْزُقْ	اَهْلَهٗ	مِنَ	الثَّمَرٰتِ	مَنْ	اٰمَنَ	مِنْهُمْ	بِاللّٰهِ
اور جب	کہا	ابراہیمؑ	اے میرے رب	بنا	یہ شہر	امن والا	اور روزی دے	اسکے رہنے والے	سے	پھل (جمع)	جو	ایمان لائے	ان سے	اللہ پر

اور جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اسکو ایک شہر بنا دیجئے امن والا اور اسکے بسنے والوں کو پھلوں سے عنایت کیجئے انکو جو کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ پر

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾

وَ	الْيَوْمِ الْاٰخِرِ	قَالَ	وَمَنْ	كَفَرَ	فَاُمَتِّعُهٗ	قَلِيْلًا	ثُمَّ	اَضْطَرُّهٗٓ	اِلٰى	عَذَابِ النَّارِ	وَبِئْسَ	الْمَصِيْرُ
اور	آخرت کا دن	اس نے فرمایا	اور جو	اس نے کفر کیا	اسے نفع دوں گا	تھوڑا	پھر	مجبور کرونگا اسکو	طرف	دوزخ کا عذاب	اور بری	لوٹنے کی جگہ

اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہوں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور اس شخص کو بھی جو کہ کافر رہے سو ایسے شخص کو تھوڑے روز تو خوب آرام برتا دونگا پھر اسکو کشاں کشاں عذاب دوزخ میں پہنچاؤں گا اور ایسے پہنچنے کی جگہ تو بہت بری ہے

شہر مکہ کیلئے ابراہیم علیہ السلام کی دُعائیں

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ ...... اِلٰی ...... وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے کئی دُعائیں مانگیں۔ سب سے پہلی دُعاء حق تعالیٰ سے یہ فرمائی کہ اس جنگل بیابان چٹیل میدان غیر آباد جگہ کو آپ ایک شہر بنا دیں تا کہ یہاں سکونت میں وحشت نہ ہو اور ضروریاتِ زندگی بآسانی میسر ہو جائیں۔

دوسری دُعاء یہ فرمائی کہ اس شہر کو امن والا شہر بنا دیجئے یعنی جو قتل وغارت گری کی آفات سے مامون و محفوظ ہو۔

تیسری دُعاء یہ فرمائی کہ اس جگہ رہنے والوں کو پھلوں کا رزق عطا فرمایئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دُعائیں قبول فرمائیں اور مکہ مکرمہ ایک ایسا شہر آباد ہو گیا کہ اپنی آبادی کے علاوہ ساری دُنیا کا مرجع بن گیا اطرافِ عالم سے مسلمان وہاں پہنچنے کو اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتے ہیں اور مکہ کو ایسا دارالامن بنایا کہ جاہلیت کے زمانہ میں بھی کفار مکہ حرم کے اندر کشت وخون نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی پردیسی مکہ سے باہر کسی کو قتل کر کے شہر کے اندر آ جاتا تھا تو کوئی اس سے قصاص نہیں لے سکتا تھا اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت والے کتنی ہی خرابیوں اور کفر وشرک میں مبتلا ہونے کے باوجود بیت اللہ اور اس کے ماحول حرم کی تعظیم وتکریم کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے تھے۔

شریعتِ اسلامیہ میں تو مکہ کے چوطرفہ کئی کئی میل تک کی سرزمین حرم میں داخل ہے کہ نہ اُس میں کوئی شکار کھیلے نہ کوئی کسی کو قتل کرے نہ وہاں کے درخت کاٹے نہ گھاس اُکھاڑے۔

تیسری دُعاء یعنی اہلِ مکہ کو رزق دینے والی دُعاء نے قبولیت کی عجیب شان اختیار کی کہ مکہ جیسے خشک ریگستانی مقام میں دُور دُور سے ہر قسم کی چیز اس شہر میں آتی ہے اور مکہ سے نزدیک طائف کا ایک ایسا خطہ بنا دیا کہ جس میں ہر طرح کے بہترین پھل بکثرت پیدا ہوتے ہیں اور ہر طرح کی سبزی ترکاریاں وغیرہ روز کے روز مکہ میں پہنچتی رہتی ہیں الغرض کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان دعاؤں کی برکت کا ظہور آج تک ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عام رزاقیت

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دُعاء میں صرف اہلِ ایمان کی تخصیص فرمائی یعنی دُعاء یہ تھی کہ یہاں کے رہنے

والوں کو جو صاحب ایمان ہوں اُن کو پھلوں کی روزی عطا فرما۔ علمائے مفسرین نے وجہ اس کی یہ لکھی ہے کہ اس سے قبل جیسا کہ گذشتہ درس نمبر ۵۵ (آیت نمبر ۱۲۴) میں بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی درخواست پر ارشاد فرمایا تھا کہ میرا عہدۂ نبوت وامامت ظالموں یعنی کافروں اور نافرمانوں کو نہیں پہنچے گا یعنی یہ روحانی نعمت نبوت و رسالت اقتدار دینی وامامت صرف صاحب ایمان لوگوں کو دی جائے گی اور اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اَدَباً اپنی دُعاء میں قید لگا دی اور کافروں کو شامل نہیں کیا لیکن چونکہ رزق مادی اور رزق روحانی میں فرق ہے نبوت اور جسمانی پرورش کا سامان جدا جدا چیزیں ہیں۔ روزی اللہ کی شان رزّاقیت کے طفیل سب نیک و بد، کافر ومؤمن کو ملتی ہے اس لئے آگے کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

میں رب العلمین ہوں سب کا رزاق ہوں اس لئے مؤمن کو بھی ثمرات سے رزق دوں گا اور کافر کو بھی جیتے جی رزق دوں گا لیکن پھر مرنے کے بعد کافر کو لاچار اور بے بس بنا کر کشاں کشاں عذاب نار تک پہنچایا جائے گا اور بیشک جہنم بہت بُری جگہ ہے یعنی دُنیا میں تو کوئی ٹھکانا اگر ایک طرح بُرا ہوتا ہے تو کسی دوسری طرح اچھا بھی ہوتا ہے مگر جہنم تو کفار کے لئے ایسا ٹھکانا ہوگا کہ جو کسی اعتبار سے بھی اچھا نہیں ہر طرح سے بُرا ہی بُرا ہے۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ اس مقدس شہر کی عظمت و بزرگی اور بڑھائیں اور وہاں کی برکتیں اور نعمتیں اور زیادہ فرمائیں۔

یا اللہ! اپنے اس مقدس ومحترم سرزمین مکہ کی زیارت ہم سب کو زندگی میں نصیب فرما۔

یا اللہ! اس امن والے شہر کی روزی زندگی میں ہم سب کو نصیب فرما اور وہاں کی حاضری اور برکتوں اور نعمتوں سے ہم میں سے کسی کو محروم نہ فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ

وَاِذْ	یَرْفَعُ	اِبْرٰھٖمُ	الْقَوَاعِدَ	مِنَ	الْبَیْتِ	وَاِسْمٰعِیْلُ	رَبَّنَا	تَقَبَّلْ	مِنَّا	اِنَّکَ	اَنْتَ	السَّمِیْعُ
اور جب	اٹھاتے تھے	ابراہیم	بنیادیں	سے	خانہ کعبہ	اور اسمٰعیل	اے ہمارے رب	قبول فرمالے	ہم سے	بیشک تو	تو	سننے والا

اور جب کہ اٹھا رہے تھے ابراہیم ﷺ دیواریں خانہ کعبہ کی اور اسمٰعیل ﷺ بھی (اور یہ کہتے جاتے تھے کہ) اے ہمارے پروردگار ہم سے قبول فرمائیے بلاشبہ آپ خوب سننے والے ہیں

الْعَلِیْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا

الْعَلِیْمُ	رَبَّنَا	وَاجْعَلْنَا	مُسْلِمَیْنِ	لَکَ	وَ	مِنْ	ذُرِّیَّتِنَا	اُمَّۃً	مُسْلِمَۃً	لَکَ	وَاَرِنَا	مَنَاسِکَنَا
جاننے والا	اے ہمارے رب	اور ہمیں بنالے	فرماں بردار	اپنا	اور	سے	ہماری اولاد	اُمت	فرمانبردار	اپنی	اور ہمیں دکھا	حج کے طریقے

جاننے والے ہیں اے ہمارے پروردگار اور ہمکو اپنا اور زیادہ مطیع بنا لیجئے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کیجئے جو آپکی مطیع ہو اور ہمکو ہمارے حج کے احکام

وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ

وَتُبْ عَلَیْنَا	اِنَّکَ	اَنْتَ	التَّوَّابُ	الرَّحِیْمُ	رَبَّنَا	وَابْعَثْ	فِیْھِمْ	رَسُوْلًا	مِنْھُمْ
اور ہماری توبہ قبول فرما	بیشک	تو	توبہ قبول کرنیوالا	رحم کرنیوالے	اے ہمارے رب	اور بھیج	ان میں	ایک رسول	ان سے

بھی بتلا دیجئے اور ہمارے حال پر توجہ رکھیے اور فی الحقیقت آپ ہی ہیں توجہ فرمانے والے مہربانی کرنے والے اے ہمارے پروردگار اس جماعت کے اندر ان ہی میں کا ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کیجئے

یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۱۲۹﴾

یَتْلُوْا	عَلَیْھِمْ	اٰیٰتِکَ	وَیُعَلِّمُھُمُ	الْکِتٰبَ	وَالْحِکْمَۃَ	وَیُزَکِّیْھِمْ	اِنَّکَ	اَنْتَ	الْعَزِیْزُ	الْحَکِیْمُ
وہ پڑھے	ان پر	تیری آیتیں	اور انہیں تعلیم دے	"کتاب"	اور حکمت (دانائی)	اور انہیں پاک کرے	بیشک	تو	غالب	حکمت والا

جو ان لوگوں کو آپکی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کریں اور انکو کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کریں اور انکو پاک کر دیں بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرۃ کامل الانتظام

تعمیر کعبہ کے عمل کی قبولیت کیلئے دُعاء:

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ ...... الٰی ...... اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

یعنی جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پتھر اور گارا اُٹھا کر دیتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام چنائی فرماتے ۔ اور جیسا کہ نیک بندوں کا قاعدہ ہے کہ اپنے اعمال کے غیر مقبول ہونے سے ڈرتے جاتے ہیں اسی طرح حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام بھی خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے ہوئے نہایت عجز و انکسار سے دُعائیں کرتے جاتے تھے کہ اے ہمارے رب اپنے فضل سے ہماری اس خدمت اور کوشش کو قبول فرما کیونکہ تو ہماری دُعاؤں کا خوب سننے والا اور ہمارے دل کی حالت یعنی نیت کو خوب جاننے والا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی بڑے سے بڑا عمل کرے تو اس پر ناز نہ کرے بلکہ الحاح و زاری کے ساتھ دُعاء کرے کہ میرا یہ عمل قبول ہو جائے۔

تین اور دُعائیں

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا ...... الٰی ...... اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

پہلی دُعاء یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنا مسلم اور حکم بردار بندہ

یعنی ہم کو ہمیشہ اپنی فرمانبرداری پر قائم رکھنا اور ہمیشہ ہم کو اپنی اطاعت گزاری کی توفیق عطا فرمانا تا کہ آپ کی مرضی کے خلاف ہم سے کبھی کوئی فعل سرزد نہ ہو۔

دوسری دُعاء یہاں یہ فرمائی کہ اے اللہ ہماری ذریت میں ایک اُمتِ مسلمہ پیدا فرما یعنی ایسی اُمت اور ایسی قوم پیدا کر جو تیری فرمانبردار ہو اور نام بھی اس قوم کا مسلم اور مسلمان ہو یعنی صفت بھی اس کی اسلام یعنی اطاعت شعاری اور فرمانبرداری ہو اور اسی نام یعنی اسلام سے پکاری جائے یہاں اِس دُعاء میں جس امت کا ذکر ہے وہ بنی اسمٰعیل ہی میں سے ہے جن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

تیسری دُعاء یہ فرمائی کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنے دربار کی حاضری یعنی حج وطواف وغیرہ کے احکام اور آداب بھی بتا دیجئے تا کہ آدابِ عبودیت اور آدابِ دربار میں ہم سے کوئی تقصیر نہ ہو جائے تاہم ہم انسان ہیں سہو ونسیان سے مرکب ہیں ہم سے اگر آداب دربار میں کوئی سہو اور تقصیر ہو جائے تو ہم پر توجہ وعنایت فرمانا اور ہماری تقصیر سے درگزر کرنا بے شک آپ ہی بڑی توجہ اور عنایت فرمانے اور مہربانی کرنے والے ہیں۔ چنانچہ مقاماتِ حج کو بذریعہ جبرئیل امین دکھا کر متعین کر دیا گیا اور احکام حج کی واضح تلقین وتعلیم فرما دی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی دُعاء

یہاں حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے جو دُعاء فرمائی اور جس اُمت مسلمہ کے لئے دُعاء کی وہ یہی امت اسلامیہ ہے اور اس امت مسلمہ میں جس پیغمبر کے مبعوث ہونے کی دُعاء کی وہ ذات گرامی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے اس لئے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی نسل میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایسے رسول ہوئے ہیں اور بجز ذاتِ گرامی کے مکہ یا اس کے اطراف میں کوئی ایسا نہیں گزرا کہ جس کی بدولت لوگوں نے علم وحکمت وتزکیہ حاصل کیا ہو خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کے نزدیک اس وقت خاتم النبیین تھا جب کہ آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے بلکہ اُن کا خمیر ہی تیار ہو رہا تھا اور میں اپنے معاملہ کی ابتداء بتاتا ہوں کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعاء اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کے خواب کا مظہر ہوں۔

خلاصہ یہ کہ اگر یہود ونصاریٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معتقد ہیں اور آپ کے پیرو ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ رسالت محمدیہ کا اتباع اختیار کریں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ کا یہ بہت بڑا انعام واحسان ہے کہ ہم کو امت مسلمہ میں پیدا فرمایا اور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔

یا اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع نصیب فرما اور قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ

وَمَنْ	يَّرْغَبُ	عَنْ	مِّلَّةِ	اِبْرٰهٖمَ	اِلَّا	مَنْ	سَفِهَ	نَفْسَهٗ	وَلَقَدِ	اصْطَفَيْنٰهُ	فِي الدُّنْيَا
اور کون	منہ موڑے	سے	دین	ابراہیمؑ	سوائے	جس نے	بیوقوف بنایا	اپنے آپ	اور بیشک	ہم نے اسے چُن لیا	دنیا میں

اور ملتِ ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو اور ہم نے اُن (ابراہیم) کو دُنیا میں منتخب کیا

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٣٠﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ

وَاِنَّهٗ	فِي الْاٰخِرَةِ	لَمِنَ	الصّٰلِحِيْنَ	اِذْ قَالَ	لَهٗ	رَبُّهٗٓ	اَسْلِمْ	قَالَ	اَسْلَمْتُ	لِرَبِّ
اور بیشک وہ	آخرت میں	سے	نیکوکار (جمع)	جب کہا	اسکو	اسکا رب	سر جھکادے	اس نے کہا	میں نے سر جھکا دیا	رب کیلئے

اور وہ آخرت میں بڑے لائق لوگوں میں شمار کیے جاتے ہیں جبکہ اُن سے انکے پروردگار نے فرمایا کہ تم اطاعت اختیار کرو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اطاعت اختیار کی رب العالمین کی

الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٣١﴾ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ

الْعٰلَمِيْنَ	وَوَصّٰى	بِهَا	اِبْرٰهٖمُ	بَنِيْهِ	وَيَعْقُوْبُ	يٰبَنِىَّ	اِنَّ اللّٰهَ	اصْطَفٰى	لَكُمُ	الدِّيْنَ
تمام جہان	اور وصیت کی	اسکی	ابراہیمؑ	اپنے بیٹے	اور یعقوبؑ	میرے بیٹو	بیشک اللہ	چُن لیا	تمہارے لئے	دین

اور اسی کا حکم کر گئے ہیں ابراہیمؑ اپنے بیٹوں کو اور یعقوبؑ بھی میرے بیٹو اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ ۭ

فَلَا تَمُوْتُنَّ	اِلَّا	وَاَنْتُمْ	مُّسْلِمُوْنَ
پس تم ہرگز نہ مرنا	مگر	اور تم	مسلمان (جمع)

سوتم بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔

ملت ابراہیمی کی فضیلت

وَمَنْ يَّرْغَبُ ...... الٰى ...... لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ

حضرت عبداللہ بن سلام نے جو کہ یہودی سے مسلمان ہوئے تھے اور اپنے دین کے بڑے عالم تھے اپنے دو بھتیجوں سے جن کا نام سلمہ اور مہاجر تھا یہ فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں فرمایا ہے کہ میں بنی اسمٰعیل سے ایک نبی پیدا کروں گا جن کا نام احمد ہوگا (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جو اُن پر ایمان لائے گا وہ ہدایت پائے گا اور جو کفر کرے گا اس پر خدا کی پھٹکار ہوگی اور وہ ملعون ہوگا یہ سن کر سلمہ نے تو اسلام قبول کرلیا لیکن مہاجر نے انکار کیا اور وہ نہ مانا اُس کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ملتِ ابراہیمی سے صرف وہی شخص روگردانی کرسکتا ہے جس میں ذرا عقل نہ ہو اور جو دین کی سمجھ سے بالکل کورا ہو کیونکہ یہ ملت عین دینِ فطرت ہے کوئی سلیم الفطرۃ انسان اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ آگے اس کی علت بیان فرمائی کہ اس ملت کا شرف و فضیلت اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی ملت کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دُنیا میں بھی عزت و بزرگی عطا فرمائی اور عہدہ رسالت کیلئے منتخب کیا اور آخرت میں بھی اُن کو اپنی مخصوص نعمتیں عطا فرمائے گا۔ اور چونکہ حضور اقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملتِ ابراہیمی کی تجدید کی لہٰذا جو شخص

ملتِ اسلامیہ کا منکر ہے وہ ملتِ ابراہیمی کا منکر ہے۔

ملتِ ابراہیمی کا بنیادی اصول:

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یہاں سے صاف معلوم ہوا کہ ملت ابراہیمی کا بنیادی اصول اور پوری حقیقت ایک لفظ اسلام میں مضمر ہے، جس کے معنی ہیں اطاعت حق اور یہی رُوح وخلاصہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب ومسلک کا اور اسلام یعنی اطاعت حق ہی وہ چیز ہے جس کے لئے یہ ساری کائنات پیدا کی گئی اور جس کے لئے انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے اور آسمانی صحیفے اور کتابیں نازل کی گئیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کو وصیت:

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب تک زندہ رہے اسی ملت اسلام پر قائم رہے اور جب اس دنیا سے انتقال کا وقت آیا تو اپنے سب بیٹوں کو اسی ملتِ اسلام پر قائم رہنے کی وصیت کی ۔جن میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق بھی تھے اور پھر اسی طرح حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے یعقوب علیہ السلام نے وفات کے وقت اپنے بیٹوں سے کہا کہ اے میرے بیٹو! تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ دین اسلام پسند کیا ہے، اس کے سوا کوئی دین مقبول نہیں پس تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم اسلام پر پختہ اور قائم رہو یعنی بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا اس سے بھی ثابت ہوا کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت یہودیت یا نصرانیت کی وصیت نہیں کی بلکہ حالتِ اسلام پر قائم رہنے اور اسی پر مرنے کی وصیت کی۔

مقصودِ آیات:

الغرض یہاں یہود ونصاریٰ کو بتایا گیا کہ جن بزرگوں کو تم مانتے ہو اور جن کے دین پر تم چلنے کا دعویٰ کرتے ہو وہ تو اپنی اولاد کو اپنے اُسی دین کی پیروی کا حکم دے گئے جس پر وہ خود کاربند تھے یعنی دین توحید اور ملتِ اسلام اس لئے اگر تم انہیں پیشوا مانتے ہو تو ان کے اصل دین کا اتباع کرو اور وہ اصل دین اب وہی ہے جس کی طرف نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے ذریعے دعوت دے رہے ہیں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ کا بے انتہاء شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو دین اسلام عطا فرمایا۔
یا اللہ! ہم کو اسلام کی سچی محبت عطا فرما، اسلامی قوانین کی ہم کو پیروی نصیب فرما اسلامی شریعت کا ہم کو ظاہراً و باطناً اتباع نصیب فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ

أَمْ كُنْتُمْ	شُهَدَآءَ	إِذْ	حَضَرَ	يَعْقُوْبَ	الْمَوْتُ	إِذْ قَالَ	لِبَنِيْهِ	مَا تَعْبُدُوْنَ	مِنْ بَعْدِيْ
کیا تم تھے	موجود	جب	آئی	یعقوب	موت	جب اس نے کہا	اپنے بیٹوں کو	کس کی تم عبادت کروگے؟	میرے بعد

کیا تم خود موجود تھے جس وقت یعقوبؑ کا آخری وقت آیا جس وقت انہوں نے اپنے بیٹے سے پوچھا کہ تم لوگ میرے بعد کس کی پرستش کروگے

قَالُوْا نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ اٰبَآئِكَ إِبْرٰهٖمَ وَإِسْمٰعِيْلَ وَإِسْحٰقَ إِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ

قَالُوْا	نَعْبُدُ	إِلٰهَكَ	وَإِلٰهَ	اٰبَآئِكَ	إِبْرٰهٖمَ	وَإِسْمٰعِيْلَ	وَإِسْحٰقَ	إِلٰهًا	وَّاحِدًا	وَّنَحْنُ
انہوں نے کہا	ہم عبادت کرینگے	تیرا معبود	اور معبود	تیرے باپ دادا	ابراہیم	اور اسمٰعیل	اور اسحٰق	معبود	واحد	اور ہم

انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس کی پرستش کریں گے جسکی آپ اور آپ کے بزرگ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق پرستش کرتے آئے ہیں یعنی وہی معبود جو وحدہٗ لاشریک ہے اور ہم

لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۱۳۳ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ

لَهٗ	مُسْلِمُوْنَ	تِلْكَ	أُمَّةٌ	قَدْ خَلَتْ	لَهَا	مَا كَسَبَتْ	وَلَكُمْ	مَّا كَسَبْتُمْ	وَلَا تُسْئَلُوْنَ
اسی کے	فرمانبردار	یہ	ایک امت	گزر گئی	اس کیلئے	جو اس نے کمایا	اور تمہارے لئے	جو تم نے کمایا	اور تم سے نہ پوچھا جائے گا

اسی کی اطاعت پر رہیں گے یہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی اُنکے کام اُن کا کیا ہوا آوے گا اور تمہارے کام تمہارا کیا ہوا آوے گا اور تم سے

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۳۴

عَمَّا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
اسکے بارہ میں	جو وہ کرتے تھے

اُنکے کیے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی۔

یہود کے دعوے کی تردید

یہود دعویٰ کرتے تھے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنی ساری اولاد کو بلا کر کہا تھا کہ تم اپنے مذہب یہودیت کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ہمیشہ یہودی رہنا پھر ہم مسلمانوں کے کہنے میں آکر ان کی وصیت کی کس طرح مخالفت کرسکتے ہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور یہود کے قول کی تردید فرمائی گئی اور یہود کو خطاب کرکے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ ...... الٰی ...... وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے یہود کو خطاب کرکے ارشاد ہوا کہ تم کو کیا معلوم کہ یعقوب علیہ السلام نے مرتے وقت اپنی اولاد کو کیا وصیت کی تھی؟ کیا تم اُن کی وفات کے وقت وہاں موجود تھے؟ مراد یہ ہے کہ تم لوگ نہ اُس زمانہ میں موجود تھے نہ کوئی طریقہ صحیح علم کا تمہارے پاس ہے نہ توراۃ میں اس کا بیان ہے پھر تم کو یہ کہاں سے خبر ہوئی کہ یعقوب علیہ السلام نے وفات کے وقت اپنے بیٹوں کو یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی۔

پھر حق تعالیٰ خود ہی حقیقت حال کا اظہار فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ بات یہ تھی کہ یعقوب علیہ السلام نے جب اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم میرے بعد کس کی پرستش کروگے؟ تو بیٹوں نے بالاتفاق جواب دیا کہ ہم اُس ذات پاک کی پرستش کریں گے جو وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ ہے اور جس کی بندگی حضرت

ابراہیم وحضرت اسمٰعیل وحضرت اسحٰق علیہم السلام کرتے آئے ہیں اور ہم اُسی ایک خدا کی اطاعت پر قائم رہیں گے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو وصیت کرنے کی ضرورت اس وجہ سے پڑی کہ اس زمانہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں تھے مصر کے بادشاہ کے علاوہ عام مصری یعنی قبطی کافر تھے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو خطرہ ہوا کہ کہیں مصریوں کی صحبت بد کی وجہ سے یہ بھی غیر اللہ کی پرستش نہ کرنے لگیں۔

آباء پر فخر کی تردید:

تِلْكَ اُمَّةٌ ......الٰی...... كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

یعنی اے یہود اگر چہ تم ان بزرگوں کی اولاد ہو اور تم اس نسبت پر فخر و ناز کرتے ہو لیکن وہ خدا کے برگزیدہ بندوں کی ایک جماعت تھی جو گزر گئی اور دُنیا سے رخصت ہوتے وقت دین حق پر قائم رہنے کی وصیت کر گزری اس جماعت کے لئے وہ اعمال کام آئیں گے جو اُس نے کئے اور تمہارے لئے تمہارے اعمال کام آئیں گے تم کو ان سے کیا علاقہ ہے؟ بدون اتباع کے محض بزرگوں کا انتساب تم کو آخرت میں کوئی نفع نہیں دے گا تم کو کفرو شرک اور فسق و فجور میں مبتلا ہو کر اُن کی نیکیوں سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا اور نہ وہ تمہاری بدکاریوں کے ذمہ دار ہوں گے تم سے آخرت میں ان کے اعمال کے متعلق کوئی سوال نہ ہوگا ہر شخص سے اپنے اعمال کے متعلق باز پرس ہوگی۔

مسئلہ: خاندانی بزرگی یا مقبولین کا نافع نہ ہونا اس شخص کیلئے ہے کہ جو عقائد میں اپنے بزرگوں کا مخالف ہو یہود و نصاریٰ کا بھی حال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت جو عقائد قطعیہ سے ہے یہ لوگ اُسی میں مخالف تھے اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کر کے کفر میں مبتلا ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے عقیدہ سے مخالفت رکھتے ہوئے اس آیت قرآنی اور فیصلہ کے مطابق ان یہود و نصاریٰ کو حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ یا دیگر انبیاء علیہم السلام کی بزرگی سے کوئی نفع نہ پہنچے گا اور نہ یہ انبیاء ان کی قیامت میں شفاعت کریں گے البتہ مؤمنین کیلئے قرآن کریم کی دوسری آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء و صلحاء کی شفاعت حق ہے۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ ہم کو اسلام پر ایمان کی نعمت سے سرفراز فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ یا اللہ! ایمان و اسلام کی برکت سے میدانِ حشر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہم کو نصیب فرما۔ یا اللہ! اس دنیا میں اپنے محبوبین اور مقبولین کی محبت اور اُن سے تعلق ہم کو نصیب فرما۔ یا اللہ! یہودیت ونصرانیت کا جو فتنہ دُنیا میں پھیلتا جا رہا ہے اس فتنہ عظیمہ سے ہماری اور ہماری نسلوں اور تمام اہلِ اسلام کی حفاظت فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ

وَقَالُوْا	كُوْنُوْا	هُوْدًا	اَوْ	نَصٰرٰى	تَهْتَدُوْا	قُلْ	بَلْ مِلَّةَ	اِبْرٰهٖمَ	حَنِيْفًا	وَمَا كَانَ	مِنَ
اور انہوں نے کہا	ہو جاؤ	یہودی	یا	نصرانی	تم ہدایت پالوگے	کہہ دیجئے	بلکہ دین	ابراہیم	ایک اللہ کے ہو جانے والے	اور نہ تھے	سے

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم لوگ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ تم بھی راہ پر پڑ جاؤ گے آپ کہہ دیجئے کہ ہم تو ملت ابراہیم پر رہیں گے جسمیں کجی کا نام نہیں اور ابراہیم علیہ السلام

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ اِلٰى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

الْمُشْرِكِيْنَ	قُوْلُوْا	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَمَا	اُنْزِلَ	اِلَيْنَا	وَمَا	اُنْزِلَ	اِلٰى	اِبْرٰهٖمَ	وَاِسْمٰعِيْلَ
مشرکین	کہہ دو	ہم ایمان لائے	اللہ پر	اور جو	نازل کیا گیا	ہماری طرف	اور جو	نازل کیا گیا	طرف	ابراہیم	اور اسمٰعیل

مشرک بھی نہ تھے کہہ دو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس پر بھی جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل

وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ

وَاِسْحٰقَ	وَيَعْقُوْبَ	وَالْاَسْبَاطِ	وَمَا	اُوْتِيَ	مُوْسٰى	وَعِيْسٰى	وَمَا	اُوْتِيَ	النَّبِيُّوْنَ	مِنْ رَّبِّهِمْ
اور اسحٰق	اور یعقوبؑ	اور اولاد یعقوبؑ	اور جو	دیا گیا	موسیٰؑ	اور عیسیٰؑ	اور جو	دیا گیا	نبیوں	انکے رب سے

اور حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام اور اولاد یعقوب کی طرف بھیجا گیا اور اس پر بھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا اور اس پر بھی جو کچھ

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

لَا نُفَرِّقُ	بَيْنَ	اَحَدٍ	مِّنْهُمْ	وَنَحْنُ	لَهٗ	مُسْلِمُوْنَ
ہم فرق نہیں کرتے	درمیان	کسی ایک	ان سے	اور ہم	اسی کے	فرمانبردار

اور انبیاء علیہم السلام کو دیا گیا اُنکے پروردگار کیطرف سے اس کیفیت سے کہ ہم ان میں سے ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں

یہود و نصاریٰ کی ہٹ دھرمی اور اسکا جواب

گذشتہ آیات میں واضح و روشن دلائل کے ساتھ یہود و نصاریٰ کو دین حق قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی انہوں نے حسد وعناد اور ہٹ دھرمی سے کام لیا اور اُلٹا مسلمانوں سے کہتے کہ ہمارا دین قبول کرلو تو تمہیں ہدایت حاصل ہو جائے گی اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ان باطل مذاہب کی دعوت دینے والوں کو جواب دینے کی تلقین فرمائی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا ...... الٰی ...... وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

تو یہاں اس آیت میں یہود و نصاریٰ کی دعوت کے جواب میں مسلمانوں کو دو جواب تعلیم فرمائے گئے۔

ایک جواب تو یہ کہ یہود و نصاریٰ سے صاف کہہ دیا جائے کہ ہم ہرگز کبھی بھی یہودی یا نصرانی نہ ہونگے بلکہ ہم ملت ابراہیمی یعنی خالص توحید پر قائم رہتے ہوئے اسلام دین حق کے متبع رہیں گے۔

اور دوسرا جواب یہ تعلیم فرمایا گیا کہ ان سے کہہ دیا جائے کہ تمہارے دین میں شرک کی آمیزش ہو گئی ہے اور یہودیت و

نصرانیت علاوہ منسوخ ہونے کے شرک کی گندگی سے آلودہ ہے مثلاً یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں (نعوذ باللہ) اور شرک کو ہر نبی نے گمراہی بتایا۔

ملتِ ابراہیمی پر ایمان کی تفصیل:

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ......الی...... وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

گویا اس آیت میں ملتِ ابراہیمی کی تفصیل بیان کی گئی اور اہل اسلام کو یہ تعلیم دی گئی کہ تم یہود و نصاریٰ سے یہ کہہ دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں یعنی ہم نے اللہ کو وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ مان لیا ہے۔ وہی ساری مخلوق کا خالق و رازق ہے وہ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے نہ اُس کا کوئی شریک اور ساجھی ہے نہ اُس کے کوئی اولاد اور بیٹا ہے وہی نفع اور نقصان کا مالک ہے وہی حساب کتاب لینے والا ہے۔ اور وہی جزا و سزا کا دینے والا ہے ہم نے دِل سے قرآن پاک اور ان تمام احکام کو جو بواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے سچا مان لیا اور ہمارا ان صحیفوں پر بھی یقین ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل کئے گئے اور اس پر بھی جو حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب اور انبیاء اولاد یعقوب علیہم السلام پر نازل کیا گیا یعنی جو کچھ ان انبیاء پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہمارا سب پر ایمان و یقین ہے اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو جو تورات و انجیل عطا کی گئی تھی ہم اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ یہ کتابیں آسمانی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو مخلوق کی ہدایت کے لئے اُتارا تھا اور یہ سب پیغمبر برحق تھے اور صرف انہی کو نہیں بلکہ اللہ کے تمام پیغمبروں کو ہم برحق جانتے ہیں اور جو کچھ ان کو دیا گیا اس کو بھی برحق مانتے ہیں خواہ ان کے نام اور حال ہمیں معلوم ہوں یا نہ ہوں لیکن ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے پیغمبر معصوم اور مبلغین توحید تھے اور ہم کسی پیغمبر یا آسمانی کتاب کی تکذیب نہیں کرتے سب اپنے اپنے زمانہ میں حق پر تھے اور اُن کی شریعت اُس زمانہ میں واجب العمل تھی اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار ہیں یعنی ہمارا مقصود حقیقی تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری اور خالص فرمانبرداری ہے اس نے جس زمانہ میں جس کو چاہا پیغمبر بنا کر بھیجا اور جیسا چاہا حکم دیا پس اخیر میں ہم کو دین محمدی عطا فرمایا تو ہم نے اس کو دل و جان سے اختیار کر لیا۔

پس یہ حاصل ہے اس ملت کا جس پر ہم قائم ہیں اور جس میں کسی کو انکار اور سرتابی کی گنجائش نہیں گویا حاصل مضمون آیت کا یہ ہوا کہ دیکھو ہمارا دین کیسا اِنصاف و حق کا ہے کہ ہم سب انبیاء کو مانتے ہیں سب کی کتابوں کو سچا منزل من اللہ مانتے ہیں اور سب کے معجزات کو برحق جانتے ہیں۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بے جا تعصب اور ہٹ دھرمی سے محفوظ رکھے اور صحیح معنوں مسلم بنائے۔

یا اللہ! ہم محتاج ہیں تیری مہربانی سے ہمارا کام بنے گا تو ہم پر مہربانی فرما، ہمیں دین پر استقامت عطا فرما، ہمیں ہر قسم کی گمراہی، تعصب اور گناہ سے محفوظ فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَإِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ

فَإِنْ	اٰمَنُوْا	بِمِثْلِ	مَآ اٰمَنْتُمْ	بِهٖ	فَقَدِ اهْتَدَوْا	وَإِنْ	تَوَلَّوْا	فَإِنَّمَا	هُمْ	فِيْ	شِقَاقٍ
پس اگر	وہ ایمان لائیں	جیسے	تم ایمان لائے	اس پر	تو وہ ہدایت پا گئے	اور اگر	انہوں نے منہ پھیرا	تو بیشک وہی	وہ	میں	ضد

سو اگر وہ (یہود و نصاریٰ) بھی اسی طریق سے ایمان لے آئیں جس طریق سے تم ایمان لائے ہو تب وہ بھی راہ پر لگ جائیں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو وہ لوگ تو برسر مخالفت ہیں ہی

فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫

فَسَيَكْفِيْكَهُمُ	اللّٰهُ	وَهُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ	صِبْغَةَ اللّٰهِ	وَمَنْ	أَحْسَنُ	مِنَ	اللّٰهِ	صِبْغَةً
پس عنقریب آپ کیلئے انکے مقابلہ میں کافی ہوگا	اللہ	اور وہ	سننے والا	جاننے والا	رنگ اللہ کا	اور کس	اچھا	سے	اللہ	رنگ

تو آپ کی طرف سے اُن سے عنقریب ہی نمٹ لیں گے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں ہم اس حالت میں رہیں گے جسمیں اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا اور کون ہے جسکے رنگ دینے کی حالت

	وَنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾	وَنَحْنُ	لَهٗ	عٰبِدُوْنَ	
	اللہ تعالیٰ سے خوب تر ہو اور ہم اُسی کی غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں۔	اور ہم	اسی کی	عبادت کرنے والے	

معیاری ایمان

فَإِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا یہاں آیت میں بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ یعنی جس طرح تم ایمان لانے کے مخاطب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں یعنی حضرات صحابہ کرام کے ایمان کو ایک مثالی نمونہ قرار دے کر بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول اور معتبر صرف اس طرح کا ایمان ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے اختیار فرمایا اس تصریح سے واضح ہو گیا کہ جو ایمان و اعتقاد اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، فرشتے، انبیاء، آسمانی کتب، یوم قیامت، آخرت، جنت، جہنم وغیرہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا اور آپ کے صحابہ کرام نے اختیار فرمایا بس وہی ایمان و اعتقاد اللہ کے نزدیک مقبول ہے جو اس کے خلاف ہے وہ اللہ کے نزدیک نامقبول اور مردود ہے۔ اس تصریح سے اُن تمام باطل فرقوں کا دعوائے ایمان کا رد ہو گیا جو ایمان سے بے بہرہ ہونے کے باوجود دعوئے ایمان کرتے تھے مشرکین عرب میں سے تو بعض نے فرشتوں کے وجود ہی کا انکار کیا اور بعض نے ان کو خدا کی بیٹیاں قرار دیا ان دونوں گروہوں کی بھی تردید بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ سے ہو گئی۔

ضدیوں سے اللہ نمٹ لیں گے

وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ یہاں فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ فرما کر نہ صرف یہ واضح کر دیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے مخالفین کی زیادہ فکر نہ کریں خود اللہ تعالیٰ اُن سے نبٹ لیں گے بلکہ فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا اور مخالفین کو مغلوب ہونے کی پیشین گوئی بھی فرمائی چنانچہ خدا کے فضل سے تھوڑی ہی مدت کے بعد یہ وعدہ پورا کر دیا گیا اور یہود و نصاریٰ اور کفار عرب کو مغلوب کر دیا گیا ہجرت کے تیسرے سال فرقہ یہود بنی نضیر کو جلا وطن کر دیا گیا اور ملک شام کی جانب نکال دیا گیا اور ہجرت کے پانچویں سال غزوۂ

احزاب سے فراغت پا کر یہود بنی قریظہ پر جہاد کا حکم ہوا اور اس قبیلہ کے تمام یہود سوائے عورتوں اور بچوں کے مارے گئے اور ان کا مال ضبط کیا گیا اور پھر بجز ان کے عیسائی بھی مطیع ہو گئے تو جہاں تک اس وعدہ کا تعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے تھا وہ آپ کے زمانہ حیات ہی میں پورا ہو گیا۔

عیسائیوں کی رسم کی تردید اور حقیقت کا بیان

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ

یعنی اے مسلمانو! تم یہود و نصاریٰ سے کہہ دو کہ ہم نے اللہ کا رنگ قبول کر لیا ہے یعنی اس مقدس دینِ اسلام کے رنگ میں رنگے گئے ہیں اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہوگا؟ اور ہم اسی کی بندگی و عبادت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہاں اس آیت میں نصاریٰ کی ایک رسم کی تردید ہو گئی نصاریٰ میں قدیم دستور تھا اور اب بھی ہے کہ جب وہ کسی کو عیسائی بناتے ہیں یا ان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس پر رنگین پانی چھڑکتے ہیں یا رنگ دار پانی میں بٹھاتے ہیں جس کو اب بھی عیسائیوں کے ہاں بپتسمہ کی رسم کہا جاتا ہے اور عیسائی اس فعل کو نجات اور حصولِ سعادت کا ذریعہ جانتے ہیں گویا ان کے نزدیک عیسائیت کا رنگ ظاہری رنگین پانی سے چڑھتا ہے اس آیت میں ان کے عقیدہ اور خیالات کی تردید فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ اس ظاہری رنگ سے کیا دل رنگین ہو سکتا ہے یہ پانی کا رنگ تو دھل کر ختم ہو جاتا ہے اس کا بعد میں کوئی اثر نہیں رہتا اصل رنگ تو کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ہے جس کو اللہ کا رنگ کہنا چاہئے اور جو انسان کے دل اور رُوح کو رنگین کر دیتا ہے اور جو باطنی پاکی کی ضمانت بھی ہے اور باقی رہنے والا بھی ہے اور اللہ کے اس پاک رنگ سے بہتر اور کون سا رنگ ہو سکتا ہے اور یہ رنگ حقیقی ہے کہ جو نجات و سعادت کا کفیل ہو سکتا ہے نہ کہ ظاہری رنگین پانی میں غوطہ دینے سے نجات ہو سکتی ہے۔

اخیر میں وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ فرما کر کہ ہم اُسی کی بندگی و غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں مسلمان کی ایک صفت یہ ظاہر فرمائی گئی کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنے والا ہوتا ہے اور عبادت کا مفہوم یہی ہے کہ اللہ کے حکم کی تابعداری کا نام عبادت ہے۔ خواہ وہ عبادت نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہو یا حقوق العباد ہوں یا معاملات ہوں یا تعلقات ہوں یا تجارت حرف و صنعت ہو یا حکومت و سلطنت ہو۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! دین و ایمان کے معاملہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو ایمان و اعتقاد اپنائے اور دنیا میں پھیلائے ہم کو اور تمام اُمت مسلمہ کو اُسی پر جمنا نصیب فرما۔

یا اللہ! دین اسلام کے حقیقی رنگ میں ہم کو ایسا رنگ دے کہ پھر ساری عمر یہ رنگ نہ چھٹے۔

یا اللہ! اس دورِ فتن میں اُمتِ مسلمہ میں جو افراط و تفریط کی گمراہی گھس رہی ہے اس سے ہماری اور تمام امت اسلامیہ کی حفاظت فرما اور ہدایت حق و صراطِ مستقیم پر ہم کو استقامت نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو شقاق و نفاق کی خصلتوں سے بچا اور ہر حال میں اتباعِ حق کی توفیق عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ أَتُحَآجُّونَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَآ أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ

قُلْ	أَتُحَآجُّونَنَا	فِي اللّٰهِ	وَهُوَ	رَبُّنَا	وَرَبُّكُمْ	وَلَنَا	أَعْمَالُنَا	وَلَكُمْ	أَعْمَالُكُمْ	وَنَحْنُ
کہہ دیجئے	کیا تم ہم سے جھگڑا کرتے ہو؟	اللہ کے بارہ میں	حالانکہ وہی	ہمارا رب	اور تمہارا رب	اور ہمارے لئے	ہمارے عمل	اور تمہارے لئے	تمہارے عمل	اور ہم

آپ فرمادیجئے کہ کیا تم لوگ ہم سے حجت کئے جاتے ہو حق تعالیٰ کے معاملہ میں حالانکہ وہ ہمارا اور تمہارا رب ہے اور ہمکو ہمارا کیا ہوا ملے گا اور تمکو تمہارا کیا ہوا ملے گا

لَهُ مُخْلِصُونَ ۝١٣٩ أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرٰهِمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ

لَهُ	مُخْلِصُونَ	أَمْ	تَقُولُونَ	إِنَّ	إِبْرٰهِمَ	وَإِسْمٰعِيلَ	وَإِسْحٰقَ	وَيَعْقُوبَ
اسی کے	خالص	کیا	تم کہتے ہو	کہ	ابراہیم	اور اسمٰعیل	اور اسحٰق	اور یعقوبؑ

اور ہم نے صرف حق تعالیٰ کیلئے اپنے کو خالص کر رکھا ہے یا کہے جاتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب

وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصٰرٰى قُلْ ءَأَنْتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللّٰهُ وَمَنْ أَظْلَمُ

وَالْأَسْبَاطَ	كَانُوا	هُودًا	أَوْ نَصٰرٰى	قُلْ	ءَأَنْتُمْ	أَعْلَمُ	أَمِ اللّٰهُ	وَمَنْ	أَظْلَمُ
اور اولادِ یعقوبؑ	تھے	یہودی	یا نصرانی	کہہ دیجئے	کیا تم	زیادہ جاننے والے	یا اللہ	اور کون	بڑا ظالم

اور اولاد یعقوب یہود یا نصاریٰ تھے اے نبی (ﷺ) کہہ دیجئے کہ تم زیادہ واقف ہو یا حق تعالیٰ اور ایسے شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا

مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝١٤٠ تِلْكَ أُمَّةٌ

مِمَّنْ	كَتَمَ	شَهَادَةً	عِنْدَهُ	مِنَ اللّٰهِ	وَمَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُونَ	تِلْكَ	أُمَّةٌ
سے۔ جس	چھپائی	گواہی	اسکے پاس	اللہ سے	اور نہیں	اللہ	بے خبر	اس سے جو	تم کرتے ہو	یہ	ایک امت

جو ایسی شہادت کا اخفا کرے جو اُسکے پاس منجانب اللہ پہنچی ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے سے بے خبر نہیں ہیں یہ ایک جماعت تھی

قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝١٤١

قَدْ خَلَتْ	لَهَا	مَا	كَسَبَتْ	وَلَكُمْ	مَا كَسَبْتُمْ	وَلَا تُسْـَٔلُونَ	عَمَّا	كَانُوا يَعْمَلُونَ	
گزر چکی	اس کیلئے	جو	اس نے کمایا	اور تمہارے لئے	جو تم نے کمایا	اور تم سے نہ پوچھا جائے گا	اس سے جو	وہ کرتے تھے	

جو گزر گئی انکے کام اُنکا کیا ہوا آئے گا اور تمہارے کام تمہارا کیا ہوا آئے گا اور تم سے انکے کئے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی

یہود و نصاریٰ کے بے دلیل جھگڑوں کی تردید

یہود و نصاریٰ جن پر ہر طرح دلائل و براہین سے حجت پوری ہو چکی ضد و عناد ہی میں دعوے بلا دلیل برابر کئے جاتے تھے کہ مسلمان باطل پر ہیں اور یہود مدینہ اس معاملہ میں اہل اسلام سے حجت کرتے چنانچہ ان کے اس خیال باطل کی تردید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے حق تعالیٰ کی طرف سے ایک دوسرے طرز پر جواب کی تعلیم و تلقین فرمائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا....الی....قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان یہود و نصاریٰ سے فرما دیجئے کہ کیا تم لوگ اب بھی ہم سے حجت کئے جاتے ہو حق تعالیٰ کے معاملہ میں کہ وہ ہم کو آخرت میں نہ بخشیں گے حالانکہ وہ ہمارا تمہارا سب کا رب اور مالک ہے سو ربوبیت میں تو تمہارے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں اور ہم کو ہمارا کیا ہوا ملے گا اور تم کو تمہارا کیا ہوا ملے گا یہ تو تمہارے نزدیک بھی مسلم ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم نے صرف حق تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اپنے دین کو شرک وغیرہ سے خالص کر رکھا ہے بخلاف تمہارے طریقہ موجودہ کے کہ علاوہ منسوخ ہونے کے خود شرک سے بھی مخلوط ہے اور اب بھی اپنے حق پر ہونے کے ثابت کرنے کو یہی کہے جاتے ہو کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام میں جو انبیاء گزرے ہیں یہ سب یہود یا نصاریٰ تھے اور اس طرح اپنا حق پر ہونا ثابت کرتے ہو سو اس کے جواب میں اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مختصر سی بات ان سے کہہ دیجئے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ تم زیادہ واقف ہو یا حق تعالیٰ۔

یہود و نصاریٰ کا حق کو چھپانا

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

یعنی جب تورات و انجیل میں بھی نبی آخر الزماں کی واضح بشارتیں بیان ہو چکیں تو ایسے شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو ایسی شہادت کو چھپالے اور اُس کا اظہار نہ کرے خصوصاً ایسے برگزیدہ نبی اور ایسے عظیم الشان رسول کے متعلق جس کے اتباع میں حصول نجات موقوف ہے جو سید الانبیاء اور ختم المرسلین ہیں جن کی رسالت تمام انسانوں اور جنات کی طرف ہے اور جن کی رسالت کے اقرار کا ہر ایک شخص مکلف ہے اور اے اہل کتاب اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے نبی آخر الزماں کے متعلق جو شہادتیں تم اپنی کتابوں کو چھپاتے ہو اور نصوص توریت و انجیل میں تحریف اور تغییر و تبدل کرتے ہو یہ سب اللہ کی نظروں کے سامنے ہے وہ خوب دیکھتا، سنتا اور جانتا ہے۔ تم کو تمہارے ان اعمال بد کی سزا ضرور دے گا۔

یہود و نصاریٰ اپنے آباء سے کٹ گئے

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یعنی اے یہود و نصاریٰ تم کو اب ان انبیاء کی جماعت سے کوئی تعلق نہیں رہا وہ پاکبازوں کی ایک جماعت تھی سو گزر چکی ان کی توحید اور ان کے ایمان و اعمال سے ان کو فائدہ ہوگا تم کو کفر و شرک اور فسق و فجور میں مبتلا ہو کر ان کی

نیکیوں سے کوئی فائدہ نہ ہوگا تم کو تمہارے جو افعال و اعمال ہیں ان کا بدلہ ملے گا ایسی ہی آیت اوپر بھی قریب گزر چکی ہے لیکن	تاکید اور مبالغہ کیلئے اس کو پھر مکرر لائے کہ ایمان لاؤ اور اعمال کرو آباؤ اجداد کے بھروسہ پر نہ رہو۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونا، اور قرآنِ کریم پر ایمان رکھنا نصیب فرمایا، اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان صادق اور اسلام کامل نصیب فرمائیں، ہر حال میں ہمیں حق پر قائم رکھیں اور دُنیا اور آخرت میں اپنی خاص رحمتوں سے نوازیں۔

یا اللہ! ہمیں اسلام کی سچی محبت و عظمت عطا فرما اور اسلام پر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ یہودیت و نصرانیت کا جو فتنہ دُنیا میں پھیل رہا ہے اس کے خاتمہ کا وقت قریب فرما اور دین اسلام کے دنیا میں غالب آنے کا وقت نزدیک فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ